

۱۱۷۵

تھلی دوپنہ

ماہنامہ

ایڈٹر: عالم غوث

آدمی کے یاس وقت
زیادہ قیمتی کوئی چیزیں

تھلی دوپنہ میں آگیا شائع

سالانہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ



اس دائرے
میں سخن شان

چھپوں مال کا آٹھواں
شمارہ



ماہنامہ

ایڈیٹر عالم غفاری

ماہ جنوری ۱۹۸۵ء

۷	ادارہ
۵	عائم عثمانی
۲۸	"
۲۹	"
۳۰	مولانا علی بیان ندوی
۴۱	عائم عثمانی
۴۲	قطب شہید
۴۳	ملا ابن العرب تک
۴۴	عائم عثمانی

ہے تو سمجھیجیے اس پر آپ کی خریداری حاصل ہے۔ یا تو
منہ آرڈر سے سالانہ قیمت صحیبین یادی پی کی اجازت
دین۔ آئندہ خریداری جاری نہ رکھنی ہوتی۔ بھی
اطلاع دیں۔ خاموشی کی صورت میں
اچھا پڑھے وی پی سے بھیجا تیکا جسے
وصول کرنے آپ کا اخلاقی فرض
ہو گا۔

منی آرڈر چھپ کر آپ وی پی
خروج سے نک جائیں گے۔

amerikہ۔ انگلینڈ۔ ناچیریا۔
کنیڈا۔ فرانس۔ انڈونیشیا سے
بذریعہ بھری ڈاک روپیہ۔
بذریعہ بھری ڈاک ہلپیہ۔
بزریعہ بھری ڈاک ہلپیہ۔
بزریعہ بھری ڈاک ہلپیہ۔
بزریعہ بھری ڈاک ہلپیہ۔
پاکستان سے۔ چھپیں روپیہ۔

حوالہ ذاتی
اعمار سخن
قطعات
تجھی کی ڈاک

قادیانیت
معترضین کی افراطی میں
روح انتساب
مسجد سینئرانے تک
کرے کھوٹے

سالانہ قیمت
بیس روپیہ
اس شمارے کی قیمت
دو روپیے

حوالہ اقیٰ

آپ کو بدھرا کرنا نہیں چاہتے۔ دعا کی درخواست میں
منطق مریت سوچئے کہ چکلا کا غذ جب رسالہ کی نسبت پیدا ہوتی
ہو گیا تو رقم جمع کیوں نہ ہوئی۔ یہ منطق برق ہو سکتی تھی اگر
رسالہ کی قیمت میں اسی تناسی سے اضافہ ہوا ہوتا جتنا کافی
کی قیمت میں اضافہ ہوا ہے بلکہ ابھی خرض ہی کیا جا جکا کر
ایسا نہیں ہوا۔ ہو سکتا تھا اگر بعض اور رسائل میں طرح
صفحات ہم صرف چالیس بجاس کر دیتے اور قیمت وہی
رسکھتے ہو جاؤ ہے لیکن اتنے کم صفحات میں وہ دینی و علمی خدمت
انجام نہیں دی جا سکتی جسے ناچیز تھی اسے امکان بھر
انجام دے رہا ہے۔ تیجھے بہر حال یہ ہونا ہی تھا کہ اُس سے
بہت کم رقم لوٹے جتنی کافی صرف ہوئی تھی اور جتنا
اٹکے کوٹے کو در کار ہے۔ کوئی خاص اپیل پیش نہ ہوئی
البتہ صورت حال آئے بیان کر کے طبیعت ہلکی کر دیتے
دعا کی درخواست ہے مکسر کر دے۔

پاکستانی حضرة

پاکستانی حضرات سالاہ خلیل رحیم
کے لئے ۲۵ روپے کامنی آرڈر درج ذیق
پتے پڑھیں ۔

مکتبہ عثمانیہ - ۳۲۸۰ میٹا بازا۔

پیر الہنی خش کالونی - کراچی -
پھر منی آرڈر وصول ہو جانے کی جو دستخطی
رسید و اپس آئے اسے ہمارے پاس لفڑی میں
بھیج دیں۔ پیرچہ جاری ہو جائے گا۔
منجز تھی۔ تھی آفس دیوبند

(یو۔ پی) انڈیا

تقدیر کے آجے آدمی بے بس ہے۔ دیوبند میں بھلی کا
نظام اب عمولاً یہ ہے کہ سات دن ہیں چار دن "یا و" کافیں
ملے گا تین دن ہیں ملے گا۔ پاور ہی سے مشینیں چلتی ہیں۔
چار دن میں بھلی کی تھنڈی دریانی وقفے کے ہیں اور ان
متعدد وقوف کے علاوہ بلا تعین جس وقت چالے مشینوں کے
پیسے ڈک جلتے ہیں۔ یہ نو معمول ہوا۔ دسمبر میں پہلی جھینالا پڑا
کہ تین دن تک بھلی کی صورت ہی لظر نہیں آئی۔ پچھے خبر
نہیں تھیں مگر پہنچتی یا چادر تان کر سور ہی۔ اب آپ خود
پوچھتے کہ یہ جان لیوازادائیں ان تمام پروگراموں سے کیا
سلوک کر سکتی ہیں جن کا تعلق مشینوں کی ھڑک ھڑک ایسٹ سے ہو
و تمہرے کاشمارہ اعلان سے آٹھ روز بعد منتظر ہیں پر آسکا۔
اب یہ شمارہ دسمبر میں پریس چار ہے بلکہ نہیں کہا جاسکتا
کہ کب تکیں کو پہنچ گا۔ مالوسی تو فرمے کہ اس ہم برابر کرتے
رہیں گے کہ نظام المواقف درست ہو جائے لیکن آپ
دعا تھی شاید نہیں کہ رہے ہیں۔ دعا کے مواعِم بندوں کا
سہارا ہی آخر کیا ہے۔ اسباب توشیت باری کے غلام ہیں۔
وہ جو جائے تو اسکے سینہ صحوت سے جیسا۔

گرانی نے بھلی کے آمد و خروج کا بھی تو اون بھاڑ دیا ہے
کافد اور سامان طباعت پر جتنے دم بڑھے اس تناسبے
رسالے کی قیمت بڑھانا ممکن نہیں۔ انعام کیا ہو گای اللہ
ہی جانے۔ آپ اتنا تعاون ضرور کر سکتے ہیں کہ اسے حلقة
تعلق سے نئے خریدار فراہم کریں۔ تھلی اگر آپ کے نزدیک
دین و ملت کے لئے مفید ہے تو یہ تعاون باعث اجڑی ہوگا۔
جن حضرات کو اللہ نے استطاعت دی ہے وہ پاسور پے
ادا کر کے "لائف میر" بھی بن سکتے ہیں۔

کافد کا مستلہ پرسر پر آپ ہو چکا ہے تفصیل میں جا کر

اعازیز خون

عقیدے کی اصلاح کرو پھر دوسروں کی خبر ہو۔
ختم نبیت کا عقیدہ قرآنی ہے اس کی حفاظت
کے لئے اعلان کرو کر آنحضرت کے بعد کوئی بھی
نہیں آئے گا ان زیان پر انا۔ اگر آئے گا تو اسی کو
خاتم انبیاء کو کہا جائے گا۔ یہ حقیقت بھی واضح
ہے کہ قادر بیوں میں استاد یعنی علماء اہل سنت
ہیں جو ان کی تکفیر کرتے ہیں۔ اگر علماء حلقہ فتنی
کا سہارا لیکر حضرت سعیج کو آنحضرت کے بعد
لاناچاہتے ہیں تو قادر یعنی بھی ان کی شاگردی میں
یہی آتھتے ہیں کہ جس سعیج کو علماء دوبارہ لاناچاہتے
ہیں وہ آچکا اور ہم نے ان کا انتظار ختم کیا۔
اصل مجرم یعنی علماء اہل سنت ہیں جو آنحضرت صائم
کے بعد حضرت عبیدی کو دوبارہ لاتے ہیں اور حام
لشیں کا تاج ان کے سر پر رکھتے ہیں۔ زنجیر بیا
علماء نے اور جب وہ تدارد خخت ہو گیا تو اس
کا پھل کھایا مرزا غلام احمد قادر یعنی خواجہ

سی سگرداں بڑی شدت سے کی جا رہی ہے کہ نزولِ
سعیج کا عہدہ حلافۃ قرآن ہے۔ فاڑھلہ مہابت چاہتے
ہیں کہ ملک اس تجیہ سے مسمیٰ دری کا اعلان کر دیں،
چنانچہ دوبارہ کشف دندھل ہو کر اس پر اصرار کرتے
ہیں۔ مثلاً انہوں نے فرمایا:-

”مالک الحلف اپنی نعلجہوں کو ملک اہل سنت اور
 قادریاں لیکر ہی تھیں کیچھے ہے ہیں۔“

”اس کے بعد انہوں نے ایک تفصیلی شرائع اعظم میش کرتے
ہوئے لکھتا فرمایا ہے کہ علماء اہل سنت اور قادریاں
دو لوگ اس پر دھنخط کر دیں۔ نہیں کہ تو دونوں ہی ختم
نبوت کے نکل قرار پائیں گے۔ اس شرائع اعظم نامی میں انہوں
نے وحیزافت کر دیا ہے کہ سعیج کی آمد کا عقیدہ ختم نبوت
سکھنا فی ہے اور اس سے بھی آخرالزمان کی شان گھٹتی ہے
مزید فسرایا گا۔“

”اللهم اکبر!“ اسکے آپ قادریاں فتنہ کی بڑھ کر
چاہتے ہیں تو جب اسی سعیج کا تیسی پہلی اپنے

دیکھ رہے ہیں ایں نظر فار تلیط صاحب کے تیور۔ کیا
لب دیکھ رہے ہیں کیا مظہر اور حکم ہے۔ کتنی بیزاری ہے
علماء اپر صفت سے اور اُس عقیدے سے جسے اللہ کے
رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کی قسم کھا کھا کر اتنی بار بیان کیا کہ جنت
گئے جنے عقائد کے علماء شاید ہی سی عقیدے کے کو اتنی اہم
سے جتنا جتنا کر بیان کیا ہے۔ علم حدیث کی ابجد بھی الگ
فار تلیط صاحب کے اپنے دماغِ عالیٰ کے سی کوئی نظر نہیں
حضورِ طیب ہو تو وہ بھوئے نہ ہوئے کہ صحیح احادیث تی
بنیادِ دو قسمیں ہیں۔ خبر و احادیث اور خبر منبوتر۔ پھر خبر و احادیث
کی بیشی سیسی ہیں۔ غریب۔ غریب مشہور۔ ان ایسیوں قسموں میں
اگرچہ احکام کے امنبار سے تفاصیل ہیں بلکہ بہرحال کوئی
شخص کسی خبر و احادیث کو کسی دلیل سے رد کرے تو اسے مراہد اور
منکر حدیث نہیں کہا جائے گا۔ مثلاً یہی کذب بات اب رہیم والی
حدیث ہے۔ پیر خبر و احادیث ہے۔ آپ یا کتنی
اور اسے درست نہیں سمجھتا تو اگر حسر قنی واقعہ
ہے ایں سمجھنا مناسب نہیں لیکن مگر اسی
کافتوہ میں بہر حال نہ دیا جائے گا۔

لیکن خبر متواتر کی حیثیت تو تمام علماء حق کے نزدیک
یہ ہے کہ اس کا انکار بادینی اور انکار حدیث اور
گمراہی شمار کیا جائے گا۔ وہ درج یقینی میں ارشاد رسول
میں اور ارشاد رسول کو جھٹلانا کفر کی سواد رہی کہا مکتبہ۔
حدیث متواتر کی بنیاد اچار سیکھ رہیں۔ ہم لوگ امکتب
کھوؤں کر رہیں بیٹھیں گے بلکہ صرف اس قسم کا ذکر کریں جس
جس سے اس وقت بحث ہے۔ اس قسم کا انکار ہے متواتر
القدر المشرک۔ اس کی تعریف خلاصتہ یہ ہے کہ اتنے
ذیزادہ راوی ہو جو کام کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا عقل بعید ہو
کسی روایت کو مختلف الفاظ میں بیان کریں اور یہ اعلیاء
حرمتیات بھی وسیع کے ضمنوں میں اختلاف ہو لیکن کچھ
باتیں یا کتنی ایک بات ان سب میں بطور قدر مشترک

یا تی خوار ہی ہو۔ مثلاً کچھ کہتے ہیں حاتم طالی سے سوچی
شخص کو دوس روپے العام دیتے کچھ لوگ کہتے ہیں میں
روپے۔ کچھ اس سے مختلف تعداد بیان کرتے ہیں۔ نیز
کچھ اور لوگ حاتم کی مخالفت کے اور بہت سے قصر ملتے
ہیں تو اپنی اپنی جگہ ان میں سے ہر ہر روایت قابل احتلاف
ہو سکتی ہے۔ اسے رد کیا جاسکتا ہے لیکن یہ بات ان سب
روایات میں مشترک ہے کہ حاتم ایک دریادل اور سخنی آدمی
تھا اسی طرح حضورؐ کے محضرات کا معاملہ ہے۔ کوئی بھی حجہ
تو اتر سے ثابت نہیں لیکن حجżات کی تمام حدیثوں میں
یہ بات بہرحال مشترک ہے۔ حضورؐ سے کچھ حجہ نہیں میں
آئے تھے۔ اسی طرح حضورؐ کے مثال نیجے کردہ سری
حکیم عظیم اضافہ کر دیتے ہیں۔ اس کے میتواتر
لوگوں نے زبان اور حجہ سے بیان کئے۔ ان سے میں
کے بارے میں خیرت متواتر کے قریب
لیکن کیا اس میں خیرت متواتر کے قریب
تھی یا اس جنگ
ہے کہ پیر خبر و احادیث
کے طور پر اس کے
لگوں نے سازدہ
کر دیتے ہیں۔

ایسا ہی معاملہ اور اسی طرح متواتر کے مکمل
عملی اسلام اسے جزوی دیکھتا ہے اور اس کے مکمل
کرتے ہیں۔ حضرت مسیح کے اوصاف، تسلی، رنگ، متعدد
قدامت، پیشہ، ایسا شہر نزول، مقام نزول، وغیرہ
نزول اور بے شمار دیگر جزویات۔ ہم تباہی چکے کہ ان
خبروں میتواتر احادیث ۲۲ صفحہ پر سے مردی ہیں اور
احادیث کی تعداد اشتراک سے اور یہ ہے۔ کوئی بھی حصن قنی
دلائی کی روشنی میں بیٹھا ہے سکتا ہے کہ ان میں یہ ہر حدیث
خبر و احادیث ہے جو یقین کا فائدہ ہیں یعنی دیگر یافلوں فلاں
حدیث میں فلاں راوی ضعیف ہے وغیرہ ذکر لیکن یہ
کہدیا کہ نزول مسیح ہی مکمل افسوس ہے۔ حسوسی ہی سے
جیسے کوئی یوں کہا رہے کہ متواتر کے مکمل اسی نہیں

تھی یا ہٹلر اور سولینی اور جر جل دنیا میں کبھی پسیدا ہی نہیں ہوتے۔ تھے یار رسولؐ نے بھی سو اسکی ہی نہیں تھی یا آپ شہزاد عراج میں آسمانوں پر تشریف نہیں لے گئے تھے یا آپ نے بھی گورنمنٹ نہیں لکھا یا تھا۔

یہ ایک ایسا عقلی استدلال ہے جسے رو نہیں کیا جاسکتا یعنی بغور اسلام حجت ہم چند ماہرین فنکر ارشادات بھی نقل کئے دیتے ہیں۔

علامہ الوسی جن کا بحثِ الحدیث سستم ہے تفسیرِ حجۃ المعاشر میں لکھتے ہیں کہ نزول عیسیٰ کی خبر تو اتر صعنوی کو ہنچھی ہوتی ہے لہذا اس کا منکر کافر ہے۔

حافظ ابن کثیر رضی تفسیر میں ایک سے زائد جملہ مضمون دہراتے ہیں کہ قیامت سے پہلے نزول عیسیٰ کی اطلاع درجہ تو اتر میں جائیجی ہے۔

حافظ ابن حجر بھی بعض متقدیں سے اس پر تو اتر نقل کرتے ہیں۔

ایسی نظرِ منداشت کو اس قدر سڑ و مدد سے جھوٹا فسراہ دینا جس کا مقاومہ فارقی طبق صاحبِ نسبت کیا ہے مقولیت سے تو کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ وہ ان کے دلائل تو انہیں کوئی جان نہیں۔ انہوں نے علمی دلیل پیش فرمائی ہے۔

”خاتم النبیین میں یا الفلام استغراق کا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر قسم کی نبوت ختنی تک ماب پر ختم ہو گئی۔“

یہاں تک توبات بالکل درست کہی گئی۔ تام علماء اہل سنت بھی یہی ملت نہیں کہ حضور پر ہر طرح کی نبوت کا اختتام ہو گیا۔ ان کے بعد تھی شخص کو اللہ یعنی صاحب عطا نہیں کرے گا۔ اسی لئے وہ قادر یانیوں کو خارج از اسلام قرار دتے ہیں کہ یہ لوگ ایک نبی کے قابل ہوتے۔

یعنی اس کے بعد فارقی طبق صاحبِ نسبت درج ذیل معنی پیدا کئے ہے۔

”آپ کے بعد کوئی بھی نبی خواہ نیا ہر یا پرانا جھقی

ہو یا جاڑی ظلیٰ ہو یا بر وری تشریعی ہو یا غیر تشریعی اسلامی ہو یا حرمی نہیں آئے گا جو لوگ کسی پر اپنے یا اپنے نبی کو لاتے ہیں وہ ختم نبوت کے منکر ہیں اور اپنے ہی فتوے کی رو سے کافر ہیں۔“
تو یہ حقیقتی ان کے اپنے پیداگرد ہیں قرآن کا ان سے کچھ تعلق نہیں۔ نبوت کے ہائے بین سب جانتے ہیں کہ وہ کوئی ایسا منصب نہیں جسے آدمی اپنی محنت اور قابلیت سے حاصل کرے بلکہ وہ تو ایک ایسا عہدہ ہے جو اللہ تعالیٰ عطا کرتا رہا ہے۔ اسی طرح کسی نبی کا پہلے ہونا اور کسی کا بعد میں ہونا بھی انسان کا اختیاری فعل نہیں تھا۔ حضور آخری نبی ہیں فیصلہ بھی اللہ ہی کا کیا ہوا ہے۔ خود حضور کے اختیار میں یہ بات نہیں تھی کہ اپنے آپ کو آخری نبی بنا لیں اور نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیں۔ یہ ایک ایسا حقیقت ہے جس سے جمال ایمان کو ہم مند نہیں کر سکتا۔ لہذا جب قرآن میں اللہ نے یہ ارشاد فرمایا کہ تھوڑا خاتم النبیین ہیں تو اس کا واحد مطلب یہ اعلان ہوا کہ اب ہم کسی بند کو منصب نبوت عطا نہیں کریں گے۔ عطا کا یہ مسلسلہ ذات ختمی پر ختم کیا جاتا ہے اور قیامت تک کسی بھی نبی کی بعثت کا خیال تک بندوں کو دل سے نکال دینا چاہیے۔

فرماییے کیا یہی مطلب نہیں ہو؟ جب یہ مطلب ہے تو کیسی ایسے بندے کا دنیا میں آنا خلاف قرآن کیسے ہو گی جسے اللہ نے نبوت حضور سے پہلے عطا کی تھی بعد میں عطا نہیں کی۔ آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ ہر سبی کو مان کے پیٹ سے نبی پیدا نہیں کیا گیا۔ رسول اللہؐ اپنی عمر کے چالیس سالوں تک نبی نہیں تھے۔ اس کے بعد اللہ نے باقاعدہ پیش کیا اپنے عطا فرمایا اور آپ کو وحی سے اطلاع ملی کہیں نبی بنادیا گیا ہوں۔ جب یہ بات ہے تو صاف ظاہر ہے کہ ختم نبوت کا منکر صرف وہ شخص ہو سکتا ہے جو یہ گھان کرے کہ رسول اللہؐ کے بھی اللہ کسی کو نبی بنا سکتا ہے وہ شخص نہیں ہو سکتا جو حضرت عیسیٰ کی تشریف آور کا عقیدہ رکھے گوئا کہ حضرت موصوف کو تو نبوت حضور سے پہلے عطا کی

حضرت علیؑ کو انہیوں نے زندہ آسمان پر اٹھایا۔ بعد طویل دی اور قیامت سے پہلے انہیں پھر ایک بار دنیا میں پھینا چاہتے ہیں بلکہ کہاں بطور عمری پیغام رکھے گی کہ انہوں نے کو بعد میں نبی نہیں تھے تھی جو خصوصیت حامل تھی وہ تم ہو گئی اور حضرت علیؑ اسے بعد نبی بنائے گئے۔ مدد و سلطان کا ایک صدر مملکت پانچ سال بعد ریاست پر ہو کر امریکہ چلا گاتا ہے۔ پھر دوسرے صدر مملکت کے دور میں ہندوستان والیں آتیں ہے اور بوجود صدر مملکت کی ماختی میں روکر کچھ کام انجام دیتا ہے تو الچہ اس تحقیقت کا انکار ممکن نہیں کہ وہ پہلے ہندوستان کا صدر رہ چکا ہے لیکن کیا یہ بھی کہیں گے کہ اس کی آمد سے موجودہ صدر مملکت کی صدراحت پر حرف اگیا اور اس کی آمد نے یہ ثابت کر دیا کہ موجودہ صدر بعد کا صدر نہیں ہے۔

حضرت علیؑ نبی تھے یہ انسان تو اب بھی لوازمات ایمان میں سے ہے۔ پھر جب یہی عیسیٰ عالم بالا سے دنیا میں پھیجے ہائیں گے تو ان کی مسلمہ حشیثت کے پیش نظر یہی کہا جائے گا کہ عیسیٰ بھی تشریف ہے اسے مگر اس سے رسول اللہؐ کی خدمت بنتیں ہو شوہر کہاں سے نکل آتے گا اور یعنی کیسے پیدا ہو جائیں گے کہ مسلمانوں نے رسول اللہؐ کے بعد بھی عیسیٰ نبی کی بعثت مان لی ہے۔

چنانچہ تمام علماء سلف و خلف جہاں شد و مارے ختم بنتیں کے عقدے کے مدد ایساں فرار دیتے آئے ہیں وہیں یہ بھی تشریع کرتے آئے ہیں کہ نبی اس کا عقیدہ اس عقیدے کے ہرگز خلاف نہیں۔ فارق لیط صاحب یا اون کے دانشوروں کی خضوع بخشی سے تو ایسے دو عقیدوں میں اختلاف ملکم نہیں ہو سکتا جن میں عقل اور نفلکا کوئی اختلاف نہ رکھے ہو ہی نہیں۔ یہ الزام تراشنا کہ قادیانیوں کے استاد علماء اہل سنت ہی ہیں۔ انہوں نے ہی جھوٹی حدیثوں کو سنبھالے اسے لگا کر قادیانیوں کو مگر ابھی کا یہ فتح فیلم کیا ہے اتنی بڑی جسارت ہے کہ تھیں فارق لیط صاحب کے ذہنی تو اون پر شبہ ہونے لگا ہے۔ قادیانیوں کا حال یہ

جا چکی۔ اب وہ نبی بنا کر نہیں کھجھے جا رہے ہیں۔ چنانچہ احادیث میں اس کی تصریح ہے کہ حضرت علیؑ تھی جو انہی تک آسمانوں پر زندہ موجود ہیں قیامت سے ہندوستان میں آئیں گے تو نبی کی حشیثت سے نہیں آئیں گے زندہ و حی نازل ہو گی۔ زندہ کسی نئے حکم شرعی سے اگاہ ہی نہیں گے۔ چنانچہ نہ تلوہ لوگوں کو اپنے اوپر ایمان لے لے کی دعوت دیں گے نہ ان کی اکتوں الگ امت نئے کی حالت اللہ کی طرف سے کسی بھی بندے کو نبی کا عہدہ عطا کرنا لازماً یہ حشری رکھتا ہے کہ وہ خلائق کو اپنے اوپر ایمان لے لے کی دعوت دے اور جو لوگ اس پر ایمان لے آئیں ایک مستقل امت ہوں۔ حضرت علیؑ تو جس وقت اللہ نے بیوت دی تھی اس وقت انہیں نے بھی یہی فرضیہ ادا کیا تھا پھر اللہ نے اپنی قدرت سے انہیں زندہ آسمان کے اٹھالیا اور دنیا میں ان کے کار بیوت کا اختتام ہو گیا۔ اب اگر اللہ انہیں پھر سے دنیا میں بہ اس طور پھیجنے ہے کہ وہ رسول اللہ کی امت ہی کے ایک فرد کی حشیثت سے رسالت محمدؐ کے تابع رہ کر بعض کام انجام دس تو آخر اس سے حضورؐ کے خاتم النبیین ہونے میں کیا خلل پڑ گیا اور ضمون فرقی نے مکراو نیکی لازم لگا۔ احادیث میں تو یہاں تک صراحت ہے کہ حضرت علیؑ کی تشریف آوری کے وقت مسلمانوں کا جو بھی امام ہو گا وہی بدستور امیر ہے کہا۔ موصوف نماز بھی امام وقت ہی کے تھے طریقے۔ اس سے عیان ہے کہ ان کی حشیثت اس وقت اسی ایسے شخص کی نہیں ہو گی جسے حضورؐ کے بعد بیوت دی گئی ہو در نہ ہر شخص کو معلوم ہے کہ ہر بزرگ اپنے دور میں امام وقت ہوتا ہے۔ امیر بہوتا ہے۔ صدر و قادر ہوتا ہے۔

زید اپنی ماں کے پیٹ سے پہلے پیدا ہوا اور بکر بھروسیں۔ بکر چاہے پہلے مر جائے اور زید چاہے کتنے ہی دنوں زندہ رہے اس امر واقعہ میں بھی غرق واقع نہیں ہو گا کہ زید پہلے پیدا ہوا ہے۔ حضرت علیؑ پہلے نبی بناتے کئے حضورؐ بعد میں۔ یہ اللہ کی اپنی صلحت ہے کہ

سکتے ہیں کہ رسول اللہؐ کے بعد کسی بھی کی آمد کو ناممکن
ماننا رسول اللہؐ کی توہین ہے۔ ان کی شان تو اتنی طبی
ہے کہ ان کے طفیل ان کی امانت میں بھی نہ سبی پیدا ہو
سکتے ہیں۔

دوسرے یوں کہ اگر اس طرح کے واہی انہیوں کی بنا
پر کسی عقیدہ ثابتہ کو چھوڑنا عقل مندی شارکیا جائے
 تو کل ایک شخص نہایت اطہیان۔ سے کہہ سکتا ہے کہ جب آخر
ایک ایسا طبیعہ کو چھوٹی سی عمارت ہی تو ہے۔ طبیک
اسی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا بات پرستوں کو سوت پرستی
کا امداد عطا کرتا ہے۔ پھر کہا آپ اس عقیدے کو ترک
کر دیں گے کہ نمازل اذان اور بعد ازاں کی طرف منہ کر کے پڑھی
جائے۔

تمیرے یوں کہ تابخی حقائق فارق لیط حسان کے خیال
کی تائید نہیں کرتے۔ مرز اعلام احمد پہلے آدمی نہیں ہر جھوپ
سے جھوپ طادعوہ نبوت کیا ہو۔ ان پر پہلے بھی کتنے ہی مخنو
یہ دعویٰ لے کر اٹھے ہیں اور خاص و خاص دنیا سے گئے
ہیں۔ ان مخصوصوں نے صحیح موعود ہونے کا دعویٰ نہیں کیا الہذا
اس مفروضے پر اکوئی جان نہیں رہتی کہ اگر مسلمان نزوں
صحیح کا عقیدہ نہ رکھتے تو کسی کو بھی دعوہ نبوت کی جرأت
نہ ہوتی۔ ان دوسرے مخصوصوں نے صحیح موعود کی حیثیت سے
دعوہ نبوت نہیں کیا اتحاد احرار کا ایسی مطلب ہے کہ دعویٰ
کرنے والے طالع آزماؤں کو کسی بنیادی سہارے کی حاجت
ہوتی ہی نہیں۔ وہ توجہ انتہی عوام سے غاذہ اٹھا کر ایک
دعویٰ کر لگ رتے ہیں اور بہترے سادہ لوح ان کے پچھے لگ
لیتے ہیں۔

خلاف کلام یہ نکلا کہ نزوں صحیح کے عقیدے کو ختم
نبوت کے انکار جیسا قرار دینا معقولیت سے کوئی سروکار
نہیں رکھتا اور یہ مغض چرب زبانی ہے کہ یہ عقیدہ خلاف
قرآن ہے۔

ہم فارق لیط حسان سے پوچھتے ہیں کیا قرآن کی یہ آیات

ہم کہ قرآن کو جصلنے کے بعد۔ یعنی حضرت علیؓ
کے زندہ آسمان پر اٹھانے جانے اور رسول اللہؐ پر
نبوت ختم ہو جانے کے عقائد ناشر سے مخفف ہوتے کے
بعد ان تمام حدیثوں کو بھی جھٹلایا جیسیں آپ دیانت
کا سچا بھروسہ ہے ہیں۔ ان تمام حدیثوں میں صاف صاف
ہتایا گیا ہے کہ نازل ہونے والے ہی علیؓ ہوں۔ گے جو حضرت
مریمؓ کے طبق سیفیر را پے پیدا ہوتے تھے اور ابھی تک
انھیں وہ موت نہیں آئی جو ہر فرد بشر کی قسمت ہے۔
لیکن قادیانی حضرات کہتے ہیں کہ وہ علیؓ تو انتقال تک
چکے ارب جو علیؓ آئیں گے وہ دراصل صفات میں علیؓ
کے مشابہ ہوں گے مذکہ عین علیؓ ابن مریمؓ اور آئیں گے
کہاں وہ تو ابھی گئے مرز اعلام احمد قادیانی اسی نبوت
کا تردی عویٰ سے کراٹھے تھے اور قادیانی حضرات انھیں
مشیل مسیح اور صحیح موعود مانتے ہیں۔ فرمایا جائے کہ کیا
پھر بھی اس طرح کے طنز و طعن درست ہو سکتے ہیں کہ
قادیانیوں کے استاد علمائے اہل سنت ہیں اور یہ دونوں
ایک ہی تھیلی کے چڑھتے ہیں۔

شاید فارق لیط حسان کا خیال یہ ہے کہ علمائے اہل
سنۃ نزوں صحیح کی حدیثوں کو رد کر دیتے تو غلام احمد کو
دعوہ نبوت کا موقع نہ ملتا۔ مگر ہم اس خیال کو بھی کانا اور
مضحك خیز کہیں گے۔ اول تو یوں کہ جیسا ہم عرض کر رہے
ہیں یہ حدیثیں قادیانیت کی تکذیب کرتی ہیں نہ کہ تردید۔
ان میں آئی ہوئی کوئی بھی تفصیل مرز اعلام احمد کی ذات
شریف سے مشابہت نہیں رکھتی۔ ان میں کسی ایسے بندے
کی پیدائش کا ذکر نہیں آیا جسے رسول اللہؐ کے بعد نبوت
عطائی گیا ہو مگر مرز احمد مریمؓ کے طبق میں کسی اور
ہاں کے پڑت اور باتے کے لفظ سے پیدا ہوئے۔ اسکا وجہ
نبوت المار نامہ یعنی رکھتا ہے کہ یہ نبوت حضور کے بعد انہیں
عطایا ہوئی ہے۔ اسی کا نام ہے ختم نبوت سے انکار جانچ
قادیانی حضرات طرح طرح کی ظاہر فریب اور مغالطہ لگانے
تا ویلات سے سادہ لوح مسلمانوں کو یہ سمجھانے کی کوشش

جائیں گے اور یہاں ان کی طبعی موت واقع ہوگی اسی موت سے پہلے ان کے دو رکھرہاں کتاب حقیقتِ حیان لے گا اور یہاں لے آتے گا کہ بے شک سچ مفہوم و مصلوب نہیں ہوتے تھے بلکہ اب تک زندہ تھے۔

اگلے تجھے مفسرین میں دونوں ہی مفہوموں کو ممکن قرار دیا گیا ہے اور کسی نے پہلے مفہوم کو ترجیح دی تو کسی دوسرے کو میثلاً سلفت میں حافظ ابن کثیر و مفسوم کو البروج اور بہتر قرار دیتے ہیں۔ عربی تفاسیر تک پہنچا اگر ہمارے انشوروں کے لئے دشوار ہو تو ہم اب دو تفاسیر کی طرف ان کی رہنمائی کئے دیتے ہیں۔ اردو کے مفسرین میں شاہ عبدالقدوس کو درج کئے دیتے ہیں۔ پوری دنیا کے اسلام میں ان کی عظمت و رفعت کو تسلیم کیا گیا ہے۔ ان کا ترجیح اور تفسیر یوں ہے۔

”اور جتنے فرقے ہیں کتاب والوں کے حضرت علیسی علیہ السلام پر ایمان لا ایں گے ان کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن ہو گا ان کا بانے والا فائدہ۔“ یعنی حضرت علیسی علیہ السلام ابھی زندہ ہیں چ تھے آسمان پر۔ جب یہودیوں میں جال پیدا ہو گا تاب اس جہاں میں آن کر اسے اسی کے اور یہود و نصاری سب ان پر ایمان لا دیں گے کمرے نہ تھے زندہ تھے۔“

مولانا محمود الحسن شیخ الہند یہ ترجیح فرماتے ہیں:-
”اور جتنے فرقے ہیں ہل کتاب کے سو علیسی پر یقین لا ایں گے اس کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن ہو گا ان پر گواہ۔“

علام شیخ احمد عثمانی آپ تفسیری حاشیے میں اسی مفہوم کو اختیار فرماتے ہیں۔ سجان الہند مولانا احمد سعید نے بھی آپ تفسیر کشف الرحمن میں اسی مفہوم کو اختیار کیا ہے اور مولانا مودودی نے بھی فہیم القرآن میں اسی کو مقام رکھا ہے۔

اس آیت کی تفہیم نزول سچ کے عقیدے کی تصدیق فرمائیں جن صحابہ اور تابعین نے کی ہے ان کے نام یہیں

ان کی نظر سے نہیں گزریں۔ حکل من عینِ حافان اور حکل نفسِ ذاتِ الموت (زمیں کی ہر ہیز فانی ہے اور ہر ذمی حیات کو موت کا مراحل چھٹا ہے) اگر قرآن صحابہ تو دوسرے ہر انسان کی طرح حضرت علیسی ابن حمیمؑ کو بھی لا زما موت کا ذاتِ الموت کا ذاتِ چھٹا ہے۔ ابھی تک اپنی موت نہیں آئی۔ آپ بھی مانتے ہیں کہ قرآنی اشارات کے مطابق وہ زندہ مع جسم آسان بر اٹھائے گئے۔ پھر آگر وہ قیامت سے پہلے دنیا میں آئے اسی موت سے ہمکار نہ ہوں جس سے ہمکار ہونے کا اعلیٰ فیصلہ مشدیت اہمیت ہے اگر ہر ذمی روح کے لئے مقدمہ رکردار ہے تو بتائے قرآن کی صحائی پر حروف آئے گا یا نہیں؟ وہ سب سے بڑے انسان جھیں آپ بھی محمدؐ کے نام سے جانتے ہیں وہ تک تو ذاتِ الموت چکھنے سے بچے نہیں پھر حضرت علیسی کیسے سچ جاتیں گے۔ مذکورہ آیات تفت اضا کرتی ہیں کہ حضرت علیسی کو جوز ندگی دنیا میں ملی تھی وہ ایک دن دنیا ہی میں موت پر ختم ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے اگر اپنی الشدقعائی آسمان سے زمیں پر نہیجے۔

مزید ایک مقام قرآنی ملا حظیرہ راتیے۔ سورہ نسار کی آیت ۷۵، اور ۸۵ میں الشدقعائی بیان فرماتا ہے کہ ہبہ حضرت علیسی کو نہ قتل کر سکے نہ سویں پر چڑھا سکے بلکہ ۱۵۹ میں اللہ نے اپنی طرف اٹھایا۔ اس کے بعد دین آیت میں فرماتا ہے:-

وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا يُؤْمِنُ بِنَبْغَنَ بِهِ قَبْلَ
وَمُوتَهَا وَأَيُّهُمْ أَقْيَمَ مَمْتَنَى يَلْوَنَ خَلِيلَهُمْ شَهِيدًا -

اس آیت کے درج طلب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ الشدقعائی غیبی اطلاع دے رہا ہے کہ ہر ایک کتاب اپنی موت سے پہلے ازاں حضرت علیسی پر ایمان لے آتے ہوں اور حضرت علیسی قیامت کے دن ان کے حال احوال کی گواہی دیں گے۔

دوسری یہ کہ ہر ایک کتاب حضرت علیسی کی موت سے پہلے ان پر ایمان لے آتے گا۔ دوسرے طلب کا عملن اسی عقیدہ نزول سچ سے ہے یعنی جب حضرت علیسی زمیں پر نہیجے

حضرت ابن عباس۔ حضرت محمد بن علی۔ حضرت جسون بصری
حضرت تقادہ۔ حضرت ابن زید۔ حضرت ابوالمالک جعفر اللہ
علیہم السلام۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ فارق لیط حسب۔ اور ان کے دلشور
اسی ترجمہ و تفسیر صیحہ صحیح اور اول الذکر ترجمہ و
تفسیر کو غلط۔ انہیں حق ہے کہ بعض اور مفسرین کی پیروی
میں اول الذکر کو ترجیح دیں لیکن اس دعوے کا حق انہیں
نہیں ہے کہ یہ ترجمہ و تفسیر خلاف قرآن ہے۔ ایسا دعوے
یعنی رکھتا ہے کہ ابن کثیر شاہ عبد القادر، حضرت شیخ اہنڈ
اور علم شیبیر احمد رختانیؒ جیسے شہرہ آفاق مفسرین اور
اساتذہ فہم قرآن سے اس قدر کو رے تھے کہ انہیں یہ تک
شعور نہیں ہوا کہ ہم جو مفہوم بیان کر رہے ہیں وہ خلاف
قرآن ہے۔

بڑے سے بڑے مفسر سہ و خطاط شکار ہو سکتا ہے انیار
کے سو اکوئی معصوم نہیں مگر خطاؤں کی بھی قسمیں ہیں۔ جو
خطایہ ثابت کرتی ہو کہ مفسر عقائد اسلامیہ اور مفہماں
قرآن سے بالکل تابد ہے ایسی خطایہ کا انتساب کسی بڑے
اوہ مسلم مفسر کی طرف کسی معموقوں آدمی کے نزدیک وہ اہمیں
ہو سکتا۔ خصوصاً جب ایک مفہوم کو بعض صحابہ اور بعض کابر
تابعین نے بھی اختیار کیا ہو تو یہ کہہ دینا کیسے ممکن ہے کہ
اس مفہوم کی کوئی تجارتی ہی آیت میں نہیں ہے اور اس
مفہوم کو اختیار کرنے والے ختم نبوت کے متکر میں الیاذہ
زیادہ سے زیادہ جو کچھ کہا جاسکتا ہے وہ یہ کہا جاسکتا
ہے کہ اس آیت سے نہیں مسیح کا عقیدہ ثابت نہیں ہوتا
کیونکہ اس میں ایک اور مفہوم کی تجارتی مفہوم ہے مگر یہ
نہیں کہا جاسکتا کہ قرآن اس عقیدے کی تردید کر رہا ہے
کیونکہ احتمال بہرحال اس مفہوم کا بھی موجود ہے جس سے
نہیں مسیح کی تصدیق ہوتی ہے۔ تمام دنیا میں یہ اسلام
بھی ہتھی ہے کہ اگر ایک قول دماغوں کا متعلق ہو تو بغیر کسی قوی
دلیل کے اس کے ایک ہی معنی کو قطعی قرار نہیں یا جاسکتا
نہ کسی معنی کو خارج از امکان قرار دے سکتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں

کہ ہمارے لئے تو شافی الذکر معنی کو ترجیح دینے کی بدلیں بھی
موجود ہے کہ شتر سے زیادہ حدیث اس کے حق میں جو
رہی ہیں مگر کسی اور کے پاس یہ کہنے کی آخر کیا دلیل
کہ یہ معنی لا زما غلط ہیں اور اول الذکر معنی کو قطعی تصحیح نہیں
چاہئے۔

قرآن میں ایسی بہت سی نظریں ہیں کہ آیت اپنے مفہوم
و مدلول میں صریح نہیں۔ اس کے ایک سے زیادہ مفہوم ہے
سکتے ہیں۔ پھر حدیث رسولؐ کے ذریعہ اس کا مفہوم و مدلول
معین کیا گیا۔ آخر رسول اللہؐ سے بڑھ کر قرآنی مطالب
سچھنے والا کون ہو گا کہ ان کی تفسیر موجود ہوتے ہوئے کسی اور
طرف جایا جائے۔ وہ بار بار صریح و بین الفاظ میں فسیلہ
کھا کھا کر تباہ ہے ہیں کہ قیامت سے پہلے عدیم دنیا میں تین
گے اور ان کی عمر طویل کا اختتام اسی دنیا میں ہو گا تو ہر کو
مانع ہے اس بات میں کہ آیت مذکور میں قبل موقوفہ قائمی
ضمیر حضرت عدیمی کی طرف پھیری جائے جب کہ سابق میں ال
ہی کا ذکر چل رہا ہے اور آج گے بھی ان ہی کا ذکر ہے۔

دلشوروں کا ایک معارضہ یہ ہے:-

”قرآن کریم کی آیات سے ثابت ہو اکہ حضرت علیؓ
ملیہ الاسلام کی دعوت ہاڑ لئے نہ ہی۔ صرف نبی اہریں
کے نے ہی وہ ہمارے رسول ہیں مگر ان کی پڑیت
اویجم ہمارے لئے نہ ہی پھر معلوم یہ کیوں سمجھ لیا
گیا کہ ایک اسرائیلی نبی حضور علیؓ تابصلی اللہ علیہ
کے بعد اسلام کا سارا کاردار بارہ بھائیں کے اور
امرت محدثیہ کا کوئی فرد اتنا بھی نہیں کہ میکتا کہ
حضرت علیؓ کی جگہ وہ کام انجام دے جس سے
حضور کی شان بڑھے اور ایک سر ایسی نبی
آخر الزمان پر فقیت نہ لے جائے۔“

اے دوستو! جب آپ یہ طے ہی کر لیا ہے کہ بلا تحقیق
باتیں کئے جیلے جائیں گے تو آپ کو پتا ہیں کہے چلے کہ علماء
اہل سنت نے کس عقیدے کو کتوں دل میں بندگ دے لی ہے۔

یہاں کر کر کے دی۔ امت کے تمام طبقے بڑے اساتذہ اور اقیاء اور مجتہدین و محدثین اس خبر پر آمناً و صدقہ قنائیتے چلے آ رہے ہیں۔ حکی نفس ذاتیۃ الموت کی آیت تقاضا کر رہی ہے کہ حضرت علیہ السلام سے دنیا میں اُتریں اور طبعی موت کا مرزاچھیں۔ اس سبک با وجود الگ سمجھ لوگ سروں پر کلاہ دالشوری سمجھا کر یتھج پکار کرتے ہیں کہ تزویں صحیح کاعقیدہ علاف قرآن ہے۔ من گھڑت ہے۔ کافرانہ ہے تو اس کے سو اکیاں بھاجا سئتا ہے کہ ان حضرت نے ایمان بالغیت سے درست برداری دیدی ہے اور امت کے تمام اساطین و اکابر کے مقابلے میں یہ اپنی عقل شریف کو قاضی و امام تصویر کرتے ہیں۔ ان حضرات کو قرآن بھی ہدایت نہیں دے سکتا بلکہ اللہ نے خود ہی اعلان فرمادیا ہے کہ قرآن صرف ایمان بالغیت کے قائمین کو ہدایت دیتا ہے نہ کہ اس سے بھاگنے والوں کو۔

رہ حضور کی شان طریفۃ اور گھنٹہ کا مسئلہ تو اول تو مسلمات میں سے ہے کہ حضور کو دوسرے انبیاء پر فضیلت بر حیثیت جھوٹی ہے۔ پہتھری خصوصیات ایسی ہیں جو دوسرے انبیاء کو ملیں مگر حضور کو نہیں ملیں۔ مثلًا حضرت علیؑ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ بغیر باپ کے پیدا ہو۔ اور اللہ نے ان کی شان دو مرتبہ پر کہکشان رکھا ہی کہ آلقی احصنت فرج جھا فتحنا فیحاما من شَوْهِنَا۔ سورہ انبیاء، آیت ۹۱۔ سورہ تحریم آیت ۱۲۔

”یعنی علیؑ کی ماں مریم بنت عمران وہ پاکباز عورت ہے جس نے اپنی شرم گاہ کو حفاظت کر رکھا اور ہم نے پھونک دی اس میں اپنی طرف سے ایک جان۔“

اسی سیاق میں یہ بھی فرمایا گیا۔
وَجَعْلَنَّهَا وَأَبْنَهَا أَيْتَ يَهُ لِلْعَذَمِينَ۔
”اور کیا ہم نے مریم اور اس کے بیٹے کو جہاں والوں کے لئے نشانی۔“

الماء بھی جانتے اور مانتے ہیں کہ حضرت علیؑ کی دعوت بھی اہریں کی لئے تھی ہمارے لئے تھی مگر وہ کب یہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نازل ہو کر اسلام کا سارا کاروبار سنھالیں گے اور ان کی دعوت کا رخ ہماری طرف ٹھانے گا۔ ہم دھکلہ کچے کہ عادیت اکی رو سے حضرت علیؑ کی یہ آیت حیثیت بنی نہیں ہوگی۔ دنہو کہ مسلمانوں کو اپنے پر ایمان لانے کی دعوت دیتے۔ مودہ صبا و حجی ہوں گے۔ نہ کوئی امت بر پا کر سکے۔ حنکہ مانزوں کی امامت بھی وہی مسلمان کرنے رہیں گے جو پہلے سے نہیں آ رہے ہیں۔ سیاسی و اجتماعی دامنوں میں بھی امانت پیادت کے ناس اصحاب ان ہی مسلمانوں کو حاصل رہیں گے جیسے بھل پہلے سے حاصل ہیں۔ حضرت علیؑ کی حیثیت اس شخص کی سی ہو گئی نو دین محمدی کا پیر وادر قبادت محدثی کا تابع رکرو کرو کارہ حضرت انجام دے گا جو اللہ نے اس کے لئے مقدر کیا ہے بھی عقیدہ اہل سنت کی تفصیل ہے۔ انہوں نے جو تھیں کھا ہے اس کے لئے مقدمہ رکھا ہے کہ اللہ کی صلحت تکوئی نے قیامت میں قبل حضرت علیؑ کو دنیا میں پھیلا ہوا اور ان سے کچھ خدمت لینا مقدمہ رکھا ہے اور یہ اس لئے سمجھا ہے کہ اللہ کا سچارہ رسول اسکی بحدسے رہا ہے۔ کیا فارطہ قلیط حصا۔ کو قرآن کی یہ آیت یاد ہمیں کہ ۳۰۵ لِلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يَوْمَنُونَ بِالْغَيْرِ دِيَر رآن انہا سے ڈرنے والوں کے لئے مریضتمہ ہے ایت ہے وغیرہ پر ایمان لاتے ہیں۔ متقبل میں نزول علیؑ کا مسئلہ یا اضافی میں ز، ۴۰۸ھ کا مسئلہ جانے کا مسئلہ ظاہر ہے کہ غیر کے سائل میں شامل ہے۔ اللہ کا آخری رسول جس افریقی کی خبر سے اس پر ایمان لانا تو مسلمانوں کے یہاں اختلاف مسئلہ ہے کہ کون ہے ای فہم۔ اختلاف صرف اس بات ہے کہ کون ہے مریضی کی خبر واقعۃ اللہ کے رسول نے دی تھی اور واقعۃ اسی تھی۔ تو اس کا فیصلہ آخر اس کے رسول طرح کیا جا سکتا ہے کہ روایات کو عقل و فضل کے قواعد کی کسوٹی پر پرکھا جائے۔ روایات کا عالی ایس دیکھ چکے۔ ۴۰۸ھ ایضاً اور سیکڑوں تسبیر راویوں کا ہجوم کیا ہی دیے رہا ہے کہ اللہ کے رسول نے نزول علیؑ کی خبر دی۔ قسمیں کھاکھال رکھی۔ جزئیات

بہار ہی ہے۔ ورنہ اسرائیلی بنی کا شریعت نجمری کے تابع رکھ دیوں انجام دینا صریح اذت محمدی کی افضلی اور فوقيت کا مظہر ہے۔ ہر عقل والا بلا تکلف کہدے گا کسی سابق گورنر کا موجودہ گورنر کی ماتحتی میں کام کرنے کا موقوٰ گورنر کے بڑے پن کو ظاہر کرتا ہے تو کہ سابق گورنر کی فوقيت کو۔

فارق لیطھا احمد مزید فرماتے ہیں:-

حضرت علیؐ اپنی دو بارہ آمد کے بعد جو سب سے طراکار نامہ انجام دیں گے وہ جیلیوں کا لظر ناوار خنزیروں کا قتل کرنے پر جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ یہ سائیت کو باطل کریں گے۔ کیا یہ کام خالق الرسل کے غلاموں سے انجام نہیں دیا جاسکتا کہ ایک حقیقی بنی کو ختم نبوت توڑنے کیلئے دارہ پلا جائے؟ ہم پوچھتے ہیں کہ اللہ نے روحیں قبض کرنے کیلئے ذرشوں کو کیوں متین کیا جب کہ اس کی شان یہ ہے کہ جب جس کام کا ارادہ کرے وہ آپ سے آپ ہو جائے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ یہ وقت اور قدر انبیاء مدد کرتے رہنے کی کیا ضرورت تھی جبکہ بآسانی ایک ہی شخص کو عمروی دے کر اب اسے عالم سے انتہائے عالم تک کے لئے بنی بنا یا جاسکتا تھا۔ نیز کیوں اللہ نے اسے برسے بنی دوں کو یہ طاقت دی کہ انبیاء کو کایاں دین قتش کریں۔ ایذاً یہی بیجا یہی حکم سے طے رہوں مصلی اللہ علیہ وسلم پر ادھر بیان ڈالیں۔ زخمی کریں۔ جاؤ کوڑو خٹپتی کہیں۔

ستارے اللہ نے آسمان دنیا کی زینت کیلئے بنائے۔ یہ قرآنی بیان ہے۔ ہم پوچھتے ہیں زینت کے لئے تو دہی ستارے کافی تھے جو انسان ہر کی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے پھر اربوں کھربوں لیسے ستارے کیوں بنائے ہو ظاہری نہیں آئے اور سائنس داں اعلیٰ ترین دو رہیوں، کے ذریعہ پر مشکل ان میں سے کچھ کا مشاہدہ کر سکے ہیں۔

الگر اس طرح سوالات کا سلسلہ دراز کیا جاتا تو انکھوں

حضرت سليمان عليه السلام کو ہوا اور پانی پر حکومت دی گئی۔ جیوانات کی زبان کا شعور عطا کیا گیا۔ یہ حصوصیات حضور کے لئے ثابت نہیں۔ اسی طرح بے شمار جزئیات ہیں جن میں بعض انبیاء منفرد اور یکتار ہیں۔ الگران جزئیات سے حضور کے جمیع فضل و شرف برتوں کی حرف نہیں آتیا اور شان نہیں ہٹلتی تو آخر حضرت علیؐ کے مزول سے یا ان کے کسی کا برخدمت سے حضور کی شان میں کیا طہر لگ جائے گا۔

حضرت سليمان استعمال کیجئے تو نزولِ حق کا مددیشی عقیدہ حضور کی عظمت کو مزید تکھاتا اور اچاکر کرتا ہے۔ کیا یہ حضور کے فضل و مرتبت کی انتہا نہیں ہے، کہ حضرت علیؐ جیسا جدیل القدر بنی جو اپنے زمانے میں امام و قائد اور امیر محل تھا حضور کی رسالت کے بعد دنیا میں آئے اور شریعت حمری کا خادم بن کر کام کرے۔ یہم دشیں ایسا ہی ہے جیسے کوئی بہت طراکار شاہ ہو پھر اس کی جگہ دوسرا اس سے بھی طراکار شاہ آجائے اور یہ پہلا بادشاہ اس دوسرے بادشاہ کا تابع اور ما تحت بن کر خدمات انجام دے۔ ظاہر ہے کہ اس سے دوسرے بادشاہ کے کمال حفظت کا ثبوت ملے گا۔ جو لوگ یہ حضور کرتے ہیں کہ اس سے دوسرے بادشاہ کی غلطیت پر حرف آتی ہے وہ خدا جانے کو شکی دنیا کے دانشوروں ہیں۔

لکھا جارحانہ ہے یہ فقرہ کہ ”اور ایک اسرائیلی بنی نبی آخر الزماں پر فوقيت نہ لے جائے“

لے دانشورو! اول تو کسی بنے کو زیب نہیں دیتا کہ اللہ نے اپنے جس بندے کے لئے جو بھی امتباز مقدار کر دیا ہے اس پر زبان اعتراض دراز کرے۔ اگر بعض انبیاء کو کچھ منفرد حصوصیات عطا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انھیں بنی آخر الزماں پر فوقيت دیدی گئی تو یہ کام بہر حال اللہ کا ہے۔ وہ جسے جو حل ہے دے۔

دوسرے یہاں آخر فقرت علیؐ کا سوال ہی کہ اس کی اکھیں پیدا ہو رہا ہے۔ یہ تو اپ لوگوں کی دانشوروی اُلطی گنجما

بغیر وہ کام ہو ہیں نہیں سکتا تھا جسے وہ انجام دیں گے۔ ایسے دلائل تو وہاں بھی فسر اہم نہیں کئے جا سکتے جہاں کسی بچے کے صلائی اور حراثی ہونے کی بحث کھڑی ہو۔ ایک غیر شادی شدہ عورت بچے کو جنم دیتی ہے۔ لوگ کہتے ہیں یہ پچھرے حراثی ہے۔ آپ کہتے ہیں حراثی کیسے نہیں۔ آخر اسی دنیا میں ایک عورت مریم بنت عمران نے بغیر عمل جنپی کے علیمی نامی بچے کو جنم دیا تھا پھر کیا ضروری ہے کہ ایسے ہی والمعه کا خلیفہ رہنا ہے۔ پہلی بات کہ وکد بچے کی پیدائش کے نتیجے عمل جنپی الگز ہیرے ہے یا تم سے کم یہ ضروری ہے کہ مرد کا نفع کسی نسخی طرح عورت کے رحم میں پہنچے تب ہم اسے حراثی مانیں گے۔

تو ظاہر ہے کہ دنیا میں کوئی شخص سوائے ڈنٹے کے اس علم کلام کا جواب نہیں لاسکتا۔ ہمیں اعتراف ہے کہ یہودیت و نصرانیت کی کامل شکست، نصرت یہ کہ امیر محمد میں کے کسی فرد کے ہاتھوں ممکن نہیں بلکہ خدا چاہتا تو خارش زدہ کتوں سے بھی یہ کام نے سکتا تھا۔ آخر اس نے اصحاب نبی کو پرنپول کے ہاتھوں چلنی کرایا ہی تھا مگر اسے ہم کیا کریں کہ خدا نے اس کام کو انجام دینے کا طریقہ یہم سے یا آپ سے مشورہ لے کر طے نہیں کیا بلکہ آپ سے آپ سے کردا اور رسول اللہ بروجی کو ردی کہ امیرت کو اس سے مطلع کر دو۔ جنپر نے مطلع کر دیا۔ آپ کہتے ہیں ہم نہیں مانیں گے۔ ہم کہتے ہیں نہ مانئے ہم جبراً منو ایجھی نہیں سکتے۔ اپنا حساب آپ کو دینا ہے۔ آپ قرآن کو بھی نہ مانیں تو ہم آپ کا پچھہ نہیں بخاطر سکتے ہیں۔ البتہ ہم تو حضور کی ہربات پر آمنا و صدر قضا ضرور کہیں گے چالہے اس کا مفاد ہماری بھی میں آئے یا نہ آئے۔ قرآن نے ہمیں اسی کی پرواہت کی ہے اور آپ کے لئے بھی ہماری دعا ہے کہ کلام نبوت کو ہمکر انکی محیت سے اللہ اکابر کو بچائے۔ آمین ثم آمین۔

ویسے اسباب علل کی سطح پر خود کیجئے تو اس نتیجے پر بچنا بھی کچھ مشکل نہیں ہے کہ قدرت کو قیامت سے قبل جو عظیم القلب حال مطلوب ہے اس کے لئے عام اسباب مدل کی منطق میں کوئی بنیاد

والات مکمل آئیں گے جن کا کوئی حقیقی اور قطعی جواب انسان دسترس سے باہر ہے۔ اللہ نے عالم کو چھرہ دیں پس ایک الائکہ اس کا صرف ایک حکم ہے شے کو آن لی آن ہیں پس ایک ریکٹا ہے۔ سات آسمان بنائے حالانکہ اس کی قدرت اہمی تو ایک بھی آسمان کے بغیر نظام عالم برپا ہو سکتا۔ قیامت کے عہد میں یا ان قدرت آنی کے مطابق شمش قمر پا ہو جائیں گے حالانکہ خدا کی قدرت اس کے بغیر بھی بامدت برپا کرنے سے عاجز نہیں۔

تو یہ تختہ نبرگ اکوئی سادگی کا مام اللہ ہے جا ہے غلام ابن علام بھی اسجاں دے سکتا ہے لیکن یا مامت سے مل یہودیت و نصرانیت کی شکست کا ملمہ کا سہرا اگر اللہ پنچ بندے علیمی ابن مریم کے سر بارہ دھنچا ہتا ہے تو اس نہیں اور آپ کیا کر سکتے ہیں۔

امورِ مصلحت خویش خسروں داند
عام آدمی جب دنیا کے چھوٹے چھوٹے بادشاہوں
بھی تمام صلاح کا دراک نہیں کر سکتا تو یہ رطاب البر کوئی
یوانہ سی کر سکتا ہے کہ کائنات کے اہل شہنشاہ کے ہر ہر
صلیلہ تکوئی کی مصلحت اسے دو اور دو چار کی طرح تھجھا دی
اے۔ ایمان بالغیت نے تصدیق قلبی کا خواہ ہماری
ہوئیں کسی امر علیجی کی مصلحت اور کہنا اور حقیقت کے یاد
کے ہیں کہ اصحاب کہف سالہا سال تک کس طرح سوتے
ہے اور ان کا گھانانیکیوں باسی نہ ہوا۔ کیا ہمیں معلوم
و حکایت ہے کہ حضرت مریم کے رحم میں کسی انسانی تنفس کے بغیر
بسی تکہاں سے تخلیق پائی جائے۔ کیا ہم نے بھی لیا ہے کہ خلاں
ہولناک سعیوں اور کائنات کی ہمیب پہنائیوں کی تخلیق
فائدہ کیا ہے؟

اگر لائق راد منظار ہر قدرت کی لمب اور حکمت کا احاطہ
ماری دسترس گے باہر ہے تو آخر نزولِ سیح کو مانئے کے لئے یہ
شرط کیوں کہ اس کا ناگزیر ہونا ثابت کرو۔ یہ رطاب کیس
کے کہ ایسے دلائل لا وجہ جس سے ثابت ہو کہ سیح کو تازل کئے

اور بے مثال و قو در ہے۔ اسلام کے ہر قرون میں مجددین، مصلحین، داعظین اور ماہرین سماست نایاب نہیں رہتے ہیں۔ دعوتِ اسلام کا سلسلہ کسی نہ کسی طرح پر برآ بر جاری ہے۔ داعیان حق نے قربانیوں میں بھی دریغ نہیں کیا ہے۔ اسلام کو غالباً کرنے کی مساعی بن نہیں ہوتی ہیں۔ اسکے باوجود تاخیج و تجوہ ہیں آپ کے سامنے ہیں۔ پھر آخر یہ کیسے نیشاں کر لیا کہ یہودیت و نصرانیت کی عالمگیر تحریث اسی نوع کی مستشوون سے ہو جائے گی جس نوع کی کوششیں جزیرہُ العرب کے علاوہ کسی اپک ملک میں بھی تمام یہود و نصاریٰ کے قبیل ایمان پر منحصر ہیں ہوئیں۔ کوئی مان کالاں مسلمانوں میں ایسا پیدا نہ ہو سکا جو دنیا کے پاشخ فی صد اہل کتاب کو بھی بندیٰ عقائد پر مائل کر دے تب کوئی منطق ہے جبکی رو سے آپ اہل کتاب کی عالمگیر دنی تدبیٰ اور مکمل تغیر احوال کو خاتم المرسلین کے غلام کے لئے بائیں ہاتھ کا ھیں سمجھ رہے ہیں؟ خاتم المرسلین پر ہمارے مان باپ قربان! ان کی دعوت حق نے پے شک دنیا کو ایک تاریخی ہودیا۔ اسلام کا ڈنکانج گیا۔ اخلاقی قدروں کے چمن کھلے اور ان کی امت میں بڑے طرے صالحین اور ماہرین اور جنگ آزا سورا پیدا ہوتے۔ مگر یہ سنت اللہ اپنی جگہ اہل رہی کے ساتھی رہتی رہے بلکہ موقع پا کر مسلمانوں کی بساط اقتدار پرست دے۔ ان پر سلط ہو جائے۔ اپنیں دریوڑہ گرناۓ یہ سنت اللہ اس وقت تک قائم رہتی ہے جب تک وہ وقت نہ آجائے جس کے پارے میں اللہ نے فیصلہ کر دکھا ہے کہ نظامِ عالم در ہم برم کر دے گا۔ اور مخلوقوں کو دارالعلیٰ سے نکال کر میدانِ حشر میں لے جائے گا۔ یہ وہ وقت ہو گا جس کے غرض سے انسان دیکھ سکے کا کہ اب دنیا کا انجام فریب آگیا۔ اب سنت اللہ نے لباس پالے گی اور دشمار عجائب و نوادرات ظہور پاتیں گے۔ اب مادی ابباب کی لئے بندیٰ منطق اعجاز قدر تک نئے زادیوں اور نئی نیکتوں سے متعارف ہو گی۔ اسی وقت کے لئے اللہ نے

نہیں ہمدا غیب ہی سے کوئی بھی نکنک ظاہر ہوئی جائیے جس کے بطن سے یہ حیرت ناک اور ہمہ گیر انقلابِ جنم لے سکے۔ امّتِ حجرا یہ نے اس دنیا میں طبی سے طبی جو فتوحاتِ حامل کی ہیں وہ بھی اس طلبہ انقلاب کے سامنے کوئا نہ فامت ہیں۔ بھی ایسا نہیں ہو اک پوری دنیا پر اسلام چھاگیا ہو۔ جہاں جہاں چھایا ہے وہاں بھی اس طرح ہیں چھایا کے سارے۔ ہم یہود و نصاریٰ ایمان سے آئے ہیں۔ اور اس تو اسلام کی بساجا اقتدارِ الٹ ہی جکی ہے اور اسی دنیہ کی ساری پہنچ پر یہود و نصاریٰ قہاری وجہاری کا تحنت چھا ہوا ہے۔ مادی قوت اور وسائل کا لئنا زبردست انسا سہے چون کے پاس جمع ہے۔ صنعت و حرفت ان کی لوٹنے کی ہے اور سیاستِ دنلک گیری ان کی باج گزار۔ سائنس اپنیں ہر شے دن اقتدار و سلط کے منت نئے حرے بے اور آلاتِ دینی جا رہی ہے۔ دس کروڑ عربوں کے عین قلب میں ایک یہودی برپا رہے ہیں مگر کوئی جاتی ہے وہ لاکھوں خاندانوں سے نکال دیتے جاتے ہیں پھر تلوار کے نور سے عربوں کی مزید اپنیں تھیں میں لی جاتی ہیں عرب لوں سے منع بدل کی طرح ترپ رہے ہیں مگر اپنی میتینیں والپس نہ لے سکے۔ وہ جب ہو ہیں کہ ہمیشور اور آلاتِ حمل کرنے کے لئے انہی دروں پر صدالگائیں جن مکملیوں نے ان کے سینے میں پھرا لکھوپا ہے۔

کہا آج کی دنیا میں اسبابِ سلط پر تصور بھی کسی کے دماغ میں آسکتا ہے کہ متنقل میں ایک دن ایسا آئے چاحبِ تمام یہود و نصاریٰ عرشِ اقتدار سے گزر فرشِ مسکن پر لوث رہے ہوں گے۔ جب وہ کسی ساری مادی و قومی ٹھنڈے طیک دینی اور کفر کو ہمیں نیا نہ ملے گی۔ ایسے حیرت ناک، بعض از قیاس اور ہمہ گیر انقلاب سسلہ میں فارطیط صاحب کا بڑے اطمینان لیسے الفاظ لکھنا چیسے یہ ایک معنوی سا کام ہو جسے کوئی بھی مسلمان بدآسانی انجام دے سکتا ہو سمجھ طرح کی دنشوری ہے۔ افکوں نے شاید سوچا ہی نہیں کہ یہ نصرا نیت کی مکمل شکست کس قدر غیر معمولی، ناقابل قیاس

نزوں میں تسبیح کی احادیث کو من گھڑت قرار دینے کے لئے بطور استدلال جوچھہ دا شور ان کرام نے فرمایا ہے اسے بھی ایک نظر دیکھ لیجئے۔

علمی و فنی استدلال ان کے پاس کوئی نہیں۔ البته کچھہ اور امام ہیں جن کا ازالۃ تھوڑے سے غور و فکر سے ہو سکتا ہے۔ ہم خود و فکر کی راہ ہمارا کرتے ہیں آگے داشوروں کو اختیار ہے۔

انھوں نے فرمایا:-

”تسبیح کی دوبارہ آندر کا عقیدہ عیسائیوں کے یہاں مسلم ہے وہ کہتے ہیں کہ ”خداوند یوں تسبیح“ دوبارہ دنیا میں آ کر نکلوں اور پڑوں کا فصلہ کروں گے ابتداء اسلام میں عیسائیوں نے اسلام کی خلاف سازشیں کیں اور انھوں نے جھوٹی حدیثیں گھر کر محدثین کو دھوکا دیا تاکہ اسلام کی شان ٹھے اور عیسائی مذہب اور ان کے خداوند کی شان ٹھرھے ایسی گھڑی ہوتی حدیثوں کو محدثین نے ”امتنیات“ کا نام دیا اور جو حدیثیں زیادہ چھان میں سے رہ گئیں ان سے محدثین دھوکے میں پڑ گئے۔“

اس ارشاد میں بعض سچائیوں کو فاسد اور خام خیالات سے اس طرح جوڑ دیا گیا ہے کہ ساری ہی بات غلط ہو کر رہ گئی ہے۔

کوئی عقیدہ الگ عیسائیوں اور مسلمانوں میں مشترک ہے تو اس کا لازمی مطلب یہ نہیں کہ وہ فی الحقيقة غلط ہے اور عیسائیوں کے فریب میں آگر مسلمانوں نے اسے اپنایا ہے۔ خود قرآن نے اہل کتاب کو مخاطب کر کے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تَعَالَوْا إِلَیٰ اَكْلِمَتَهُ سَوَالٍ عَبِینَا وَبَدِینَکُمْ (ان ہاتھ کی طرف آؤ جوہر ہائے) اور تھمارے درمیان مشترک ہیں آخر انجیل و قوریت آسمانی ہی صحائف توہین۔ ان میں یہی ہی تحریف کر دیا گئی ہو گکریہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ مصل کا کوئی بھی ادنیٰ سے ادنیٰ شاہنشہ ان میں باقی نہیں رہا اور یہود و نصاریٰ کے صدر یا عقائد میں ایک بھی عقیدہ درست

نزوں میں تسبیح کیا ہے مطلوبہ عالمگیر تقلیب کے لئے مسلمانوں کی عاًماً افطری استعداد میں کوئی نیاد نہیں۔ حضرت مصطفیٰ کو انسی مافق استعداد دیجئے گئے کر کے بھیجا جائے گا جو ان کے لئے اس کا عظیم کوئی بنادے تو ایہود و نصاریٰ کے لئے یہ ماننا کے تسبیح بے شک مقتول د مصلوب نہیں ہوتے تھے بلکہ زندہ اٹھائے گئے تھے انھیں سر کی آنکھوں سے دیکھ کر ہی ممکن ہو گا۔ وہ جانتے ہیں کہ مردے زندہ نہیں ہو سکتے۔ تسبیح کا ب نفس نفس نہیں دیتا میں نظر آجائے اقطعی ثبوت ہو گا اس بات کا کہ وہ اللہ کی طرف سے طویل زندگی پا کر کا انسان تک کسی کسی حکمت میں اب تک بقیدِ حیات رہے ہیں۔ نیز انھیں شریعت حکمری کا پرسہ اور تابع اور داعی و علمبردار دیکھ کر ہو دہنے صاریٰ یہ تھی قسم کرنے پر حجور ہوں گے کہ مرتب سے بڑا پیغمبر اسلام ہی کا پیغمبر ہے۔ اسی کی شریعت جہاں گیر ہے۔ اسی کے دینے ہوتے عقائد حق ہیں۔ تسبیح کے بیٹے نہیں ہو سکتے نہ انھیں کسی اور نوع کی الوہیت حاصل ہے اگر اسی کوئی ماقوم خلقت انھیں حاصل ہوئی تو ایک انسان — محمد عربی کی ماحتی ان کے شایان شان کیسے ہوتی۔

غرض ایک مومن دہریت اور مادہ برستا نہ ہمیت سے بلند ہو کر سوچن چاہیے تو نزوں میں تسبیح کی تھی حسنه وی حکمتیں بھی خیال و تصور میں آہیں تھیں ایک مسئلہ حکمت نہیں کا نہیں ایمان بالغیب کا ہے۔ جو اطلاع حضور سے تو اتر کے درجے میں ثابت ہے اس سے انکار کر کے دین و ایمان کو سلامت نہیں رکھا جا سکتا اہنہدا عقل بیمار یا درکرے نہ کرے ہنطبق کام عدہ حضم کر کے نہ کرے ہم بہر حال تبدل سے اس اطلاع پر ایمان لا لیں گے اور ہمیں اطمینان ہو گا کہ ہم نے اسی چیز کو مانا ہے جسے اسلام کے تمام اساطین تمام رساندہ تمام ماہرین مانتے آئے ہیں۔

تھدیدیں نہ کی ہوتی تب بھی خیال کر سکتے تھے کہ تمکن ہے ضعیف ہوں۔ مگر شتر سے زیادہ روایات کام موجود ہونا اور کسی بھی اتنا فن کا انھیں غلط یا مشکل نظر آرہ دینا ایک ایسی صورت حال ہے جس کے ہوتے ہوئے ان روایات کو من گھڑت قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اگر دیدیں تو یعنی پیدا ہوں گے کہ تم اسی دفترِ حدیث مشتبہ اور ناقابلِ اعتقاد ہے۔ کسی بھی حدیث پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ دافشوروں کا یہ تصویر کہنا نہزولِ سیمچ و ای حادیث نہیں زیادہ چھان بین سے رہتی ہیں جس ایک خیالی پرواز اور گمان سے فریضی ہے۔ بخاری مسلم زائر اپنے بشریت ان کی چھان بین کے بغیری حدیث کو لیتے ہی نہیں اور ازر ۹ درجے کی چھان بین کے ساتھیں اگر کہیں خارجی رہتی ہے تو دوسرا بناقیدین فن نے اس کی نشاندہی کر دی ہے۔ کوئی وجہ نہیں کہ زیرِ بحث حدیثوں کی چھان بین سے تمام ہی استاد ان فن خالی رہ گئے ہوں۔ کونے میں پڑی ہوئی کوئی ایک آدھ روایت ہوتی تو احتمال بھی ہو سکتا تھا کہ ناقدین اس سے چوکھتے مگر یہ درجنوں کی تعداد میں نہزولِ سیمچ کی خبر دینے والی روایات آخر نظر انداز کیسے ہو سکتی تھیں۔ کیسے تمکن تھا کہ ان کو جانچے پر کھے بغیر تمام علماء سلف تمام صحبتہ دین تمام مشکلین تمام صحبتہ نہزولِ سیمچ کے عقیدے پر جسم جائیں۔ پورے ذخیرہ حدیث سے کوئی ایک نظر تو اسی دھوکہ کر لائی جاتی کہ کسی من گھڑت روایت کے قبول پر ماہرین اساتذہ اس طرح متفق اور مجتمع ہو گئے ہوں۔ یا پھر جو اسے کے ساتھ یہ بتایا جائے کہ صحابہ یا تابعین یا تابع تابعین میں فلاں فلاں صحبتین یا صحبتہ دین نہزولِ سیمچ کے منکر ہے ہیں۔ ایک پلار یہ بھی سوچنے کا ہے کہ امام بخاری اور حنبلی دوں ابوہریرہؓ کے درمیان کچھ زیادہ راوی نہیں ہیں۔

دو روایتوں میں ان کی تعداد چار چار ہے اور تیسرا میں پانچ۔ یہ سب کے سبب انتہائی معمتمد اور ترقہ ہیں۔ روایتیں زیادہ ہے۔ اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اس کسوٹی کی خطا اکم اور پرکھنے والوں کا قصور مرفوع ہیں یعنی صحابی رسول برآہ راست رسول اللہؐ سُلْطَان کر روایت کر رہے ہیں۔ اگر وہ یہ نہ کہتے کہ رسول اللہؐ نے ایسا فرمایا بلکہ اپنے طور پر نہزولِ سیمچ کی خبر دیتے تب یہ

نہیں ہے۔ لہذا یہ جتنا کہ عیسائی بھی نہزولِ سیمچ کے قائل ہیں اس عقیدے کے سرتاپا غلط ہونے کا ہرگز ثبوت نہیں اور یہ گمان تو اور بھی بنے سر و پا ہے کہ نہزولِ سیمچ والی حدیثیں عیسائیوں کی گھڑتی ہوئی ہیں۔ اس گمان کی غلطی ان حدیثیوں کے مضامین ہی سے ظاہر ہو جاتی ہے۔ داشبور سوچیں۔ اگر عیسائی اخھیں گھڑتے تو کیا ان ہیں وہ عیسائیت کی تکذیب و شکست اور اسلام کی تو شیق و فتح کے مضامین سمیتے۔ کیا وہ ان میں سیو عیسیمچ سے سچ اور عمرہ کرنے جو خالص اسلامی عبادات ہیں۔ کیا وہ یہ کہتے ہیں کیوں نہیں سیو عیسیمچ و مسلم کے سوا جملہ ملتوں کو مٹا دالیں گے۔ کیا وہ یہ پسند کرتے کہ ان کے "خداؤن" شریعتِ محمدؐ کے تابع وہ کر کام کریں۔

تو ااعدِ فن اور عقل و منطق کے رُخ سے خارجی قرآن پر نظر دائے تو حسوس ہو گا کہ اگر چہ شرپندوں نے حدیث رسول کو مشتبہ بنانے کے لئے واقعۃ بے شمار حدیثیں گھڑتی تھیں اور ایسی ساقط الاعتبار حدیثوں کو "امراً ملیکات" ہی سے تعبیر کیا جاتا ہے مگر یہ بھی معلوم ہے کہ اس پشتار کے ناپاک اشارات کا سریما ب کرنے کے لئے مدت کے اساطین نے فن کی ایک ایسی کسوٹی ریجسکار کی جس سے بہتر کسوٹی کا تصویر مشکل ہے اور اس پر کھس کر حدیثیں نے سچ اور جھوٹ کے رُخ سے احادیث کو پہچانا۔ آج بھی کیوں نہیں موجود ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ یہ کسوٹی درجہ وحی میں ہے۔ ہمیں اعتراف ہے کہ آدمی اپنی امکانی کوششوں کے باوجود سہو و خطأ اور فریب خوردگی کا شکار ہو جاتا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ آج بھی بعض ایسی حدیثیں سند قبول پائے ہوئے ہیں جن کی صحت مشتبہ ہے مگر اسی کے ساتھ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ اس میں کسوٹی کی خط اکم اور پرکھنے والوں کا قصور زیادہ ہے۔ اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اس کسوٹی کی موجودگی میں کوئی بھی من گھڑت حدیث تواتر کا درجہ نہیں پاسکتی۔ نہزولِ سیمچ کی احادیث اگر دوچار ہوتیں تو ریب شک کا امکان تھا۔ بخاری مسلمؐ جیسے چوتی کے ناقدین فن نے ان کی

راویوں کو مشتبہ بنادیا جن کے ذریعہ امرت کو بے شمار ایسی حدیثیں پڑھی ہیں جن کی صحت و صداقت پروہ ایمان رکھتی ہے۔ یہ تصحیح وہی شخص گوارا کر سکتا ہے جس کا ذہن یہ ہو کر دین ہیں اور سئی سخنی مگر منسوب کردی جھنوٹ کی طرف۔ یا یوں کہتے کہ خود رسول اللہ نے نو عذالت عدیساً نیوں کی پھیلانی ہوئی تھی مگر حضرت خبر کی غلطی سے درست تصحیح کر دہرا دیا۔ دونوں ہی باتیں ایسی ہیں جسیں کوئی مسلمان حاشیہ خیال نہ کر سکتا۔

محترم فائز قلیط صنعت دکورہ حدیثوں کو عدیساً نیوں کی گھر نت فرار دے کر عدیساً نیوں کے مقصد کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں:-

”اوی یہ کہ جب مسلمانوں میں حضرت سعیفؑ کی دوبارہ آمد کا عقیدہ پھیل جائے گا تو پیغمبر اسلام (فداہ اور احنا) کا خاتم نبیین ہوا مشتبہ ہو جائے گا اور چونکہ حضرت سعیفؑ اُن حضرت کے بعد آئیں گے اسی وجہ سے خاتم نبیین قرار پایا گئے۔ اس طرح عدیساً نیوں نے حضور مصلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر کاری ضرب لگادی۔“

ابھی آپ دیکھ چکے کہ داخلی اور خارجی شہادتوں کی روشنی میں کی طرح بھی باور نہیں کیا جاسکتا کہ یہ حدیثیں عدیساً نیوں کی وضیع کر دے ہوں۔ اس خوف خاطر کا جو فائدہ ابتدا کے اسلام کی سب سامنے ہے کہ نزولِ سچ کا تحقیدہ ابتدا کے خاتم النبیین ہے مسلمانوں میں پھیل ہوا ہے مگر آنحضرت کے خاتم النبیین ہے کا عقیدہ بھی بلا ادنیٰ زیرِ شک موجود ہے۔ پہلے عقیدے نے دوسرے عقیدے میں بال برابر بھی رخشنہ پیدا نہیں کیا۔ جن اکابر علماء نے نزولِ سچ کے عقائد کو اسلامی عقائد کی فہرست کے ذیل میں بیان کیا ہے انھوں نے ما تھوں ہاتھ پیشہ بھی کر دی۔ چونکہ اس سے رسول اللہ کے ختم نبوت پر مطلقاً اثر نہیں پڑتا۔ مثلاً علامہ سید طی اپنی شہرۃ آفاق تفسیر جلالیں میں رَثْم طرانہ ہے:-

گماں، کیا جا سکتا تھا کہ عدیساً نیوں کا پروپرینگز ۱۶ نیں غلطی میں بلتا رہ گیا مگر بحالت موجودہ دوہی باتیں کی جا سکتی ہیں۔ یا تو یوں کہتے کہ معاذ اللہ صحابی نے جھوٹ بولا۔ روایت کہیں اور سئی سخنی مگر منسوب کردی جھنوٹ کی طرف۔ یا یوں کہتے کہ خود رسول اللہ نے نو عذالت عدیساً نیوں کی پھیلانی ہوئی تھی مگر حضرت خبر کی غلطی سے درست تصحیح کر دہرا دیا۔ دونوں ہی باتیں ایسی ہیں جسیں کوئی مسلمان حاشیہ خیال نہ کر سکتا۔

صحابی سے تابعی نے سنا اور تابعی سے تبع تابعی نے تبیان امام بخاری کی طرف منتقل ہو اور امام نے اسے تصحیح بخاری میں دفع کر دیا۔ گہرا خود و فکر کیا جاتے کہ یہاں عدیساً پروپرینگز سے فریب کھا جانے کا سوال ہی کہاں پیدا ہوا۔ کوئی بھی راوی اور ادھر اور سے سخنی ہوئی باتیں نہیں دہرا رہا ہے۔ اپنی راستے سے بھی نہیں کہہ رہا ہے۔ ان روایات کو عدیساً نیوں کی گھر نت کہنا ایک بھی معنی رکھتے ہے کہ ان راویوں میں کوئی نہ کوئی جھوٹ ہے۔ اس راستے پر کہیں اور سخنی مگر نہ کہ نام لے دیا کسی اور کا۔ یہ بظاہر تو معمول ہے اس بات سے کہ ایک غیر مخصوص راوی پر جھوٹ کا الراہ احمد بن حنبل کے اس کے مضامرات و عوایقب انتہائی خط نہ کیا۔ یہ دراصل کسی ایک راوی کو ملزم قرار دینا نہیں بلکہ ان بخاری کی میں نو سندوں کے ہر ہر راوی کو ملکہ ملی اور دروغ گر قرار دینا ہے اس کا حامل صریح یہ ہونا ہی چاہیے کہ اب جتنی بھی روحی تینیں ایسی ہوں جن کی سند میں ان میں سے کوئی راوی موجود ہو وہ سب غیر معتبر ہو جائیں۔

پھر بات صرف بخاری ہی نہ کو جدود نہیں۔ آپ دیکھ چکے حدیث کے تمام تھے مجھوں میں اور اس کے بعد نہ کے درجے کی بہتری کا تکبیب حدیث میں نزولِ سچ کی روایات بکھری ہوئی ہیں۔ ان کی سندوں میں مختلف راوی ہیں صیحاہہ اسی کی تعداد ۲۷ ہے۔ تابعین ان کے زیادہ۔ تبع تابعین اور زیادہ۔ مسلم جلد اول ص ۸۷ کی ایکی روایت دشمنوں سے منقول ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ آئندہ سو سے زائد ایسے

میں شک کیا ہو یا ختم نبوت کی خاطر عقیدہ تو نزول مسیح کو
چھوڑ دیا ہو۔

عیسائیوں کا دوسرا مفروضہ مفاد فارقی طبق صاحب کی
طرف سے بین الفاظ پیش کیا گیا ہے:-

”دوسرے مقصید مسلمانوں پر یہ ظاہر کرننا تھا کہ جو
کام حضرت مسیح اکر کریں گے اس کو کوئی نبی توفیق
حضرت کے متبوعین اور جانشاروں کو نہیں دیکھو گئی۔
کوئی قیامت سے لے لے جو کام حضرت مسیح کو کرنا
بتوحہ وہ حضور کے علاموں کے ہمراہ کاروبار نہیں۔
یون اسلام اور اسلام حضرت مسیح کے محاجج طبیرے
اور عیاذی کوہی سکنے کے جب تک حضرت مسیح کا کوئی
مشیح وہ کام نہ کر سکے جا بوجو حضرت مسیح کے سپرد کیا
کیا گیا ہے تو آج حضرت مسیح جو اخیرت کی پیروی میں
اور یہ خیال بھی غلط طبیرے اک اخیرت کی پیروی میں
نجات ہے۔ افسوس ہے کہ عیسائیوں کا یہ رہ سکا رہ
ثابت ہو اور اسلام حضرت مسیح کو لا کر حضور کے
آخری نبی ہونے کا انکار کر بیٹھے۔“

منظقی شاعری کی ایسی مثالیں لٹریچر میں کم ہی ملیں گی۔
فارقی طبق صاحب روای کا پہلو بناتے ہیں اور حقائق کو اس سے
ٹکر کر اپنی دائرت میں پاش پاش کر دتے ہیں۔

درصل ان کے دماغ میں نہ جانتے کیوں یہ خیال بیٹھے
گیا ہے کہ ہودیت و نصرت کی عالمی خست ایک معمولی سا
کام ہے جسے یہ اسلامی کمیانہ کسی فرمادہ ہی کو انجام دے
ڈالنا چاہئے۔ اسی لئے وہ کسی طرح بکار کرنے کو تیار نہیں ہیں
کہ اس کام کے لئے اللہ حضرت علیہ السلام کو بھیجے۔ وہ یہ سمجھ رہے
ہیں کہ مطلوب انصار اک اجنبی طبیری سہولت سے ملنے سے
اگر حضور کے متبوعین کو بھوڑی نہیں تو قیمت حاصل ہو جائے۔

ہم ان سے گذارش کریں گے کہ یہ عالمہ توفیق اور یہ
تفقی کا نہیں ہے۔ قدرت و صلاحیت کا ہے۔ توفیق اللہ
تعالیٰ بقدر استعداد ہی دیتا ہے۔ تاریخ کا ایک ایسا یہ ق

”وَكَانَ اللَّهُ يَعْلَمُ شَيْئاً لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا بِنَارِ النَّارِ
جَاءَتْلَهُ بَعْدَ كَمْ يَرَى سَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ كَمْ
نَهِيْسَ هُوَ كَمَا أَوْحَدَهُ عَلَيْهِ حَبْرُ دِنْيَا مِنْ كُلِّ
تُورُ سَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ كَمَا شَرِعَتْ كَمْ طَابَتْ عَلَيْهِ
عَلَامَةُ زَمْخَشْرِيَّ تَفْسِيرَ كِشَافَ مِنْ فَرَاتَتِهِ“ ۔

”أَكْرَبَهُ إِعْتِدَادُ الْمُحْلَّسِ كَمَ مُحَمَّدُ سَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ
الْأَنْبِيَا مِنْ كَمْ بَاهَ هُوَ كَمْ جَبَ كَمْ عَلَيْهِ إِلَمَانَ آخِرَ
نَمَسَّهُ مِنْ نَازِلَ ہُوَ كَمْ تَوَبَ جَوَابَ دُوَّلَ كَمْ
سَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ الْأَنْبِيَا مِنْ بَاهَ هُوَ كَمْ مَعْنَى رَكْنَتَهِ“ ۔
”كَمْ آكِبَهُ كَمْ بَاهَ هُوَ كَمْ حَضَرَتْ مَدِيَّتَ تَوَالِيَّ بَنَسَّهُ
نَهِيْسَ بَاهَهُ كَمْ بَاهَ هُوَ كَمْ حَضَرَتْ مَدِيَّتَ تَوَالِيَّ بَنَسَهُ
جَهْنَمَ سَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ سَقَبَنَجَمَ بَاهَاجَلَكَهَا وَهُوَ كَمْ
دِنْيَا مِنْ دُوَّارَهُ كَمْ جَائِسَ كَمْ تَوَمَّدَهُ شَرِيعَتَ
كَمْ تَالِعَ اور حضور ہیجے کے قبَلَ کی طرف نازِل پڑھنے
والے کی حیثیت میں بھیج جائیں گے کو یا کو دُوَلَ
اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ کی امت کا اک فرد ہیں۔“ (جلد ۲۵ ص ۱۷۱)

امام بیضاوی تفسیر ابوالتریزی میں، امام حافظ الدین
نسفی تفسیر مدارک التنزیل میں، امام اسما علی حقی نے
تفسیر حجر الیاوی میں، علامہ تقاضانی نے شریح عقامہ نسفی بر
امارازی نے تفسیر کریمیں اور علامہ آلوسی نے تفسیر روح
المعانی میں یہی مضمون ایسے اپنے لفظوں میں پیش کیا ہے۔
ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ کے ختم
نبوت اور نزول عیاذی کے درمیان اہل اسلام میں کبھی
ایک دن کو بھی تضاد و تناقض نہیں سمجھا گیا اور دوسرے
حقیدے نے یہ عقیدے پر کوئی ضرب نہیں لگائی فاوقیط
صاحب اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں کسی ملک اور
زمانے کے دس بیس ہی سالان ایسے پیش فرمادیں جنہوں نے
نزول مسیح کا عقیدہ رکھتے ہوئے بھی حضور کے ختم نبوت

کے فراغ سے قبل ان کے حاشیہ خیال تک میں یہ بات نہیں آئی تھی کہ حضورؐ کے ختم نبوت کا طبق مسئلہ موضع
بحث بھی بن سکتا ہے۔ بڑی جسارت ہے کہ آپ بار بار اصرار کے ساتھ نزولِ سچ کے عقیدے کو من گھرت کہے چلے جا رہے ہیں۔

هزیر فرسہ مایا گیا:-

"ہم نے اور ہم کہلہتے ہی کہ عیسائیوں نے جھوٹی حدیث گھڑ کر محدثین کو دھوکا دیا اس کی شہادت میں ہم حضرت امام فخر الدین، ایزی حداد تفسیر کا قول پیش کر گئے وہ فرماتے ہیں۔ یہ امت کو معلوم ہے کہ محدثوں نے غلط حدیث گھڑیں اور محدثین کو دھوکا دیا اور محدثین نے سادگی سے اس چال کو نہ پھانانا اور وہ ایسی حدیثوں کو بخوبی کر ٹھیک کر دیا۔"

کیا یہ واقعی شہادت ہے؟

لے محترم ہنرگ ایک امام رازی ہی نہیں تمام ائمہ اور محدثین اس حقیقت کا انکشاف کرتے چلے آرہے ہیں کہ محدثوں اور زنداقیوں اور کم عقولوں نے بہت سی حدیثیں گھڑیں اور بھیلا تیں۔ مگر یہی حضرات یہ بھی وضاحت کرتے چلے آرہے ہیں کہ اسی لئے ایک ایسا فن ایجاد کرنا پڑا جس کے ذریعہ تاچلا یا جاسکے کہ کس حدیث کی کیا پڑیں ہے۔ اس فن نے گھرنٹ کرنے والوں کا بازار سروکر دیا اور خود محدثین نے ایسیستقل سرتاہیں لکھیں جن میں گھڑی ہوئی حدیثیں کو جمع کر دیا گیا۔ اگر اصلی اور تعلقی حدیثوں کی بیچان کا کوئی طریقہ ہاتھ نہ آتا تو پھر یہ بخاری و مسلم اور یہ تکمیلی حدیث دنیا میں موجود ہی نہ ہوتیں۔ ان سے کیا فائدہ تھا اگر یہ اندازی ہے جوں کا توں قائم رہتا کہ ان میں خبر نہیں کون کون سی حدیثیں من گھرت ہیں۔

جن امام رازی کی عبارت آپ نزولِ سچ کی حدیثوں کو رد کرنے کے لئے لائے ہیں اگر واقعی امام رازی کا مطلب اس عبارت سے بھی ہوتا کہ مذکورہ حدیثوں کو من گھرت

آپ کے سامنے ہے۔ بتاریج کیا امانت حضورؐ کے کسی بھی فرد میں بھی ایسی عجیب صلاحیت پائی جاتی ہے کہ کسی شہر کے دیوار کے سارے ہی اہل کتاب اس کی آوانی پر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے ہوں اور کسی بھی کافر کو اپنے تحریرت اُنہیں کی جسی کی جسی میں مطابق بھائی اہل کتاب اُنہیں کی پوری صلاحیت موجود ہے بلکہ تو فتنہ کی دیر ہے۔ رہائیاں بیکوں اور ہمہ لوگوں کا امام پر معتبر نہ ہونا تو کیا آج تک انہوں نے بس بھی ایک اعتراض کیا ہے جسے آنحضرت سماں بنا کر پیش کر رہے ہیں؟ آپ کو تو خوب معلوم ہے کہ ان کے اعتراضات کی انتہا نہیں کیا مسئلہ جہاڑ کیا مسئلہ غلامی۔ کیا مسئلہ اندواج اس طرح کے میں یوں مسائل میں اسلامی شریعت کے خلاف ان کا معانعہ اتنا پر ویکٹریہ برابر جاری ہے۔ آپ کس کس عقیدے کے کو اون کے، اعتراض کے ذریعے ترک کر رہے ہیں تھے۔ بے شمار اگر عقائد اسلامیہ پر جہاڑ ان کی زبان طعن سنگباری کر رہی ہی ہے وہاں ایک نزولِ سچ کا عقیدہ اور ہجی۔

شریعت کے باب میں مسلمان رسول اللہؐ کے سوا کسی لاحق و سابق نبی کے محتاج نہیں مگر ہبودت و نصرانیت کی پڑیت کاملہ کا جو کار خدمت اللہ تھے حضرت عینی کے ذمہ درکھاۓ اس کا تعلق احکام شرعی سے تو کچھ نہیں وہ تو ایک تکونی مسئلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہے کہ جو حکام جس سے چاہے لے۔ حضورؐ کی پیر وی میں نجات کا مخصر ہونا نہ ہونا بھلا اس بات سے کیا تعلق رکھتا ہے کہ قیامت سے قبل حضرت علیؑ نازل ہیوں اور ایک ناقابل قیاس عظیم انقلاب برپا ہے۔ آپ خواہ کو اہل ایسی ایمنی خیال میں بنتا ہو گئے ہیں کہ بسائیوں کا حریم ناگر نہایت ہو اور مسلمان "حضرت سچ کو لا کر" حضورؐ کے آخری نبی ہونے کا انکار کر بیٹھے مسلمان تو شریع سے نزولِ سچ کے قائل ہیں۔ مگر ایک تجھے کو بھی انہوں نے حضورؐ کے ختم نبوت میں شک نہیں کیا اور فتنہ قادیتیات

اہم غزالیٰ ہی کا مسلک نہیں بلکہ تمام اہل سنت کا مسلک ہے
مسئلہ علمائے اسلام ہمیشہ سے اس کے قائل اور اس پر عمل پیرا
رسہیں اور فارق لیط جسٹا ٹھنڈے دل و داغ سے سوچیں
قادیانیوں کی تکفیر اس مسلم کے اخراج نہیں ہے بلکہ عین اسی
مسلم کا تاقاضا اور مطالبہ ہے۔

ایک شخص کہتا ہے بیان و وقت کی نازدیقی نہیں۔ نکو
کاشتہ عی تصاب ہر زمانے کی اتفاقیات کی مطابقت ہے
بلکہ بدلا جا سکتا ہے۔ قرآنی لامحہ ہے۔ حق حضور
ایک قدیم رسم ہے جسے ذہبی فرضیہ نہ سمجھنا چاہیے۔ فرمائی
کیا اسے آئیں مسلمان کہیں گے؟

حالانکہ یہ لکھا انکار نہیں کر رہا ہے لیکن تمام علماء
اسلام اس کے کفر متفق ہیں کیونکہ یہ کلمہ کے لازمی تقاضوں
کی خلافت کر رہا ہے۔ رسول اللہؐ کو جھشلار پاپے۔ اجماع
کی دھیان اڑڑا رہا ہے۔ آنحضرت بھی اپنے اجتنی کے
اداریوں میں بارہاں لوگوں کو منافقین کے زمرے میں کھا
ہے جو مسلمان ہونے کے باوجود مسلمانوں کو قومی دھکائے میں
غوطہ لگانے کی ترغیب دیتے رہتے ہیں اور مسلم پسیل لام
کے نجیب ادھر دریختی میں کوشش ہیں۔

حدیثیں کہتی ہیں کہ قبل قیامت عین علیؑ ابن مرعمؑ کا
نزول ہو گا۔ قادیانی کہتے ہیں علیؑ تمریک میں میں
کا نزول ہو گا اور وہ بھی ہو چکا۔ ہمارے حرز اعلام احمد
قادیانی وہی تحقیق میں ہے۔ قرآن و حدیث زور دستے ہیں کہ
رسول اللہؐ کے بعد کوئی بھی سوچت ہیں ہو گا۔ حرز اعلام احمد
کہتے ہیں میں بھی ہوں۔ آنحضرت جو یہ سمجھے بلکہ ہیں کہ حرز نہ
اپنی نہ رست کو جب ازی کہا تھا اس غلط تھی کو ہم دوڑ چکے۔
ذی الحیثیت نبوت تو بھی جیازی یا ظلی یا بروزی ہوتی ہی نہیں
یہ اصول حیں حرز اصحاب حشرتے اس وقت گھڑی تھیں جب
وہ دوسرے ائمہ میں تھے۔ تیسرا ائمہ میں یہ تکلف بھی تھم
کر دیا گیا۔ پھر فرمائیے کیا یہ تمام کا رکذاری خدا اور رسولؐ کو
چھٹانے کے علاوہ بھی تھے؟ مدد ہے کہ حرز احمد۔ قرآن کی
متعدد آیات کے بارے میں صاف صاف کہتے ہیں کہ ان میں

سچھا جائے تو پھر لازماً وہ بھی آپؐ کی طرح نزولِ سیح کے منکر
ہوتے مگر ملاحظہ فرمائیے تفسیر کریں ان کا رشداد یہ ہے:-
استھاع الانبیاء علی مبعث محمد صلی اللہ علیہ وسلم
فعذل مبعثه استھع تلک المدة فلذی بعد ان یصیر۔
درے علیؑ ابن مسیمؑ بعد نزولہ تبعاً محمد رج ۳۷۴

رسول اللہؐ کی بعثت پر انہیا کی بعثت کا سلسلہ
نحو ہو گیا۔ اب یہ بات بالکل ترین تیاس ہے کہ
حضرت علیؑ اپنے نزول کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم
بھی کے تابع ہوں گے۔

اس سے دو باتیں معلوم ہوتیں۔ ایک یہ کہ امام رازیؓ بھی
نزولِ سیح کے قائل ہیں اور متعلقہ حدیثوں کو من گھڑت ہیں
سمجھتے۔ دوسرے یہ کہ اس عقیدے کو حضورؐ کے ختم نبوت سے
متضاد میں سمجھنا ان کے نزدیک بھی لغو ہے۔

غیر مائی کہ اس کے باوجود امام رازیؓ کو اپنے گواہوں
کی صفت میں گھڑا کر دینا آپؐ کو ایک مضحكہ خیز اور افسوسناک
پوزشیں میں ڈال دیتا ہے یا نہیں۔ جس صریح امام کو آپؐ نے قبر سے
نکال کر اپنی بن روپ کا بن دوچی بنایا وہ خود ہائکے پکارے کہہ
رہا ہے کہ قیامت سے قبل حضرت علیؑ کا نزول عقیدہ ختم
نبوت کے خلاف ہیں ہے۔

خاتمة کلام کے طور پر فارق لیط صاحب تے اہم غزالیؓ
کی ایک نصیحت بھی درج کی ہے:-

”میری وصیت یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اہل
قبلہ کی تکفیر سے زیان کوئی رکھو جب تک کوہ
لار لار اللہ مجید رسول اللہؐ کے قائل ہوں تو طیکوہ
اس کلمہ کی خلافت نہ کریں اور خلافت کا مطلب
یہ ہے کہ وہ کسی مذری یا بغیر عذر کے محمد علیؑ علیہ
 وسلم کو جھٹائیں کیونکہ یہ لوگوں کی تکفیر خطیر
 سے خالی نہیں۔ اگر سکوت اختیار کر لیا جائے تو
 پھر کوئی خطرہ نہیں۔“

محترم فارق لیط صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ صرف

چونکہ ان نصوص کے معنی معینہ پر جامع منعقد ہو چکا ہے اس لئے ان معنی کے علاوہ کوئی معنی کرنا کفر ہے۔

ہر شخص کو معلوم ہے کہ قادیانی حضرات مرزا کی نبوت موافق کے لئے ان نصوص میں خوب خوب تاویلیں کر کے خلاف اجماع معنی نکالتے ہیں اور نکالتے پر اس لئے جبود میں کمزرا نے حضرت علیؑ کو مردہ قرار دیدیا اور یہ خیال گھٹڑا کو حدیث میں حس صحیح کے نزول کی خبر دی تھی ہے وہ صرف اوصاف میں صحیح جیسا ہو گا۔ فی الحقیقت علیؑ ابن مريم نہ ہو گا۔ جب وہ علیؑ بن مریم نہ ہو گا بلکہ اس نے زمانے کی کسی عورت کے بطن اور کسی مرد کے نطفے سے پیدا شدہ ایک نیا آدمی ہو گا تو ظاہر ہے کہ اسکی نبوت نبی نبوت ہو گی جو رسالت محمدؐ کے بہت بعد عطا ہوئی اہذا اس طبق شریعت اجتماعی عقیقہ کو رد کئے بغیر چارہ نہیں کہ نبوت کا دروازہ رسول اللہؐ پر بن ہو چکا اور آپ کے بعد کسی بھی کی بعثت خارج از امکان ہے۔

تو اے بزرگ محترم! جن امام غزالی کو آپ اُنہے وکیل کی حیثیت سے پیش فرار ہے ہیں وہ بھی آپ کے اتفاق نہیں رکھتے اور قادیانی گروہ ان کے نزدیک بھی ایک نہیں متعدد وجہ سے بلاشبہ کافر ہے۔ ایک وجہ تو یہ کہ اس نے اجماع امت کا انکار کیا۔ دوسری وجہ یہ کہ وہ حدیثوں کو جھٹلاتا ہے تیسرا وجہ یہ کہ وہ قرآن پر کھیل کرتا ہے۔ ان متعدد وجہوں سے تنہ ایک بھی وجہ سی شخص پاگر وہ کہ کوئی کافی ہے چہ جائیکہ اس میں یعنی وجوہ جمیع ہو گئی ہوں۔ آپؐ امام غزالی یاد یک مرطین کی کتابیں دیکھنے کی لمحہ نہیں دیکھیں ورنہ بے شمار جگہ ان میں پیغاط آپ کو نظر آ جاتا کہ اہل قبلہ اور کلمہ گور حضرات کی تکفیر میں سخت احتیاط کے باوجود یہ حضرات، بڑے شد و مردے اُن فرقوں کی تکفیر کرتے چلے گئے ہیں جھوپوں نے انکار کا انکار تو نہ کیا اور قبلہ کی سمات بھی نہیں بدی گرا جماعتی عقائد میں خوف ہو گئے اور ایسے شو شے چھوڑے جو کلمہ کے تقاضوں سے بچرہ نہیں کھاتے تھے۔

فارقیط صاحب کا حصل ضمون ختم ہوا۔ اس کے متصل بعد

خدا نے جھے نھا طب کیا ہے۔ میں ہی وہ احمد رہوں جس کے آنے کی بشارت دی گئی تھی میرے ہی حق میں فرمایا گیا۔ **ھوَ الَّذِي أَنْجَى سَلَّمًا سُوْلَةً إِلَيْهِ وَالَّذِي جَعَلَ مَعَةً** میں محمد رسول اللہؐ سے مراد میں ہوں گے۔ ”خدا نے پہلے یہ امام مرموم کھا پھر علیؑ کی روح جسم میں پھونکی گئی اور استعارے کے لذگ میں جھے حاملہ ٹھپرایا اور آخر کی جہنے بعد مجھے حرم میں سے عیسیے بنادیا گیا۔ اس طرح میں ہی ابن مرموم ٹھپرایا۔“

الوصفات کیا جائے کہ قرآن سے اس طرح ٹھپوں اور تحریر کرنے والا کلمہ کا قابل نسبت مچھا جائے گا یا مختلف ۹ امام غزالیؐ کا مقولہ ارشاد ہے: **جَعَلَ فِي كُلِّ كَوْكَبٍ رَّبَّا** ہے کہ ایسا شخص اور اس شخص کو مقتدا بنتا نے والا کروہ اُن اہل قبلہ میں نہیں ہے اُن کی تکفیر میں جھوپنا چاہیے۔ یہ تو کلمۃ توحید و رسالت سے ملا ہوا اخراج اور استہلام ہے۔

فارقیط صاحب، اگر ان ہی امام غزالی کی ”الاقصاد ایل الا عتقاد“ ملاحظہ فرمائیں تو ان پر تکشیف ہو گا کہ اجماع امت کو وہ بھی جدت مانتے ہیں اور اجماع کے مبنکروں کا نزد و نزدیک ہزار دینا ان کے نزدیک بھی مردو ری ہے۔ اس کتاب کے افسوس نہ لتا پر انہوں نے جو بحث کی ہے وہ تو اسی محسوس ہوئی ہے جیسے قادیانی ہی ان کے پیش نظر ہوں۔ وہ فرماتے ہیں کہ اُن کوئی شخص یہ کہنے کے رسول اللہؐ کے بعد کسی بھی کی بعثت ملن ہے تو اسے کافر قرار دینے میں ذرا بھی تأمل و توقف ایسیں کیا جاتے گا۔

کیوں نہیں کیا جائے گا؟ اس کا بھی جواب سن لیجئے۔ وہ بتتے ہیں کہ وستر آنر کے الفاظ خاتم انبیاء اور حدیث کے الفاظ شعبی بعدی میں تصحیح تاب ممکن ہے۔ طرح طرح کی تاویلیں ان اُن کی جا سکتی ہیں۔ اور تاویل کرنے والوں کے بالے میں رکھنا پر مشکل ہے کہ وہ قرآن و حدیث کا انکار کر رہے ہیں نہیں

کہتے ہیں نہ کہ عمل۔ جو مسلمان نماز نہیں پڑھتے۔ جو اگھیتے ہیں۔ مشراب پتیتے ہیں انہیں آپ کا فارغ نہیں کہتے کیونکہ یہ فقط اعمال ہیں اور کفر عقیدے کے بطن سے ختم یتباہے۔ الگ عقیدہ ہے ایک شخص یا گروہ کافر ہے تو اس کی نمازوں اور قرآن خوانیوں سے اس میں کیا فرق واقع ہو گا۔ قادیانی گروہ نہ صرف ختم نبوة کا منکر ہے بلکہ قرآن میں صریح تحریف کرتا ہے۔ آیات کے الفاظ گھٹتا طبع ہاتا ہے۔ جتنے نبوے آپ چاہیں ہم ہم پیش کر دیں۔ یہ سب بھی الگ اس کے کفر کا ثبوت نہیں تو کھراً اپ شاید یہ راستہ رکھتے ہوں کہ کوئی مسلمان بھی کافر ہو ہی ہیں سکتا۔ یہ راستے قرآنی وضاحتوں کے خلاف ہے۔ اس لئے آپ الگ ایسی راستے روکھیں گے تو آپ بھی ایمان بالکتاب سے گریزیاں مانے جائیں گے۔

دانشوروں نے پاکستان کے جنس منیر کی دہائی دی سے اور ان کے ایک فیصلے کا قصیدہ پڑھا ہے۔ ہم کہتے ہیں جس منیر کی حیثیت کیا ہے اسلامی قانون میں۔ وہ برطانوی قانون کے لئے ہے جو ماہر موسیٰ میکن دین و شریعت کے باب میں انکی آراء خالص از بحث ہیں۔ مل کر آپ سڑھا گلا اور حمید دلوانی کو مفتی کی حیثیت سے لاکھڑا اکبر بن تو مشخوں کے سوا آپ کو کون قابلِ التفات سمجھے گا۔

دانشوروں کا خالص ہے کہ قادیانیوں کو کافر قرار دے کر ضمیری آزادی کیلئے ہی ہے اور اسلام کے دامن پر عدم رواداری کا داع اکا گیا ہے۔ ہم کہتے ہیں آپ الفاظ کو بے سمجھے پڑھے استعمال کر رہے ہیں۔ اسلام نے مسلمانوں کو ایسی آزاد ضمیری ایک دن بھی عطا نہیں کی تھی کہ وہ اللہ اور رسول کے صریح فہیمیوں میں سے جسے چاہیں قبول کریں اور جسے چاہیں رد کر دیں۔ الگ اس کا نام عدم رواداری ہے تو اسلام بھی روادار نہیں رہا۔ قرآن کی صرف در صفت آیات ہائے پیکارے کہہ رہی ہیں کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو ان کے احکام مانو۔ ہم ہیاں صرف ایک آیت نقل کریں گے۔

فَلَمَّا دَرَأَ سَاقَ لَا يُؤْمِنُونَ تیرے رب کی قسم وہ صاحب ایمان حتیٰ یجْعَلْ مُؤْمِنَ فِيهَا نہ ہوں گے جب تک اپنے تمام مناشتا

انھوں نے ان تاثرات کا اضافہ کیا ہے جو قول ایک دانشوروں میں اس وقت پیدا ہوئے جب پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادریانیوں کو باضابطہ کا فسرو قرار دے دیا ہے ان تاثرات کا بھی حائزہ لیتے ہیں تاکہ ذائقہ تعلیم صاحب کا چھیلایا ہو اکوئی کمزور سے کمزور مقاومت بھی ایسا باقی نہ رہ جائے جس کے اثر سے برادران اسلام گمراہ ہوں اور قادریانیت کو لکھ میسر آئے۔ واللہ المستعان۔

محمد فاروقیط صاحبؒ کے دانشور فرماتے ہیں۔

”پاکستان کی قومی اسمبلی نے پاکستان کے مجلس لامکھا حادیوں کو نماز پڑھتے ہوئے اور قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے غیر مسلم قرار دے دیا،“

اس پر بھاری آنکھیں اشک بارہیں۔

ہم نے آج تک یہی سننا اور سمجھا تھا کہ دانشور وہ ہے جو صرف صحیح مطالعہ پر ہی قناعت نہ کرے بلکہ سچ کو چیز کر تھوں تاک اپنی نظر میں پہنچاۓ اور غیر دانشور وہ ہے جو قہر تک جانے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو۔ ملکراج اندازہ ہو رہا ہے کہ ہم نے غلط سننا اور سمجھا تھا۔

محمد بندرگ اکیا آپ کو نہیں معلوم کر خواہ جس قدر بھی بہتری تھی۔ اور کیا آپ کو نہیں معلوم کر خواہ جس قدر عبادت لذار اور زہد پیشہ تھے حتیٰ کہ انھوں کے ایک مسجد شک کی تھیجاش ہے نہ خواہ کی وجہ نکری میں دور کے ہیں۔ ایمان کا مدار اعمال پر ہے ہی نہیں۔ وہ توجیہ اساسی تھے ایمان سے عبارت ہے۔ ان عقائد کا جمالی نام ہے ایمان بالکتاب اور ایمان بالرسالہ جو کچھ قرآن سے ثابت اور احادیث متواءہ سے منافق ہو رہے تھے دل سے تسلیم کرنا یہ ہے ایمان کا خلاصہ۔

آپ کے دانشور الگ رہ مانتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخیری نبی تھے اور ان کے بعد کوئی نبی ہبھوٹ نہیں ہو گا تو اس مگر وہ کفر میں آپ کوشک کیوں ہے جو طبقہ کی چوٹی میزرا غلام احمد کو نبی مان رہا ہے۔ مگر وہ نہمازیں اور قرار آن پڑھتا ہے یہ نقطہ عملی سلسلہ ہے۔ ایمان و کفر کا یہ صدقہ عقائد

ہندو قرار دے کر ہر قسم کی بحث کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے
کوئی ہندو الشور تک کامنکر ہو وہ بھی ہندو اور قائل ہو وہ
بھی ہندو۔

اس پر ہم اس سکے سو اکیا ہمیں کہ دانشوروں نے خواہ نخواہ
مسلمان ہونے کا سوائیک رچایا ہے۔ اگر اسلام اور ہندو مت
کی پوزیشن ایک ہی ہے اور دونوں کے بارے میں یکساں روایت
ہی قابل تعریف ہے تو یوں وہ اسلام سے بندھنے ہوئے ہیں
جب کہ اکثریت کا ذہب اختیار کر کے بہت سے دنیاوی
منافع بھی کمکتے جا سکتے ہیں۔

ہندو مت ایک سلسلی ذہب ہے، جو زندگی کے تمام شعبوں
کا احاطہ نہیں کرتا اس میں اصل اہمیت کلچر کی ہے یعنی رہنم
سہیں کے ڈھنگ کی اور عقائد اس میں حضن شانوی چیزیں
رکھتے ہیں۔ اس کے بخلاف اسلام کا مطلقاً کوئی تعلق نہیں
نہیں ہے ہی نہیں۔ وہ ایک نظریاتی ذہب ہے۔ حقائق ہی
اس کی واحد اساس ہیں۔ اعمال و افعال کو وہ شانوی درجہ
دیتا ہے۔ کلچر کی تصویر وہ حقائق ہی کے قلم سے ٹھینکتا ہے
اور جو لوگ اس کے بنیادی عقائد میں سے کسی ایک کام بھی انکار
کر لیجیں انھیں بلا تأمل اپنے دائرے سے باہر کھینک دیتا ہے۔
ایسے دو مختلف پانکہ مقابلہ نہ اہب کے بارے میں
دانشوروں کا یہ بھنا کہ ایک ہی رووت ان دونوں کے بارے
میں مناسب ہے، دانشوری تو کہاں نہیں سکتی اور جو چاہے کہہ
دیجئے۔

روم کے پانچ سے عظم نے عیسیا نیوں کے سلسلے میں کیا
روش اختیار کی اس کا بھی تذکرہ اس بات کی غمازی کرتا ہے
کہ دانشور صاحب اسلام کی یکتائی اور امتیاز اور قطعیت
کو فرماؤش کر کے ان خوش نکلوں کے ہمیوا ہو گئے ہیں جن کا
خالی ہے کہ تمام ذرا اہب اپنی اپنی جگہ برحق ہیں اور سعادت
صرف اسلام میں منحصر نہیں ہے۔

غزوہ کرنا چاہیے کہ ہندوستان ایک سیکولر امپریٹ ہے اور
مغربی ممالک بھی سیکولر ازم ہی کے ملبوڑا ہیں۔ یہاں یا وہاں
آئیں کے دائرے میں مذہبی اختیارات کو کوئی اہمیت حاصل

شیخرا بیتِ حصم شمر کا
یخدا فلسفی آنسو حصم
حر جاً مَّا تَفْهَمَتْ
وَيُسْلِمُوا لَتَسْتَدِعُهَا
دا خلافات میں بھی کو منصف نہ ملی
اور تو ہر فیصلہ کر دے اسکے بارے
میں اپنے جی میں سنگی محسوس نہ کریں،
اور قبول نہیں خوشی سے۔

(رسورہ نسماہ آیت ۶۵)

اگر آزادی ضمیر کا وہی مفہوم ہے جو دانشور ان کرام
لے رہے ہیں تو راستے اس سے بڑھ کر غیر وادار اور آزادی
ضمیر کی دشمنی کوئی آیت ہو گی۔ یہاں صرف یہی مطالبہ
نہیں کہ رسول کا ہر فیصلہ مانوبکہ یہ بھی مطالبہ ہے کہ یہاں تا
بادل ناخواستہ نہ ہو بلکہ تہرید سے ہو۔ تھا راضمیر اسے ہنسی
خوشی قبول کرے۔ تکرر اور بد مرغی نہ ہو۔ حدیثیں تو اتر کے
ساتھ کہہ رہی ہیں کہ قیامت سے قبل وہی عیلے ابن مریم نازل
ہوں گے جو محمد رسول اللہ سے قبل نبی بنکے گئے اور زندہ
آسمان پر اٹھائے گئے مگر قادریاں کہہ رہے ہیں کہ علیلی ابن یم
تو مرکے اور مرزا غلام احمد ریح موعود ہیں۔ حدیثیں کہہ رہی
ہیں کہ محمد رسول اللہ آخری نبی ہیں ان کے بعد تھی بھی نبی
کی بعثت نہیں ہو گی لیکن قادریاں کہہ رہے ہیں کہ یہ غلط ہے۔
نبوتوں کا دروازہ بند نہیں ہوا ہے۔ یہاں مرزا احمد اس
نکاح ہیں۔

یہ تکرہ اچھی طرح داعی میں بھٹا لیجئے کہ علیلی ابن مریم کے
نزول سے ختم نبوت پر کوئی صرف نہیں اتنا یہ کہ وہ محمد
رسول اللہ سے پہلے نبی بنکے گئے تھے۔ قبل قیامت ان کا
نزول ہو گا بالعترت نہیں ہو گی۔ کسی بھی انتشار سے نہیں کہا
جاسکتا کہ وہ محمد رسول اللہ سے بعد کے نبی ہیں لیکن مرزا غلام
احمد ریح موعود ما تزالاً ختم نبوت سے منصدم ہے کیونکہ
وہ علیلی ابن مریم نہیں ہیں بلکہ آخر کی ایک سورت کے لیں اور
مرد کے نطفے سے پریدا شدہ آدمی ہیں جسے نبی ماننا لانا ممکن
معنی رکھتا ہے کہ نبوت اسے محمد رسول اللہ کے بعد ملی۔

دانشوروں کے مقابلے میں ہندوستانی آئین
کے اس پہلو کو بہت سراہا ہے کہ اس میں تمام ہندو فرقوں کو

سیں تو وہ خود ہی نزد کوش تھے۔ فیصلے اور قتوے نے صرف لشانہ ہی کی ہے۔ صروف یہ کیا ہے کہ جس حقیقت پر قادیانی حضرات فریب کا پردہ ڈالے ہوئے تھے اسے مکول دیا ہے۔ دعوہ نبوت کیوں مرزا غلام احمد اور الزام علماء کو دائرہ اسلام سے خالیج کر دیا۔ مرزا تو کافر اور ان سے تبعین کو دائرہ اسلام سے خالیج کر دیا۔ خود کشی کی زینت اور دادا نبوث اس کا اکٹھ کو مطعون کر دی جسے ہمیں نہیں دیکھ سکتے۔ اسی کا نام داش وری ہے تو اس سے اچھی وہ سے داشی بگو تاہم اپنے دھوکا نہیں ٹھاتی۔

بڑے بڑے کی بات یہ بھی کہی کیتی ہے:-

”پاکستان کی قومی ایمبلی نے احمدیوں کو غیر مسلم قلمیت قرار دے گئے دیوبند اور اہل حدیث مسلمانوں کے علماء اور شاہزادیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا دروازہ مکول رہا۔ الگ بر بڑی خیال کے علماء نے پاکستان پر زدرا ڈالا کہ غیر مسلموں کو اسی اصول پر غیر مسلم اقلیت قرار دے جسے جس اصول پر احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا ہے تو مکفرین کے طائفہ پر زدرا ڈالکر جائیں۔“

اسی کا نام ہے احمدیوں کی جنت میں رہنا۔ دا شوروں کو آجھکہ بھی پہنچانہیں چلا کر پاکستان کی قومی ایمبلی تمام علائیت پاکستان کے سنسل مطابق ہما پر صحجوں ہوتی ہے کہ قاریانہ تھے بارے میں آخری فیصلہ صادر کرے۔ اس نے قادیانی سربراہ ہوں کو مقرر دیا کہ وہ اپنے عقائد کو خود ہی منجھ کر دیں تاکہ مخصوصاً طور پر دیکھا جا سکے کہ تمام علماء جن عقائد کی بناء پر ان کی تکفیر کر رہے ہیں وہ واقعۃ ان کے عقائد ہیں بھی یادہ ان سے برآت ظاہر کرتے ہیں۔ قادیانی سربراہ بہرأت کیسے ظاہر کرتے ہیں جیب کہ ان کے وجود کا ایسا زر ہی ان عقائد پر مبنی۔ ہے اور یہی عقائد کو خود زر شور سے اپنی تحریریوں اور تقریریوں میں پیش کرتے آئے ہیں چنانچہ جب احمدیوں نے اعتراف کیا کہ ہمارے نزدیک مذرا غلام احمد ہی ہیں اور ان کی نبوت کے منکر دائرہ اسلام سے خارج ہیں تو قومی ایمبلی صحجوں ہو گئی۔ وہ اگر احمدیوں کو مقرر دیں تو پھر ان کے سوا سارے پاکستانی مسلمان غیر مسلم ہجتے

نہیں کسی کا ہندو یا گیرمنڈ و ہونا کسی کا کیتھولک اور کسی کا پر ٹیٹھنٹ ہونا ایک ذاتی و تجھی معاملہ ہے جو آئین کو متاثر نہیں کرتا۔ لہذا اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ حکومت ہبھی عقائد کی باولیکیوں میں پڑے اور نہ بھی شخص کے عالمہ میں بہت زیادہ اختیار امیر ہے۔ لیکن پاکستان ایک نظر سریانی نسلکت ہے۔ آئین میں اس کا نام اسلامی جمہوریہ نہ کہیں ہے اور صدرِ اخلاق اخلاق میں مذہب ایضاً کو اس درجہ پر نہ کہیں ہے۔ اسے کہ کوئی غیر مسلم حمدہ ملکت نہیں میں میں کہ نو احمدیاں اتنا فاق ہے۔ ایسی حکومت میں قدرتی بات ہے۔ اور دا شوری بھی اسی کا ناقصاً اکثر قیمتی کے وہاں کی حکومت ہے بھی شخص کو غیر معمولی اہمیت دے اور کسی فرد یا گروہ کے لئے یہ سمجھا نہیں نہ چھوڑے کہ وہ غلط طور پر خود کو مسلم کہہ کر وہ خصوصی مفادات حاصل کر لے جیسیں آئین میں طے کر دیا گیا ہے۔

دا شوریہاں بیٹھے باہیں بنائے ہیں اور مگر مجھ کے آئیناں کی اکتوں سے جاری ہیں۔ کافی وہ جانتے کہ قاریانہ میں کس طرح پاکستان کے پیغمبار کیلی ہی مذاہب پر قبضہ کر کے کیسے کیسے تکلیف لے لے۔ ان کا ہمیہ گوارث ریاست اسٹیٹ دہ اسٹیٹ کا نمونہ ہے۔ اس کے حق میں خصوص ترین قوائیں ہے اسی لئے ہوا سیکریتیری طبیعی مذاہب ان کے قبضے میں نہیں اور خدا بزرگش کے حکماء ایسیں ہر طرح کی روایات سے نوازنے تھے۔ احمدیوں نے اسلام کی تبلیغ کے نام پر قادیانیت کی تبلیغ کی۔ اسلام کی جڑیں کھو دیں اور اس خدمت کا سارا خیج اور ”انعام“ مسلمانوں ہی کے خزانے سے وصولی کیا۔

یہ کہتا کہ:-

”کہاں یہ بات کہ دوسروں کو حلقہ بگوش اسلام کیا جائے اور کہاں یہ رجوع کر جائیں لا کوہ مسلمانوں کو جو علی الاعلان اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں یہیک بینی دو گوش اسلام کے دائیں سے نکال کر کفر کی تاریکی میں وصلیل دیا جائے۔“

محض پچھا نہ باتیں ہیں۔ کفر کے انہیں میں قادیانیوں کو پاکستانی فیصلے یا علماء کے قتوں نے نہیں دھکیلا اس انہیں

شیخ چلیوں کی سی باتیں سہی مگر کم تھیں اور الون کو مژده! مرجا۔ مبارکباد! بریلویوں سے کچھ بعد نہیں کیونکہ ان کے علم و فنکر اور اخلاقی حالت کا جائزہ ان کی بے شمار تحریریوں سے ہوتا ہے وہ بھی ہے کہ جہالت اور صفاتِ غباوت کی کوئی قسم ایسی نہیں جس کا صد و ران سے ممکن نہ ہو۔ قرآن حدیث سب سے حاصلِ منطق، علم کلام، ادب ہر ایک سے نا اشنا۔ خدا نے بھائیوں میں مردوں اور پروروں فقیروں سے مرادیں مانگنے والے دوسروں کی تحریریوں کو تو سخن کرنے والے افزاپردازی اور ہرزہ سرانی میں طاق۔ اتنے موہرِ شخص کو دوڑخ میں دھکا دئے کے رسما۔ طالطہ اقبال مولانا ابوالکلام آناد، اطلاع حسین حنائی، علم مشبل نعمانی، مولانا علی گوہری سب کو بر ملا کافر و مرتد قرار دیتے والے مولانا آزاد ایقیفر "ترجمان القرآن" کو بلا تکلف "ناپاک کتاب" لکھنے والے ان سے خرافات اور فتنہ پروردی اور پروفیشنل کے سوا تو قبھی سی کاربیئری ہے میکتی ہے۔ ان کے امام الائمه، شیخ اشیوخ مولانا احمد رضا خاں صاحب جب ہر نے سے در گھنٹے پہلے یہ وصیت کرتے ہیں کہ:-

"اعزاء اگر یہی خاطر ممکن ہو سکے تو فاتحہ میں ہفتیں دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا کریں۔ دودھ کا بڑف خانہ ساز اگرچہ چھینس کے دودھ کا ہو۔ مرغ کی بربیانی۔ رنگ بلاؤ۔ خواہ بکری کاشائی بباب۔ پرانے اور بالائی۔ فرشی ایارد کی پھر بیری دالا مج اور ک دلوازم۔ گوشہت بھری کچوریاں۔ سیب کا پاپ۔ انار کا پاپ۔ سوڈے کی بوٹ۔ دودھ کا برقٹ۔" روضہ ایمان شرفیت و صیحت نمبر ۱۸۔ بحوالہ بریلوی فتنہ کا نام و پ)۔ تو خود سوچ لیجئے کہ ایسے شیخ کے شاگردوں اور اسے مرشد کے مسترشدین کی عقول سوائے معدے کے اور اس جگہ قیامت پر ہو گی۔ اگر کبھی بریلوی دانشوروں کے طفیل دیوبندیت اور اور بریلویت کا کوئی مقدمہ کسی عدالت میں نہیں ہو تو ہمارا خیال یہ ہے کہ تنہا اسی وصیت کا حج کے آگے رکھ دیا جانالے

کیونکہ وہ مرزا تی ببوت کے منکر ہیں۔ افسوس کہ داش و رضا حاجان بریلوی اور غیر بریلوی علماء کے اختلاف کو اسی نوع کا اختلاف بھی ہے جیسا قادیانیوں اور غیر قادیانیوں کے درمیان ہے حالانکہ یہ پر لے سر سے کی جائے بصری اور کم عقلی ہے۔ انہیں سچھا جائے کہ محمد رسول اللہ ص کے بعد کسی امتی کا دعوہ ببوت ایک لاثہ در جہہ بھیانک فتنہ ہے جسے کسی دوسرے فتنے سے ممتاز نہیں دی جاسکتی۔ قادیانیوں کے کفر بریلوی دیوبندی، اہل حدیث اور تقویٰ ہیں۔ اسیاتفاق کی بنیاد پر اکتن کی قومی انسٹیبلی نہ کوہہ فیصلہ کر سکی۔ یہ اور اس فیصلے کو تمام ملک میں سراہا گیا ہے۔ بریلوی الگ غیر بریلوی کو یا غیر بریلوی بریلویوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کریں تو اسے خصوص دیوانے کی طرف تراویدیا جائے گا کیونکہ اس مطالے پر ملک کے تمام علماء کا اتفاق ہے ایمانیوں پر مشتمل

فارقیط حصار کے مضمون پر تو بصیرہ ختم ہوا۔ وہ یا ان کے کوئی حمایتی اگر لوٹ کر آنکھ ملانے کی جرأت کریں گے تو قرآن و حدیث اور ارشاداتِ سلف کا ایک پورا خزانہ ابھی ہمارے پاس بحمد اللہ حفظ ہے۔ نقل اور عقل ہر میدان میں ہم ان تمام ہنفوادت کا سچھا کریں گے جن سے دین کا خلیلیہ لگڑ جاتا ہے۔ مزید یہ کچی بات اور کہی ہے کہ فارقیط حصار نے خدا جانے کس عالم میں جو شہ بریلویوں کو دی ہے وہی مولانا عبد الماجد دریابادی نے بھی اپنے صدقہ جدید میں ذرا مرزا نہ انداز میں اُس وقت دی تھی جب پاکستانی فصلے پر افسوں نے بصیرہ فرمایا تھا۔ خیر سے ہمارے ایک ذی علم دوست نے رام نگر سے ہمیں مطلع کیا ہے کہ..... مقام پر بریلویوں کی ایک ملنگ "ہو بھیتی" ہے جس میں ایک تو یہی تجویز یا اس ہوتی ہے کہ غیر بریلویوں کو غیر مسلم قرار دینے کا مطالبہ حکومت سے کیا جائے۔ دوسری یہ کہ ان پر خدا اور رسول کی توہین کا مقدمہ دائر کیا جائے۔

اکابر و مشاہیر کی طرف سے ملی ہے۔ انہوں نے اسی عجائب

ہم نے بھی اور ان میں کہیں وعدہ کیا تھا کہ ڈاکٹر اقبال کے خیالات بھی نقل کئے جائیں گے۔ خوش قسمتی سے ہمیں ہونا ملی میاں کا ایک منفرد تمثیل میں مل گیا ہے جس میں دیگر ابہانی عترت کے ساتھ ڈاکٹر اقبال کے بھی خیالات شامل ہیں۔ اسے اسی شمارے میں " قادریت " کے عنوان سے پڑھئے۔

بادر کردارے گا کہ بہریلوی نذریب پریٹ پوچا کا دوسرا نام ہے۔ غصہ بستے، لگا ایک شخص دنیا سے جا رہا ہے مگر اسے یہ پھترے سے سوچ رہے ہیں۔

بہر حال چاند پر تھوکنے اور آسمان میں سولاخ کرنے کے منصوبے اگر کوئی کاٹھتنا ہے تو ہم اور چارے ملک، کا قانون اس کی وقت تنقید پر پہنچے نہیں بھاسکتا لیکن یہ بات فرشتوں نے ضرور نوٹ کر لی ہو گی کہ ایسے منصوبوں کی شہ مولانا نادریابادی اور حضرت عثمان فارقلیط جیسے مومن

مارگ دیپ (ہندی)

اسلام کی بنیادی تعلیمات کو غیر مسلموں تک پہنچانے والا خاص تسلیعی راہنماء۔ جسے پڑھتے تھے غیر مسلم علمقوں یعنی عوت اور پسندیدگی کے ساتھ دیکھا جا رہا ہے۔ سالانہ چند صرف پانچ روپے لیکن اعزازی چیزیں سے آپ پچاس روپے بھی دے سکتے ہیں۔

تبليغ دین کے لئے شش کی اہمیت کا احساس کرنے والے حضرت اپنے زیادہ مالی تعاون کے ذریعہ دار اسکا تاہم طلب ہے۔ ہندی ماہنامہ "مارگ دیپ" روشنی پبلشک ہاؤ۔ کے۔ بی روڈ رامپور دیو۔ پی

اسلام کی پکار

غیر مسلموں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جنوری ملار و پیغمبر کیا تھے اس کے عہدے اخواتِ زائد کرنے کیلئے ہم ہندی میں مسلسل کام کر رہے ہیں۔ دشکتابیں شائع ہو چکی ہیں، قرآن و قرآن و درش، (قرآن کا تعارف)، اسلام کا پرچیزیہ (اسلام کا تعارف)، اسلام کیا سکھا تاہے، حقیقت، جہاد و جزویہ، جہادش حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پرچیزیہ، اور جہادش درست کا آدرس آچرنا (حضور کی سیرت مقدسہ اور اسوہ حسنہ) خاص طور پر قبل ذکر ہے۔ ان کتابوں کو منکرا کر غیر مسلموں کو دیکھئے یا کوئی بھی رقم اس کا رخیر کے لئے ہمیں بھیجئے کہ ہم اس کی تیمت سے مناسب حضرات تک تکتا میں پہنچا دیں۔

ابو محمد امام الدین۔ اسلامی سماہنیہ سون۔ رام نگر (بنارس)

وَصَلَحٌ

راہ در خان میں جب رہ کر پاؤں کے نیچے کاٹ آئے
کتنے ہی اربابِ عزیت ساتھ رہادیکیتھیاں
کوئی ذرا ان سے یہ پچھوڑ رہ وفاکی آسمان کب تھی
ریلِ عزمیت کی راہوں میں ذیارت کب بچھوڑ جپائے

رات تو کالی تھی ہی میکن رات گزر کر صبح جو آئی
اور چھٹے کتاب اُجائے اور بڑھنے نسلات کے سامنے
اب میں سحر کے لئے چاکر کب تک خود کو دھو کا دوں چا
ہونٹ ہوتے جاتے ہیں زخمیں کا یہ عالم میٹھا جاتے

نظر کی جوت بچھتی شعور دید مرٹ گیا
وہاں ہمیں جہاں کوئی زمین و آسمان نہیں
بتا ہجوم بخودی یہ چھر ہے کہ وصل ہے
وہ اتنے پاس آگئے کہیں بھی دریا نہیں

شعور دید جب ہو کہیں نہیں وہ جلوہ مگر
شعور دید ہو اگر وہ جلوہ گر کہاں نہیں
رو طلب میں ساتھ رے جنوں کو بھی خود کو بھی
جنوں اماں ہی سہی خرد بھی را لکھاں نہیں

نبوت اور معجزات ۔ اقران کا مطلب ۔ قرآن میں اضفاف کی بحث ۔ قرآن کے خطا طب
جماعتِ اسلامی کس سلوک کی مشتق ہے ۔ درود اور مولا نام و دو دی ۔ بزم قادر یہ
قبوری تصوف ۔

تجلی کی طاک دھن

بندے کی اپنی تدبیر کا شیخ یا اپنی صلاحیت کا شمرہ یا اپنے
اختیار کا کام نہیں ہوتا بلکہ خالصہ اللہ تعالیٰ کی قوت و
قدرت کا مظاہرہ ہوا کرتا ہے۔ اللہ جنہاں سب بحثتے
اپنی اس قوت و قدرت کا انہیں بعض ان بذریعے
بھی کرتا ہے جنہیں نبوت کا منصب عالم واقعہ میں عطا کیا
جا چکا اور بعض ان بذریوں کے ذریعہ بھی ظاہر کرتا ہے جنہیں
انہی میں صوبہ عطا نہیں کیا گیا۔ حضرت علیؓ ہوں موئی ہو
ابراہیمؓ ہوں محمد رسول اللہؐ ہوں صلوٰت اللہؐ علیہم از
پیر ببرگزیدہ بندے اللہ کے علم اور تقدیری فحصہ
کے اعتبار سے تو یوم ازل سے اس طرح بھی ہیں جو طرح قیامت
تک کا امر واقعہ پہلے سے اللہ کے علم میں ہے یا جیسے
ہر نج کے اندر لوڈایا درخت نئی کی استعمال ادش رو
بھی سے پائی جاتی ہے۔ لیکن کوئی بھی واقعہ اسی وقت
واقعہ کہلاتا ہے جب وہ ظہور میں آ جاتا ہے کوئی بھی
اسی وقت پوچا مانا جاتا ہے جب تم اسے بطن سے
لے آتا ہے۔ نتھر نبوت کی حقیقت میں داخل نہیں

نبوت اور معجزات

سوال ہے۔ از۔ اختر علی خان۔ سلکت۔

بنی تو شروع سے ہی بنتے تھے لیکن ان کو چالیس
سال کی عمر میں کیوں نبوت ملی۔ جس طرح حضرت علیؓ سے
بچپن سے ہی نبوت کے کریمے ظاہر ہونے لگے تھے۔
ولیاں یوں نہیں ہوا، وضاحت کریں؟

جواب ۲:

جس شخص نے بھی آپ کے دماغ میں یہ سوال پیدا کیا ہے
اسی سے آپنے پوچھا ہوتا اے اللہ کے بندے حضرت
علیؓ کو بچپن ہی میں نبوت کب ملی ہے آپ شاید اسی لئے
نہیں پوچھا لکھوڑا آپ بھی اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے
کہ جب حضرت علیؓ سے بچپن ہی سے معجزات ظاہر ہوئے
تو گویا وہ بھی بھی بچپن ہی میں بنادیتے گئے۔ یاد رکھتے یہ
معرض غلط فہمی ہے۔ معجزے کی حقیقت یہ ہے کہ وہ تھی

کیا گا۔ تمام انبیاء قانون فطرت کے مطابق اپنی ماں اور باپ کے تعلق جنسی سے نتیجہ ہی میں منہجہ شہود پر آئے اہذا ان میں سے کسی کو اس کی ضرورت نہیں کرتے تو اس کو یا اعط کر کے اللہ تعالیٰ ان کی ماں کو رسوائی سے بچاتا۔

یہ آئے "کیوں" کا جواب ہوا۔ اب یہ بھی سمجھتے کہ کوئی بھی مجرزہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے مکرر یا برتر نہیں ہوتا۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے اللہ نے چیزوں کی اور نہیں بھی پیدا کی اور ہماقی اور شیر بھی پیدا کئے۔ تھے ذرے بھی بنائے اور چاند سوچ زمین آسمان بھی تخلیق کئے۔ ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ چیزیں اور ذرے کی تخلیق میں جو صفت کار فرمائے وہ اُس صفت سے مکرر ہے جو ہماقی اور چاند سوچ کی تخلیق میں کار فرمائے۔ یہ دراصل اللہ الک اوصاف کا خلود نہیں بلکہ ایک ہی صفت۔ تخلیق و اباداع اور اختراع و صناعی کا صفت تمام تخلیقات میں کار فرمائے اسی طرح مجرزہ خواہ کے بے اثر ہو جانے کا ہو یا مردے کو زندہ کرنے کا یا بے حان چیزوں کے بول پڑنے کا یا آسانوں کے سفر کا ان سب کے تیجھے دی یا قدرت الہی کام کمرہ ہی ہے جو مکرر اور برتر میں تقسیم نہیں کی جاسکتی۔ لہذا اس بحث میں نہیں پڑنا چاہیے کہ فلاں بنی سے فلاں مجرزہ ظاہر ہوا لہذا وہ ان نیوں سے افضل و برتر ہے جن سے اس شان کے مجرزے ظاہر نہیں ہوئے۔ اسکے عکار نضیلات اور برتری کا مدار و حی سے حاصل شدہ علم شفیعی پر ہے۔ وحی کے ذریعہ ثابت ہو چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیث جموعی تمام دوسرے انبیاء، رسول سے فعل ہیں لہذا اب کوئی بھی دلیل اور قرینہ اور منطق اور علم کلام اس ثابت شدہ حقیقت کو بدل نہیں سکتا۔

اقرائے کا مطلب

سوال:- (ایضاً)

جب غار حرا میں پہنچی وحی نازل ہوئی تو حضرت جبریل عزیز ہتھیں کے اے بنی پیر ہیئے تو اس وقت حضور جاب

نبوت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ باقا عذر و حی کے ذریعہ بندے کو اس وصف سے نوازتا ہے۔ معجزات ایک اور نامند ہیں جو دلیل نبوت اس وقت بنائیں ہیں جبکہ ایک بندہ یہ اعلان کر دے کہ میں نبی بنادیا گیا ہوں۔ نبی بننے والے سے پہلا اگر اللہ تعالیٰ کسی مصلحت کی بنا پر اپنے کسی بندے سے مجوزہ ظاہر کرے تو اس کی بنا پر قیاس تو کیا جا سکتا ہے کہ اس بندے کو اللہ کے یہاں کچھ خاص صفت اور قریت حاصل ہے مگر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اسے نبوت مل چکی۔

اب سینے کہ حضرت علیؑ سے سچپن ہی میں حسن معجزے کا انہمار ہوا وہ یہ تھا کہ آپ نصرف بول پڑے بلکہ نہ اتنا بلند اور انش مندانہ کلام آپ کی زبان پر آیا۔ اس کی ضرورت بھی ہر صاحب فہم پر ظاہر ہے۔ ان کی والدہ مریم صدیقہ ایک کنواری خاتون تھیں۔ عام قانون طبعی سے بہت کر اللہ تعالیٰ انہیں کسی مرد کے نطفے کے بغیر ایک پچھے عطا کرتا ہے۔ وہ خوف اور اضطراب میں قوم سے بچھاتے ہوئے ہیں۔ آخر طرح قوم کو لقین دلایا جاسکے کا کہ میں پاکساز ہوں اور باوجود دشیزگی کے اللہ کی نادرت سے مان بنی ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ لاکھہ تین دلاتیں مگر کوئی بھی یقین نہ کرتا لہذا ضرورت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس نکو کار عفیفہ کو پروف ملامت منع سے بچائے۔ اس کی صورت حکمت خداوندی نے پیشو نزیکی کہ وہ پیتا چھے صحیح و بلغ اندر از میں بول پڑے تالہ کسی کو لباتیں شک نہ رہ جائے کہ یہ دنیا جہان سے نہ الہ ہے۔ یہ خدا کے یہاں برگزیدہ ہے۔ اگر یہ ناممکن نہ ہیں گی کہ شیرخوار پر فرضخے سے لوٹے تو پھر یہ ناممکن نہ ممکن نہیں ہو سکتا کہ حضرت آدمؑ کی طرح ایک اور ان بھی دنیا کے بغیر تخلیق پا جائے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اپ قرآن کی سورہ انبیاء، ۵۷ تحریم اور سورہ مریم میں یہ تفصیلات دکھل کر لئی ہیں۔

رت عیسیٰ کے سورا کوئی ابین آدمؑ بغیر باپ کے نہیں پیدا

ترسم ہو جاتا ہے پھر قدرت کی دی ہوئی ذہنی آنکھ سے پڑھ کمزبان کی طرف منتقل کرتی ہے۔ حضرت جبریلؑ نے زبان سے آیات ادا کیں۔ پھنسوڑ کے حافظے کی لوح پر رقم ہوتیں۔ زبان سے چشم دماغ نے انھیں پڑھا اور ارادے کی لہروں پر حلقوں کی طرف روانہ کر دیا۔ گویا فقط قرأت کے معنی الگ ریکھ کر پڑھنے کے بھی طے کر دیے جائیں جب بھی کسی بات کو سننکر دہرانا پڑھنے ہی کے مراد ہو گا۔

قرآن میں اضافے کی بحث

سوال ۱:- (ایضاً)

کہا جاتا ہے کہ قرآن شریف میں ایک نقطہ کا بھی اضافہ نہیں ہوا ہے لیکن قرآن شریف کی تلاوت کرنے کے لئے جو سہولتیں غیر عربی لئے گئیں ان کو کیا کہا جائیں کیا اسکا اضافہ نہیں کہا جائے گا؟

جواب ۱:-

اس سوال کا جواب بھی آپ ادنیٰ تأمل سے پاس کرنا تھا۔ جو سہولتیں جیتا کی گئیں ان پر افضل کا اطلاق نہیں ہوتا۔ مثلاً زبرزیر لگائے تھے۔ صاف ظاہر ہے کہ ان کے لگانے سے پہلے جب قرآن پڑھا جاتا ہو گا تو پڑھنے والے بغیر زبرزیر کے تونہ پڑھتے ہوں گے۔ زبان بہرحال تمام حرکات و ملنکات ادا کرتی ہو گی۔ تو ان حرکات و ملنکات کو کاغذ پر لے آنابس معنی رکھتا ہے کہ جو شے پہلے سے بلا خریر موجود تھی اسی کو قید خریر میں لے آیا گیا۔ آپ اُردو میں بھی اکثر الفاظ پر اعراب و ملنکات استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً آپ نے لکھا ہے۔

”میں خوش ہوں“

کاتب نے اسی عبارت کو زبرزیر دے کر یوں لکھ دیا۔

”میں خوش ہوں“

تو کیا آپ یہ سکیں گے کہ کاتب نے میری بات میں اضافہ کر دیا؟

دیتے ہیں کہ میں پڑھنا لکھنا انہیں جانتا ہوں۔ تو میں پڑھنے سے کیا مراد ہے وضاحت کیجئے۔ کیا حضرت جبریلؑ لکھی ہوئی سورۃ کے کرنازل ہوئے تھے؟ اگر لکھی ہوئی سورۃ کے کرنازل ہوئے تھے تو ٹھیک ہے لیکن الگز باقی بات جست ہوئی تھی تو اس پڑھنے سے کیا مراد ہے؟ وضاحت کیجئے۔

جواب ۲:-

اگر آپ تھوڑے سے غور و منکر کی عادت ڈال لینے تھے کتفے ہی سوالوں کا جواب آپ کو خود ہی مل جائے۔ اب مشاور وزیرہ کی بول چال دیکھتے۔ آپ کہتے ہیں:-

” فلاں شخص نے مشاعرے میں بڑی عمر میں غزل پڑھی۔“

اس وقت آپ کا مطلب لازماً یہ نہیں ہوتا کہ شاعر کا غذی یا ایوٹ بک دیکھ کر غزل پڑھی تھی۔ اس نے دیکھ کر پڑھی ہو یا شخص یادداشت سے پڑھی ہو دنوں ہی صورتوں میں آپ بلا تکلف یہ فقرہ لوٹھیں اور سننے والے بھی دونی ہی شکلوں میں اسے درست سمجھتے ہیں۔

نیز آپ کہتے ہیں۔ ” فلاں امام حلب نے تو غصبہ ہی کردیا۔ مغرب میں پوری سورۃ جمعہ پڑھ دیا۔“ دیکھہ لیجئے امام تو قرآن سامنے رکھے بغیر یادداشت سے پڑھتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ خود ”پڑھنے“ کے لفظ کو ایسے محل میں استعمال کرتے ہیں جہاں کسی لکھی ہوئی عبارت کو دیکھ کر پڑھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

جب لفظ اقرأ کا یہ حماوزاتی استعمال سامنے آگیا تو اب خود سوچ لیجئے کہ آپ کا سوال سوائے جملہ بازی اور لاپرواٹی کے اور کیا معنی رکھتا ہے۔ خود آنحضرت کو بھی یقیناً معلوم ہو گا کہ تو ہمارے حضور عالمؐ معنی میں پڑھنے تھے نہ حضرت جبریلؑ کوئی لکھا لکھایا درج لائے تھے۔

اقراء کے معنی ہیں ”پڑھئے۔“ دراصل قرأت کا اطلاق کسی کلام کو سنکر دہرا نے پر اس لئے ہوتا ہے کہ جو کچھ بھی آدمی سنتا ہے وہ کاون سے داخل ہو کر پہلے حافظہ کی لوح پر

نوع انسانی کی طرف روئے سخن ہے ساٹھ کے قدریب
ملنیں گی۔ جیسے:-

أَذْلَمُ الْإِنْسَانٍ - بل يَرِيُّ الْإِنْسَانَ -
لِيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ - وَإِذَا نَعْمَلُ عَلَى الْإِنْسَانِ -
الْإِنْسَانُ لِفِي خَصْرٍ وَغَيْرَ ذَلِكَ -
رس کے برخلاف آپ پرے قرآن میں ایک جگہ
بھی یا ایھا الْعَرَابُ نہیں پائیں گے۔

رہایہ کہ کہیں کہیں براہ راست عرب ہی مخاطب بن
گئے ہیں تو یہ ایسا ہی ہے جیسے میں آنحضرت کو حواب دے
رہا ہوں تو خواہ میرے حواب میں ہی اصولی اور عمومی
باتیں شامل ہوں مگر خطاب تو آپ ہی سے رہے گا کسی
امریکن یا انگریز یا چینی وجا پائی تو میں مخاطب نہ باسکو
کھا۔ آپ کو معلوم ہے آسمانی کتابیں افراد ہی پر اتری ہیں
وہ افراد خصیں ہی اور رسول کہا جاتا ہے۔ ان افراد کو الشتع
دوسروں تک اپنی ہدایات پہنچانے کے لئے منتخب کرتا
ہے۔ یہ ان ہدایات کو براہ راست اپنے ہی ہم قوموں لو
ہم ملکوں کو پہنچا سکتے ہیں مثلاً قرآن میں تقریباً تین سو
بار اللہ تعالیٰ فقط قبل استعمال فرماتا ہے۔ اس کا مطلب
یہ ہے کہ اے غیر! آپ فلاں یات لوگوں سے کہہ سمجھے۔
اب ظاہر ہے غیر جب عرب میں ہے تو اہل عرب ہی کو
براہ راست مخاطب بنائے گا لیکن آیات میں جونک
اصولی عمومی ہدایات موجود ہیں اس لئے پوری دنیا کے
الہان فی الحقیقت مخاطب ہوں گے۔

حضرت مولیٰ ہوں غیسی ہوں ابراء ہم ہوں یونس
ہوں علیهم السلام ان سے اپنی اپنی قوموں کو مخاطب کیا اور
یہ خطاب پورے عالم کے لئے نہیں تھا مگر رسول اللہ نے
قرآن کے توسط سے جو خطاب فرمایا وہ پوری دنیا کیلئے
تھا جیسا کہ خود قرآن میں اللہ نے وضاحت کر دی ہے۔
وَهَمَا أَشَرَّ سَلْطَانَكَ إِلَّا كَافَّةً لِلْنَّاسِ (اے رسول! ہم نے
تحتم ہی انسانوں کی طرف نبی بنائے ہیں)

اور دیکھئے۔ جہاں جہاں قرآن میں اچھے ہے اعمال

اسی طرح پاروں کی تقدیم، رکوع کے نشانات، آیات کے
نمبر وغیرہ۔ ان میں سے کسی بھی شے پر اضافے کا اطلاق نہیں
ہوتا۔ سو مرتع میں زمین میں اگر آپس افراد کی سہولت کے لئے
جگہ جگہ میلوں کے نشان اور تعارفی بوڑو وغیرہ لگادیں تو اسے
زمین میں اضافہ کون ہوش مند کہے گا۔ زمین وہی سو مرتع
میں ہے۔ ان سہولتوں نے اس میں شااضھا فکیا نہ کی۔

قرآن کے مخاطب

سوال :- (ایپھنا)

کہا جاتا ہے کہ قرآن شریف ساری دنیا کے لئے ہے
اور ایسا حقیقت میں بھی ہے لیکن زیادہ تر خطاب عرب ہی
والوں سے ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ اس کے علاوہ عرب والوں
کے نام بھی قرآن شریف میں ہیں جیسے ابواب، زید، البر
جہل وغیرہ اس کا کیا مطلب؟

جواب :-

یہ آپ نے کیسے کہدیا کہ قرآن میں زیادہ تر خطاب عرب
والوں ہی سے ہے۔ آپ خروع سے آخر تک قرآن کا جائزہ
لیں۔ اس خیال کی غلطی آپ پرواضح ہو جائے گی کیم ویش
سو جگہ تو آپ کو خطاب کے یہ الفاظ ملیں گے:-

يَا أَيُّهُمَا الَّذِينَ آتَمُوا

اَيَّهُمْ اَنْوَاعُ

فراتیتے کیا ان میں عرب یا عجمی کی کوئی قید ہے؟ پوری
دنیا میں کہیں بھی جو شخص ایمان لے آئے وہی ان الفاظ
کا مخاطب ہے۔

تقریباً سترہ اٹھارہ جگہ خطاب کا یہ انداز آپ کے
سامنے آئے گا:-

يَا أَيُّهُمَا النَّاسُ — اے انسان!

ظاہر ہے ان میں بھی عرب کی تخفیض نہیں۔

دو جگہ یا ایھا الْإِنْسَان ملاحت فرماتیں ہے
اور مزید ایسی آیات جن میں عرب و عجم کی قید کے بغیر پوری

قرآن متعارض حکمتوں کے تحت اس الہب اور اس کی شریر بیوی کا ذکر نہ ملت کے طور پر کرتا ہے۔ ایک حکمت تو یہ ہے کہ دین میں خوبی اور بُحْرَانِ کوئی نہیں اصل اہمیت افکار و اعتقدات کی ہے۔ الہب سوں کا چھا تھا مگر اللہ تمام انسانوں کو بتار ہا ہے کہ اس کے ملعون ہوتے ہیں کوئی شبہ نہیں۔ اس کے لئے کلمہ شیر کی کوئی گنجائش نہیں۔ دوسری حکمت یہ ہے کہ رسولؐ کے متعارض بدترین دشمنوں میں سے ایک کاتاً مثلاً کسے کر اللہ نے دنیا کو بتایا کہ دیکھ لیں کیسے کسے ظالموں اور فتنہ کروں نے دعوت حق کی تلافت اور پیغمبرؐ کی ایذار سانی میں یہی چوئی ٹکا زور لگادیا لیکن ان کے لئے سوائے ناکامی رسویٰ کے کچھ بھی نہیں پڑا۔ اس طرح یہ مثال تمام انسانوں کیلئے یقیناً ملائی گئی کہ خبردار دعوت حق اور پیغمبرؐ خدا سے عناد دست رکھنا ورنہ تم بھی ملعون و مردود ہو گئے۔ گویا نام آجانے کے باوجود ایک کافاً درہ عام اور ہرگز رہا۔ اسے اس مثال سے سمجھیے کہ آپ مثلًا یوں کہتے ہیں:-

”زید بہت ہی برا ہے کہ اس نے غیرہ مسامئے سے اچھا سلوک نہیں کیا۔“

تو امر حجہ آپ نے ایک خاص واقعہ اور خاص شخص کا ذکر کیا ہے لیکن اس کا یہ عجومی فائدہ بطور اصول حاصل ہوا ہے کہ ہمارے سے اچھا سلوک کرنا چاہیے اور جو شخص اچھا سلوک نہیں کرتا وہ قابل نہ ملت ہے۔ قرآن میں جہاں بھی کوئی نام و ادعات کی تصریح کے لئے آیا ہے وہاں ہر صورت فہم کو صاف نظر آ جاتا ہے کہ واقعات کے ذیل میں اللہ تعالیٰ تمام ہی انسانوں کو بعض اوصولی و بنیادی بہادر ایات عطا کر رہا ہے۔ شاید کاتاً اس واقعے کے سلسلے میں آیا کہ وہ رسولؐ کے مخبوطے بیٹھے تھے اور ان کی مطلقت سے رسولؐ نے اللہ کی بہادریت کے تحت شادی کر لی تھی۔ نام تو آنا ہی تھا کہ بغیر اس کے واقعہ کا بیان اٹھنے مبتا مگر اسی بیان کے ذیل میں تمام انسانوں کو یہ بہادریت مل گئی کہ مخبوطے بیٹھے کی حیثیت حقیقی بیٹھے جیسی نہیں ہے۔ اس کی مطلقت سے

اور ان کی جزا ستر آکا ذکر آتا ہے سراسرا یہ انداز میں آتا ہے کہ دنیا کا کوئی بھی فرد۔ مرد ہو یا عورت اس سے مستثنی نہیں رہ جاتا۔ منْ عَمَلَ حَمَاجَاهَنْ ذَكْرُ أَدْ اَنْتَيْ۔ إِلَّا الَّذِينَ آتَهُنَا وَعَمَلُوا الصَّلِحَاتِ۔ وَعَدَ اللَّهُمَّ إِنَّا إِذْنَنَا عَمَلُوا وَعَمَلُوا الصَّلِحَاتِ۔ اس طرح کی بیسیوں آیات آپ بہ آسانی قرآن میں دیکھ سکتے ہیں۔ اتنی تفصیل ہم نے اس لئے اختیار کی کہ اپنے خط کے آخر میں آپ نے یہ صاحت کی ہے کہ اس طرح کے سوالات آپ لوگوں سے کسی عیمر مسلم نے کئے ہیں۔ اسے آپ یہ بھی بتائی کہ قرآن میں نام کسی ایک ہی سرزین والوں کے نہیں آتے بلکہ ہر تیرے پیغمبروں اور قوموں کے آئے ہیں جن کا تعلق مختلف سرزینوں اور علائقوں سے ہے۔ موئی۔ عیسیٰ۔ آدم۔ نوح۔ یوسف۔ ابراہیم۔ لوٹ۔ یعقوب۔ داؤ۔ سلیمان وغیرہم علیہم السلام۔ یہ ہمدرات الگ الگ خطوں کے رہنے والے تھے۔

پھر قرآن جس شخص پر اتر اس سے متعلق کسی قصہ اور واقعہ میں نام کسی بروسی یا امریکن یا ہندوستانی کا کیسے آسکتا تھا ان ہی لوگوں کا تو آسکتا تھا جو اس واقعے سے منسلک ہے ہیوں۔ مثلاً ایک شخص تھا عبد العزیٰ جو ابو ہبیب کے نام سے مشہور تھا۔ تمکہ میں رسول اللہ کے گھر کے قرب رہتا تھا۔ رشتہ میں آپ کا چھا تھا۔ اس کی شیطنت اور فتنہ انگری جو کوئی بھی ہوتی تھی۔ یہی وہ نالائق تھا جس نے رسول اللہؐ کی دعوت حق کے جواب میں گستاخانہ الفاظ استعمال کئے تھے کہ ”تیرنا س ہو کیا ہمیں تو نے۔ ہی کہ تھا نے کو جمع کیا تھا“ (تَبَأَلَكَ الظُّنُونَ اجْمَعُتُنَا) اور یہی ملعون تھا جو طرح طرح سے رسولؐ کو تکلیفیں پہچاتا تھا۔ لعنت پر لعنت یہ کہ اس کی بیوی بھی نہایت اخبت تھی۔ وقتاً فوراً اس کے دروازے کے سامنے کا نٹے دال جاتی کہ صبح طرکے جب وہ باہر نکلیں تو پہر زخمی ہو جائیں۔ علاوہ اس کے اس میں لگائی بھجانی کا بدترین مرض تھا۔ بد مزاج اور برد دماغی تھی۔

موجودہ سیاست سے بالکل علیحداً رہ کر بھی اپنے کام کرنے تھے مقاضوں سے ہم آہنگ کر کے عملی طور پر نہایت سرگرمی سے انجام دیتی تو ابتدائے وطن جماعت سے روشناس پر ک خود خود پاکیزہ سماج کی تشکیل اور انسانی حکمرانی سے بالاتر مقتدر اعلیٰ حکومت آئندیہ کے مطالبہ پر مجبور ہو جاتے۔

جواب ۵:-

عزمی گرامی۔ تخلیات و خواہشات کی دنیا اور عمل کی دنیا میں بڑا فرق ہے۔ جو لوگ کچھ زیادہ خیال پرست اور رومان پسند واقع ہوئے ہیں یہ صرف ان کی ایسی ترجیحی آپ کے ارشادات سے ہو رہا ہے اور براز مانیں تو تمہیں کہ آپ ایک ہشت پہلو مسئلے کو ایسی عینک سے دیکھ رہے ہیں جو بس ایک ہی دو پہلو دکھانے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ سب سے پہلے یہ نوٹ کچھ مکمل جماعت اسلامی کی بھی شے کی مدد ہی نہیں ہے بلکہ صرف ادعیٰ یہ یعنی دعوت دینے والی۔ دعوے اور دعوت کا فرق آپ جانتے ہی ہو گئے۔ "حکومت آئندیہ" کے الفاظ سے جونکم فہموں یا کچھ فہموں ہی کو نہیں اچھے خاصے ہمیں حضرات کو قلطان فہمیاں پیدا ہوئی تھیں اس لئے جماعت اس اصطلاح کو ترک کر چکی ہے۔ لہذا اس کے تعلق سے بحث فضول ہو گی۔ ہاں اقامت دین بلاشبہ اس کا نصب العین ہے اور ہونا ہی چاہیئے۔ اس نصب العین کے لئے جتنے دنوں سے وہ کام کر رہی ہے اتنے دنوں میں چوتا سوچ برآمد ہو چکے ہیں وہ ہمارے نزدیک تو بہت شاندار اور امید افزائیں۔ آپ اس کام کی شاید کسی ایسٹ پھر والی عمارت کی تعمیر بھیا کام خیال فرار ہیں کہ وہ سو سال گزر جائیں تو گویا بہت زیادہ مدت گزر گئی، لیکن قی الحقیقت یہ جیسی نوعیت کا کام ہے اس کے اعتبار یہ مدت کچھ بھی نہیں۔ آپ انبیاء علیہم السلام کی تاریخ کا مطالعہ فرمائیں۔ آپ کو اندازہ ہو گا کہ یہ کام تما سخت ہے تا اس طلب کتنا پھریدہ اور کس درجہ صبر آزمائیں۔ اگر آپ ان حالات، وسائل، موسم اور کاؤنٹوں کو نظر میں رکھیں جن کے

بانٹکفت نکاح کیا جاسکتا ہے اور وہ حقیقی بیٹوں کی طرح دراثت میں کوئی حصہ نہیں رکھتا۔

کوئی بھی غیر مسلم اگر طالب حق اور خالص ہے تو یقیناً اس کے لئے کافی شانی ہیں لیکن جسے حق کی طلب نہ ہو اور نیت بس اغراض کرنے کی ہو اسے کسی طرح بھی مفہمن ہیں کیا جاسکتا۔

جماعت اسلامی کس سلوک کی ملتی ہے؟

سوال ۶:- از۔ محمد عبد الرحمن۔ وریگل (اسے۔ پی) جماعت کے مرتبہ دستیور کے مطابق اس کی غرض و غایت اقامت دین اور حکومت آئندیہ کا تیام ہے۔

چنانچہ جماعت اپنے قیام کے بعد سے تا جنک اس خصوصی میں مغلصانہ خاموش طور پر اپنے کنٹرول پر ہے اور مطبوعات اجتماعات اور خصوصی درس گاہوں میں نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے ذریعہ جو کوشش کرتی آرہی ہے وہ سب پر ظاہر ہی ہے اہم اجماعت کی اس اخلاص پر بنی کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ بالکلیسر نہیں تو کچھ نہ کچھ مسلمانان ہند میں جہاں اسلامی عملی ذہنی بیداری پیدا ہوئی ہے وہی اس نے تاثر میں متفقین بھی پیدا کئے ہیں۔ لیکن جماعت اس خصوصی میں ایک طویل تاریخ کے باوجود عملی طور پر وہ انقلاب یادہ کا اجھکا نیام نہ دے سکی ہے جس کی وجہ مدعی ہے۔ بات یہاں تک ہی تھم نہیں بلکہ مورخہ ۹۰۹ء ارنومبر ۱۸۷۴ء کو دہلی میں منعقدہ کل ہند پاکستان جماعت اسلامی ہند کے جنمائی میں جماعت کے صدر کا خطیر صدارت اور دیگر بیرونی ہندو میں کے حالات اور جلسہ کی کارروائی و فرار دادی غیرہ یہاں کے اخبارات رہنمائے دکن و سیاست میں جو شائع ہوئی ہیں ان کے پڑھنے کے بعد جماعت کے تعلق سے ہر ایک کو مالیہ اور تدبیج سا پیدا ہو گیا ہے۔ اور ایک یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا ہے کہ جماعت خالصہ پسند عظیم کام کو چھوڑ کر خواہ نظر یا تی سیاست کا شکار ہو گئی ہے۔ چنانچہ میرا خود بھی یہ خیال ہے کہ جماعت ملک کی

قراردادوں میں کیا چیز اسلامی بھی جس نے "ہر ایک" کو مالیں
نہ بدل کر دیا "ہر ایک" کو تمہاری شاعری کمیں ہے۔
انہی اور ان پر محدود حلقوں کی راستے اور تاثر کا آپ ساری
محفوظ تک چھیڑنے کر دیجئے۔ ہم بلا مبالغہ میں ہزاروں آدمیوں سے
سلی ہیں جن کا نام تراپے مختلف ہے۔

پیغمبر کے جماعت خالصہ لشکر عالم کا کوچھوا کرنا ۰
خواہ قطعیاتی سیاست کا شکار ہو گئی ہے ایک ایسا فیصلہ ۰
جس میں الفاظ توپیں معانی و مصداق نہیں۔ کتنی آسانی سے
لوگ دوسروں کی نیت کے باہم میں فیصلے کر دیتے ہیں۔
ہمارے بھائی ابتدی کامنامہ تو الشادر بندے کے مابین ہے
کیا غصہ بڑھا دیا ہے جماعت اسلامی نے جس کی بنا پر یہ
فیصلہ ہمارد کیا جا رہا ہے۔ کونا قبلہ ہے جس کی طرف جماعت
مڑ گئی ہے۔ ہمارے نزدیک تو جماعت نے پیشہ ملبے دین
سرطان احکام نہیں کیا۔ وہ کسی نے تیجہ یا ضرر سامنے نہیں
سیاست کا شکار ہوئی۔

آنے اپنے جس نیوال کا اظہار فرمایا ہے وہ روشنگر
ضرور ہے کتنی خوبصورت بات کہ اہانت و طعن جماعت اسلامی
سے روشناس ہوتے جس کے تیجے میں پاکیزہ سماج تشکیل ہو گیا
اور اب سارے عوام اٹھ کھڑے ہوتے کہ اے سخت تیغونو
حکومت کوہی قائم کرو۔ مگر پارے بھائی۔ یہ خواب کی باتیں
ہیں۔ بلندی خیال سے اینٹ پکھ کی دنیا میں ایسے تو بات
وتنی خوبصورت نہیں رہتی۔ اپنے رسولؐ کی حالت ٹیکسی پر
چکا دیا لئے۔ نظر بیانی اور حریقی اور اقتصادی کوئی سیاست
ایسی ہے جس کی وادیوں سے آپ نہیں گزرے اور کبھی حکومت
اکٹھی اتنے رومنوی اندیزیں قائم ہو گئی۔ ساحل پر کھڑے
پوکر طوفانوں سے لٹکنے والوں کو شورے عدالت ناہر
آسان ہے لیکن نظریات کے تخلیقاتی حسن اور حقائقی تک شکن کامیوں
کا فرق اسی وقت جسوس ہوتا ہے جب آدمی خود طوفانوں
میں پھر جائے۔

سچائی اس کے سوا کچھ نہیں کہ جماعت اسلامی ہندیا جماعت
اسلامی پاکستان۔ دونوں جگہ کچھ غیر معلوم انسان ہی اپنی سی

یحوم میں جماعت اسلامی کام کر رہی ہے تو ہمارے نزدیک
اپ کو اس تیجہ پر بچنا چاہیے کہ جماعت اسلامی نے اللہ
کی رحمت سے بہت کم وقت میں بہت سارے کام انجام دے
ڈالا ہے اور جمتوں ابھی تک خال ہوئے ہیں وہ نہایت
حوصلہ افسزا اور قابل تکمیل ہیں۔

ذرائعوں سوچے گئے نزد راوی بے رسائل افراد کا ایک
چھوٹا سا گروہ تکی مبتکار خزمیں پر ایک عمارت تعمیر کرنا چاہتا
ہے لیکن ایک طرف تو اس کے پاس ساز و سازان اور سڑک
بہت قبول ہے دوسری طرف بے شمار لوگ اس کی خلافت
پر آمادہ ہیں۔ یہ لوگ صاحب اقتدار بھی ہیں اور صاحب
رسوخ بھی۔ یہ نہیں چاہتے کہ عمارت بنے۔ ان کی خلاف
اور معاندانہ سرگردیاں بردا بر جاری ہیں۔ مزید یہ کہ یہ نہیں
شدود سے چل رہی ہیں اور طوفان احمد احمد گر آر ہے
ہیں۔ موسم انتہائی ناساز گاری ہے۔ تھریلی زمین مہاروں
کی گدالیں توڑے دے رہی ہے۔ اور نہیں سے پھر اطراف تا
ہے تو دلدل نمودار ہو جاتی ہے۔ چارائیوں کا جنم امشکل۔

ان حالات میں حیرت ناک اور قابل تعریف یہ ہے کہ
اتنی نریادہ دشواریوں کے باوجود یہ گروہ بہت نہیں ہوا ہے۔
ارادے سے باز نہیں آیا ہے اور کچھ نہ کچھ ستون اور دو ایں
اس نے اٹھا ہی دی ہیں۔ میں میں میں میں میں میں میں میں میں
اس طرح کے کام کے لئے زیادہ تھوڑا کرتے ہیں تو اس سے
بھی جماعت اسلامی کی حسینی ہی کا پہلو نکلتا ہے نہ کہ اعڑیں
اور تحقیر کا۔ اس لئے گر جو لوگ جتنی زیادہ مدد کرنے والیوں
سے نہ رکا آزار ہیں۔ جتنے زیادہ دنوں تک شہادت استقلال
کا مظاہرہ کریں۔ جتنی نریادہ جو ایک اور سختیاں جھیل جائیں
اوہ نی دیر تک میوسی اس پر غالب نہ آئے پاسے اتنا ہی
زیادہ اٹھیں قابل تعریف بچنا چاہیے۔

جماعت اسلامی کے حالیہ باخوبی اجتماع میں ہم بھی
تھے۔ ہم نے بھی اس سب کچھ سنا اور دیکھا ہے۔ ہماری نہمنا انص
میں تو یہ بات آئی ہے کہ اس اجتماع کی کارروائیوں اور

کرتا ہے انہیں جماعتی کمزوریوں کی فہرست میں نہ رکھنا چاہئے
مثلاً موجودہ امیر جماعت یا قائم جماعت یا مددیر دعوت کسی
معائے میں غلط روایت اختیار کرتے ہیں تو ان کی ذاتی اوجھاتی
حیثیات کا لطیف فرق ملحوظ رکھتے ہوئے ہی اس روایت پر
گرفت کرنی چاہئے۔

اللہ ہم سب کو نبی اخواز اور ملی بھائی چائے کے
اخلاقی مقاصوں کو سمجھنے کی توثیق اور ان پر عمل کا سبق حطا
کر لائے۔ آمین۔

درود اور مولانا مودودی

سوال ۱:- از شیر عالم ایم۔ ۱۔۔۔ تقبیا (چپارو)
کیا درود و شریف مختلف طریقوں سے مردی ہے۔ یا
ایک ہی درود ابراء کیا ہے؟ ایک کتاب "خطبات" میں نماز
بین آپ کیا پڑھتے ہیں کے حوالے سے ایک مضمون ہے اس میں
مولانا مودودی نے درود و شریف کو جو نقل کیا ہے تو اس ہی
اللٹھ سہ حلی کے بعد مستید ناؤ مولانا کا اضافہ کیا ہے۔
جود و دراء ابراء کی میں نہیں ہے۔ یہاں ایک علم دین سے ہم نے
رجوع کیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ اضافہ خلاف اولیٰ ہے مگر وہ
ہے۔ اہذا میں کم پڑھا لگا ایک تذبذب میں بتلا ہو گیا ہوں۔
مہربانی فرما کر آپ اس سلسلے میں تشفی بخش جواب خایت فریش

جواب :-

نماز میں جود و درود پڑھا جاتا ہے بنی شکر دس میں سیدنا
ومولانا کے الفاظ نہیں ہیں اور ہمارا خیال ہے کہ مولانا مودودی
اسی مقام پر سہوایہ الفاظ لکھ گئے ہیں۔ تاہم اسے سہوئی نہیں
اور یہ بھیں کہ وہ خود بھی نماز میں ان الفاظ کے ساتھ درود پڑھتے
ہوں گے تو اسے "مکروہ" قرار دینے کے لئے دلیل کی ضرورت
ہے۔ تھیں اس سلسلے میں جو کچھ علم ہے وہ یہ ہے کہ احادیث صحیح
میں یہ درود مختلف الفاظ کے ساتھ مردی ہے۔ مثلاً مسلم شریف
میں حضرت ابو مسعود الانصاری کی روایت سے یہ الفاظ ہیں۔
اللهم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی

کوش میں لگے ہوئے ہیں۔ یہ اپنی اپنی سمجھ کے مطابق فلاج
دین و ملت کے پرداگر اک بتاتے رہتے ہیں اور بدلتے ہوئے
حالات میں اپنی اسکیموں کو نہیں رکھ دیتے رہتے ہیں۔ ان
سے تھیاں فنکر کو تمہ کی خطا میں بھی ہوں گی۔ لیکن ہم ان کی
کسی خطا پر دفعتاً اسہا پسند از دیوار کرنے لگیں تو یہ
ھلکی زیادتی ہو گی۔ پھر سے یہ کہہ دیا کہ جماعتی تبلیغت
کو ترک کر بھی ظلم بھی ہے اور نادانی کا انتظام بھی۔

آپ یا کچھ اور لوگ اگر دیانتہ پر سمجھتے ہیں کہ فلاں
میدان میں جماعت کا کوئی قدم غلط لڑ پر اٹھا ہے تو
آپ کی اپنی تبلیغت اور خلوص کا مقاضا پر ہونا چاہیے کہ
جماعت کے ذمہ داروں نے اسکے اپنی بات مدناسب ازداز
میں پہنچا ہیں یہ نہ ہونا چاہیے کہ دفعتاً بڑے بڑے قیصہ
صادر کرنے لگیں۔

ہمیں خود جماعت اسلامی ہے اسے بعض جزویات ہیں
اختلاف ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر اختلاف میں ہم ہی
برحق ہوں۔ نہ یہ ضروری ہے کہ ہماری نظر صلاح اور
ضرارات کے ان تمام گوشوں تک پہنچ ہی جائے جن تک
جماعت کے اہل التراث کے کی پہنچی ہے۔ لئے ہی گوشے اور
زادتے وہ ہوتے ہیں جن کا اذر ایک حاذپر کام کرنے والے
ہی کر سکتے ہیں دُور اقتادہ نہیں کر سکتے۔ لہذا اپنے حق اختلاف
کو حفظ رکھتے ہوئے ہم اپنا فرضی اس بھی بھی سمجھتے ہیں کہ
خدا کے یہ سچے بندے جو جماعت اسلامی کے نام سے
میدان جہد و عمل میں اُترے ہوئے ہیں ہماری محبت،
دعا، خیر خواہی اور حوصلہ افسزائی ہی کے سخت ہیں نہ کہ
ہدف ملامت اور مور و طعن اور نشانہ اعتراض بنانے
کے۔ ان میں سے جو شخص نادانستہ طور پر غلطی کرتا ہے
وہ بھی انشاء اللہ ایک ثواب کا حضور مرتضیٰ پر کام کو نکلے اللہ
قلوب واذہان کا حمال نہیں ہے۔ لا یکلفت اللہ نفساً
الآن و سعہا۔

اور یہ بھی نظر میں رہتے ہے کہ بعض کمزوریوں کا تعلق
انسراد کی ذاتی سرشست اور مزاج و طبیعت سے بھی ہوا

آل ابراہیم و باراک علیٰ محمد و علیٰ آل محمد کما
باسرکت علیٰ آل ابراہیم فی العلمین انٹھ حمید
مجیدا۔

اس کے بعد حضرت کعب بن عجرة کی روایت میں
بھی علیٰ ابراہیم نہیں ہے بلکہ صرف علیٰ آل ابراہیم
ہے اور اس کے بعد انٹھ حمیدا مجیدا ہے۔ تقبیہ عبارت
نہیں ہے۔

اسی روایت کو سلم نے ایک اور سند سے نقل کیا ہے
اپس میں لفظ اللھتم نہیں ہے۔ اس کے بعد ایک اور
روایت میں یہ الفاظ ہیں:-

اللَّهُمَ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ عَلَى اَشْرَافِ اِجْمَعٍ وَ ذَرِّيَّتِهِ
كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آئِلِ اَبْرَاهِيمَ وَ بَارَكْتَ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ عَلَى
اَشْرَافِ اِجْمَعٍ وَ ذَرِّيَّتِهِ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى اَبْرَاهِيمَ
اُنْتَكَ حَمِيداً مجیدا۔

یہ تو سلم شریعت کی روایات کا حال ہے۔ الودا و د
شریف میں ایک روایت ان الفاظ میں بھی آتی ہے:-
اللَّهُمَ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ السَّبِيلِ الْأَقْرَبِ الْخَ-

او ر د و سری روایت میں یہ الفاظ ہیں:-
وَ اَنْرَفْلَاجَهُ اَمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ وَ ذَرِّيَّتِهِ
وَ اَهْلِ بَيْتِهِ۔

ان نقطی امتیازات کے علاوہ سلم اور الودا و د شریف
کی کسی بھی روایت میں علیٰ ابراہیم و علیٰ آل ابراہیم کے
الفاظ اٹھتے نہیں ہیں حالانکہ جو درود ہم اخاف کے یہاں
راجح ہے اس میں یہ الفاظ موجود ہیں۔

شاید عام روایات کے اسی مطالعہ نے حافظ ابن قیم
جیسے وسیع العلم کو بمعاالطہ رہیا کہ کسی بھی صحیح حدیث
میں ابراہیم اور آل ابراہیم کے الفاظ اٹھتے نہیں ہوئے
ہیں یا تو صرف "ابراہیم" ہے یا صرف "آل ابراہیم"۔ یہ
 بلاشبہ معالطہ ہے جیسا کہ ابھی ہم درضاحت کریں گے۔
لیکن اس معالطہ کی وجہ بھی تو ہے کہ احادیث میں یہ
درود بر الفاظ مختلف روایت ہوا ہے اور وہ رفاقت جو تم

اخاف کے یہاں موجود ہیں نہیں ناد روکیا ہے۔
ان تفصیل کا حال یہ نکلا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم سے تعلیم تو تقدیما ثابت ہے کہ نماز میں احتیات کے
بعد ان پر درود بھی پسندیدہ ہے مگر جو الفاظ میں بھیجا جائے
ان کی روایات مختلف ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ تمام درودات
یکسان متعین الفاظ کی خبر دے رہی ہوں۔ اسی لئے یہ فتویٰ
دینا کہ احتیاف کے یہاں جو الفاظ اختیار کرنے لگئے ہیں ان
میں کسی ایک بھی لفظ کا حذف یا اضافہ مکروہ ہے صحیح نہیں
علوم ہوتا۔ خصوصاً اس سیستم نامود نا کے الفاظ فی
نفس کسی اختلاف کی گنجائش نہیں رکھتے۔ تمام مسلمان اپنے
بھی کسی درود بھی اعلیٰ تعریف و تنظیم پر متفق ہیں اور ان سے درود
میں کوئی قابل ذکر طول بھی پیدا نہیں ہوتا تو اس اضافہ
کی کراہیت کا دعویٰ دلیل کا طالب ہے۔ سہیں ایسی کسی دلیل
کا علم نہیں۔ جن عالم دین نے کراہیت کا حکم لگایا ہے وہ
اگر دلیل بھی بتا دیں تو ہم جیسے علموں کو روشنی ملے۔
ایک بات سوچنے کی ہے۔ نماز میں درود نہ نرض
ہے نہ عا جب۔ یہ چھوٹ جائے تو بلاشبہ نماز ہو جاتی ہے
اس کے عکس احتیات و احراب ہے۔ یہ حب تک پڑھ لی
جائے نماز مکمل نہیں ہوتی، مگر اس تک شے الفاظ انہر کے
یہاں مختلف فیہ ہیں۔ ہم اخاف جو الفاظ پڑھتے ہیں وہ
تو معلوم ہی ہیں۔ ماقبلیکے الفاظ ابتدائی یہ ہیں:-
التحیات اللہ الذکریات اللہ الطیبات
الصلوات اللہ اللہ۔

شافعیہ کی احتیات کا آغاز یوں ہے:-

التحیات المبارکات الصلوٰت الطیبات اللہ
اوہ آخر میں شافعیہ یوں پڑھتے ہیں:-
و اشھدُ أَنَّ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا رَسُولَ اللَّهِ
پھر یہ بھی معلوم ہے کہ ان میں سے الفاظ کی کوئی بھی
ترتیب کسی امتیاز کی طوری ہوتی نہیں بلکہ احادیث رسول
ہی میں موجود ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ احتیات اور
درود ان چیزوں میں سے ہیں جن کے باہم میں اللہ نے یہ

حدیث میں محمد بن اسحاق کے طبق سے ایسا ہی روایت کیا ہے۔ چنانچہ اخفاض جو درود نماز میں پڑھتے ہیں اس کا تنہ ٹھیک ان ہی صحیح احادیث کے مطابق ہے۔ حافظ موصوف کا یہ خیال درست نہیں کہ کسی بھی صحیح حدیث میں ابراہیم اور اُل ابراہیم کا ساتھ ساتھ ذکر نہیں۔

کچھ قارئین کے قلب میں شاید گمان پا ہو کہ ہم نے خواہ مخواہ جواب کو طول دیا۔ مختصر ابھی اپنا مقام پر میریان کر سکتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مولانا مودودی کی کتاب "خطبات" غیر معمولی شہرت پاچکی ہے اور لاکھوں انسانوں کے مطابق سے گذر تی ہے۔ ان میں سچنے کسی کو بھی اس طرح کا وسوسہ نہ رہا ہو وہ مطمئن ہو جائے کہ درود مشہور میں یہ دو نقطی اضافاً ذکر اہم کے خانے میں نہیں آتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ویسے ذکر کوہ عالم دین الگ کر اہم کے فیصلہ پر مصروف تو ان کے لئے تجھی کے صفات حاضر ہیں۔ مالمانہ انداز میں اپنے فیصلے کی صحت ثابت فرایں۔

قارئین یہ ضرور مخنوظر ہیں کہ یہ بحث نماز کے اندر والے درود سے متعلق ہے۔ خارج از نماز پڑھتے جانے والے درود میں سیدنا و مولانا مجیسے الفاظ کا شامل خلاف ہے وی تو کیا ہوتا انشاء اللہ برکت میں اضافے کا باعث ہو گا اصلی اللہ علیہ وسلم۔

وہ جو ابا جن کے سوال احذف کر دیتے گئے بزم قادر بیہ

یہ کتنا بچے کا نام ہے۔ اسلام آباد (شیر) کا مطبعہ بیجنے والے مصروف ہیں کہ اس پر تفصیل بحث کی جائے۔ ہمارا حال یہ ہے کہ اس کے مائل پر چھپے ہوئے قطعہ ہی کو کو دیکھ کر بڑھاں ہو گئے۔

بادشاہ ہر در عالم شاہ عبد القادر درست
سرور اولاد عالم شاہ عبد القادر درست
آفریاب و ماہتاب و عرش کرسی و قلم
لور قلب نزور اعظم شاہ عبد القادر درست

گنجائش رکھی ہے کہ احادیث صحیحہ پر غور و فکر کرنے کے بعد الفاظ اکابر تن کی خلاص عالم دین کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہوا اختیار کرے۔ اس پر خطاب یا کلام اہم کا اطلاق نہیں ہو گا۔ مکروہ بھلا وہ چیز کیسے بتو سکتی ہے جسے امام مسلم اور امام ابو داؤد جیسے علمی حجت میں نے عدمہ مسدود کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مسوب کیا ہے۔ سیدنا "کا لفظ لا بہر حال آپنے شوافع کے شہر میں دیکھ ہی لیا۔ میکن یہ لفظ حدیث میں وارد شدہ کہی کی درود میں آیا ہو، اس سے واقعہ نہیں۔ مذکورہ عالم دین بھی ذمیں کی کتابوں پر درود کے محتلف متن دیکھ لیں ہمیں ان میں یہ لفظ نظر نہیں آیا۔ بخاری۔ سلمان ابو الداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔ سند نام احمد مسند بیہار۔ صحیح ابو عوانہ۔ صحیح طبرانی اوسط۔ الگرفة شافعی یہیں سیدنا "کا اضافہ نہیں کیا جو درد ہے حالانکہ یہ لفظ احادیث درود میں وارد نہیں تو" مولانا "کے لفظ کا اضافہ مکروہ بات کی نہیں تھی میں کس نے اگرچہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی تعظیم میں اس لفظ کا استعمال ہم سب کے نزدیک درست ہے۔

یہ توضیحات ہم نے اہل علم کے لئے پیش کیں پسندیدہ ہمارے نزدیک بھی یہی ہے کہ اخفاض اور شوافع وغیرہ اپنے مسئلہ کے مطابق نماز میں وہی الفاظ دہرائیں جو صحیح بھائیتے ہیں۔ ان میں اضافہ یا کم کریں۔ غالباً میں اس مودودی کو بھی یہی پسند ہو گا اور جیسا کہ ہم خیال ظاہر کرئے کے زیر بحث الفاظ اتفاقاً ان کے قلم سینکل کے ہوں جسے لیکن الگریح سمجھ کر وہ ان الفاظ کا اضافہ کرئے ہیں تو اسے بہت سے بہت خلاف اولیٰ کیا جا سکتا ہے "مکروہ" نہیں۔ ہر خلاف اولیٰ بات "مکروہ" ہرگز نہیں ہو اگر تی جب کہ نقہ میں لفظ مکروہ ایک معین ضموم رکھتا ہے۔

خاتمے پر ہم ابن ثقیل کے سہی تو پر کر دیں۔ امام بخاری نے جلد اول کتاب الانبیاء میں بحسب بن عجرۃ کی جو روایت بیان کی ہے اسیں ابراہیم اور اُل ابراہیم دونوں موجود ہیں۔ نیز طبری نے بھی ابو سعد الدینی کی

معلوم ہوتا ہے ان لوگوں نے موجودہ قرآن کے علاوہ کوئی قرآن آسان سے اُتار لیا ہے اور احادیث رسولؐ کے علاوہ کچھ حدیث کسی سمندر تک تہی سے نکال لی ہے۔ وہ موجودہ قرآن و حدیث سے تو ایسی کوئی شریعت نکالی نہیں جا سکتی جبکہ اسی بندے کو وہ مقام حاصل ہو جہاں مذکورہ قطعہ شاہ عبد القادرؒ کو بخدا یا ہے۔

انہوں ان لوگوں نے مذکورہ حقیقی کو بھی رسولؐ اور شریعت خود ریاضی صاحبها الصناعة و الاسلام کا بھی حقیقی اڑایا۔ عیسائیوں نے حضرت علیؓ علیؓ کو خدا کا بیٹا بنایا تھا۔ جاہل اور عسکری صوفیوں نے امت کے بعض اولیاء کو خدا کا وزیر عظم بلکہ بعض حالتوں میں خدا کا ہم سرشار و ال۔ پر و ان خیال کا یہ مقابله ایسا ہی مقابلہ ہے جیسے ایک شرمنے درباری فتحتہ گویوں سے کہا تھا کہ جو تم میں سب سے بڑا جھوٹ بیٹے کھا اسے العام و اکر اپنے زبانا جائے گا۔

تصوف و فن ہے جو اللہ کی اعلیٰ

میں زیادہ سے زیادہ خلوص پیدا کرنے
کے لئے وضع ہوا تھا لیکن تصوف کے
ناک پر شرکت بادعت کی دلدوں میں جا
پھنسا اس فن کے منہ پر کالک ملتا ہے۔

بریلی اور بدالیوں تو تھا ہی مبالغہ ارائیوں کا گھر۔ شاید کہیں بھی اس سے پچھے نہیں ہے مفصل تنقید کی توقع ہم سے مت رہئے۔ ایسی لغویات کو ہم اہمیت دینے لئے تو کسی بھی اور کام کے نہیں رہ جائیں گے۔

اس کی نسبت کسی خواجہ بزرگ نقشبندیہ مکھانہ کی طرف کی گئی ہے۔ کاش وہ نزدہ ہوتے تو خود ہی وضاحت فراہم کر دے کہ وہ کس مقام سے بول رہے ہیں۔ ہم غریبے جو قرآن و حدیث پڑھتے ہیں ان سے تو پتا نہیں چلتا کہ اللہ کے کسی بندے اور رسولؐ کے کسی انتی کے لئے اس طرح کی مبالغہ آرائی توحید و رسالت کے ساتھ کیسے جمع ہو سکتی ہے۔

دو قوں عالم کا بادشاہ فی الحقیقت خدا کے سوا کوئی نہیں۔ اس کے آخری رسولؐ کو بھی بطور "عظم" سرو رکونیں" کہہتے ہیں کیونکہ خدا کے بعد آپؐ ہی کا درجہ ہے اور جس طرح دنیا میں آپؐ انسانوں کے سروار ہیں اسی طرح آخرت میں بھی آپؐ تمام مختلف سے فائق تر ہوں گے۔

مگر کوئی انتی — خواہ دف قطب ہو، شیخ اکبر ہو، کچھ بھی ہو، شاہ دو عالم اور سر دو اولاد آدم کسی معنی میں کہلایا جاسکتا ہے، یہ ہمارا علم و عقل سے بحال اتر ہے۔ یہ خطاب دیکھ تو گویا خاتم الانبیاء و ولی اللہ علیہ وسلم پر بھی شاہ عبد القادرؒ کو فوکیت کے دلی گئی مزید یہ کہ اخفیں "نور اعظم" بھی کہا گیا۔ چیستاں نہیں تو پھر اسے کس خانے میں رکھیں۔ ہو سکتا ہے کہے والے نے ذہن میں کوئی تاویل محفوظ تھی ہو مگر یہ تاویل اسی کیساتھ قبر میں پائی گئی اور اس ہم حصے میں بھی بھٹ اس کے سوا اچھہ نہیں کہہ سکتے کہ اس طرح کا کلام شرکت میں اور کفر ضریح کے خدو خال رکھتا ہے جو شخص بلا تاویل اسے صحیح مانے وہ قرآن و حدیث کا منکر یا پھر قرآن و حدیث سے بالکل بے خبر ہے۔ تاویل کرے تو الگ چہ اس پر کفر کا فتنوی جلدی سے نہیں لگے کھاگل رسمجاہاتے کھاکے اس کے دماغ میں خلاد اتفع ہو گیا ہے۔ دماغی خل میں مبتلا لوگوں پر علماء کفر کا فتویٰ اس نئے نہیں لگاتے کہ بے چارے ہاگل توہ فرعون القلم ہیں۔ اخفیں اپنی ہی خبر نہیں دین و عقائد کی کہا خبر ہو گی۔

کمال یہ ہے کہ نرم قادریہ کے کارکنوں کے جو اوصاف ضروری اس کتاب کے میں لکھتے ہیں ان میں ایک اس وصف بھی ہے کہ — "اتباع شریعت محمدؐ مجھے بوجبہ تہب خفیہ رکھتا ہو۔"

قبوری تصوّف

شیخ حمزة شیخ فلاں، شاہ فلاں، خواجہ فلاں ان سب پر اللہ کی رحمتیں ہیں۔ یہ اپنی اپنی طبیعتی انجام دے کر دنیا سے جا چکے۔ اسی طرح حضرت علیؓ اور خاتم الانبیاء ﷺ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی دنیا سے جا چکے۔ ان میں جسے تعریف کا کوئی بھی خطاب دیجئے اس خطاب کو شرک و توهّم سے پاک ہونا چاہیے۔ سلطان العارفین، امام الاقیان، شعیر و لپھے خطابات ہیں۔ ان میں کوئی شرک نہیں۔ اسی طرح حضور ﷺ کو سید الابرار، سرور انبیاء، محبوب خدا، مصطفیٰ وغیرہ کہنا بالکل مناسب بات ہے۔ یہ ان کی صحیح تعریف سمجھیں میں مبالغہ نہیں۔

لیکن ان کی قبروں پر میلے لگانا، ان مرادیں مانگنا، انھیں غوث اور دستیگیر بھانا یہ شب شرک کے دروازے اور گمراہی کے دراستے ہیں۔ دعاوں میں میلے اور واسطے بھی شریعت نے لازم نہیں کیے۔ اللہ اگر دیسا ہی سے جدیا تو ان اور حدیث سے پتا چلتا ہے تو پھر بے غبار اور احتیاط سے بھر پور طریقہ ہی ہے کہ براہ راست اسے پکارو۔ اسے ایسا شفیق و کریم سمجھو کر داسطون اور سیلوں کے بغیر ہی وہ اپنے ہر ہر بندے کا مددگار اور درگار اور قاضی الحجاج ہے۔

ویسے اور کراماتِ اولیاء اور شرک و توحید پر مدلل بخشیں ہم بہت کر چکے۔ خلاصہ ان کا وہ ہی ہے جو ہم نے عرض کیا۔ آپ کی سمجھ میں آتے مان لیجئے۔ نہ سمجھ میں آتے تو مزاروں کی کی نہیں۔ ہر شہر دیوار میں شاہ فلاں اور خواجه فلاں کا مزار شریف مل جائے گا۔ جی چاہے پیشان ملکے ہجی چل ہے فسرا دس کیجئے۔ خدا کے حضور ہمچیں کے توانود ہی پتا چل جائے گا کہ غلطی پر کون تھا ہم یا آپ!

درود تاج، دعائے خالق، حزب الحرمہم کسی سے نہیں روکتے بلکہ اتنی لگزارش کرتے ہیں، کہ ان کے مضامین کو اپنی طرح سمجھ لیجئے۔ اگر کوئی بات خلاف توحید نظر آتے

تو ان سے پہنچیز ہتھ پنڈڑتے تو پڑھنے میں مرضالقدر نہیں۔ دیسے یہ نکتہ اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ سب سے زیادہ قبولیت کی امید اس دعا کی ہے جو طریقہ کر دل و دماغ کی تہوں سے نکلی ہو اور جس کے نتیجے یہ یقین و تصور کا رفرما ہو کہ اللہ کے سوکو کوئی کار ساز نہیں کسی میں کچھ قوت نہیں۔ زبان چاہے تمیری ہو، بہنگالی ہو، چینی ہو، جاپانی ہو۔ اللہ ہر زبان سمجھتا ہے اور بے ساختہ دعا میں اپنی ہی مادری زبان میں نکلا کر کری ہیں۔

وظائف و اورادِ یقیناً مفید ہیں لیکن ان سے کہیں زیادہ ضروری یہ دیکھنا ہے کہ ہم جو روزی کمال سے ہیں وہ مکمل طور پر حلال ہے یا نہیں اور ہم پر اللہ اور ربندوں کے چھ حقوقِ عامد ہیں افھیں ٹھیک طرح ادا کر رہے ہیں یا نہیں۔ اگر ہماری روزی حلال ہو اور دونوں طرح کے حقوق بھی ادا کر رہے ہوں تو وظائف و اوراد ہمیں ایسا ہی فائزہ دیں گے جیسے ایک صحت مند آدمی کو مقتوی دو ایسیں اور غنی ایسیں اور ٹانک فائدہ دیتے ہیں۔ لیکن اگر ہمارے بندوق میں حرم اُم کی آمیزش ہے یا ہم اللہ اور ربندوں کے بعض حقوق تلف کر رہے ہیں تو یہ اور اور وظائف کا کچھ فائدہ نہ ہو گا بلکہ ہم مستانتے ہے ان سے ای طبق لفظ ان پہنچے جس طرح ہماراً دمی کو مقتویات کھانے سے دست لگ جاتے ہیں یا جگہ خراب ہو جاتا ہے۔

بات بظاہر عجیب سی ہے۔ اور اور وظائف اور

نقصان دہ! لیکن غور کر جیسے تو کچھ بھی عجیب نہیں۔ اللہ اور ربندوں کے معرف حقوق ادا کرنا افرادِ انص و اصحاب میں داخل ہے اور وظیفہ پڑھنا حصہ نفل ہے جو شخص فرائض و اجات سے تو غفلت بر تے اور نفل میں منہماں رہے وہ گو یا فوز بالش خدا کو بے وقوف بنانے کی فکر میں ہے۔ اسکی شال ایسی ہی ہے جیسے ایک شخص ان احکامات کی تواناز کی کرے جو مالک نے واضح الفاظ میں دیتے ہیں لیکن ان کا مولی میں سرگرمی دھکلاتے جھیں حکم کی حیثیت حاصل نہیں یا

ھفت روزہ عز اکم (لکھنؤ) کا خاص نمبر جدوجہد

آزادی کی تاریخ کیا نکلے۔ ہم کہاں ہیچے۔ ان تمام امور پر نہایت فتح و تحریک اور بصراہ مضمایں نظم شرد و نوں معیاری اور دلنشت۔ یہ ختم نہر آپ کے مطابع کی چیز ہے۔ قیمت — پانچ روپے ۵۰ پیسے۔

(پہلی فرستہ میں طلب فرمائیں ورنہ ختم بھی سکتا ہے)

شہداء بدر شہداء سے بدر کے فخر حالات کو انف

قیمت — ایک روپا پیسہ۔

فتن اسماء الرجال اثر مولانا نقی الدین منظہ احمدی

علم الحدیث کا مدارک اور ایوں کی حالات پر ہے اور ان حالات کو جھنا فتن اسماء الرجال پر تبصر ہے لہذا حدیث رسول سے محضی رکھنے والے تمام ہی مسلمانوں کے لئے یہ کتاب بسیاری فوائد کی حالت ہے۔

قیمت — ایک روپہ ۵۰ پیسے

دین و شریعت امدادی ایڈیشن قیمت مجلد ۵۰ روپے ۱۵۱۔

تاریخ دیوبند

دیوبند ایک قدیم ترین تجھی ہے۔ اس کی سر زمین نے انقلابات کی بے شمار کروٹیں دیکھی ہیں۔ اور اب دارالعلوم کی وجہ سے یہ تجھی میں الاقوامی شہرت کی ماں بن گئی ہے۔ اس تجھی کی تحریک محققانہ تاریخ جناب سید محبوب رضوی کے فلم سے ملاحظہ فرمائی ہے۔ تاریخ تھاری میں صفت موصوف کی بصیرت ایک انتیازی شہرت رکھتی ہے۔ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن تھی پر ختم ہو گیا۔ اب دوسرا ایڈیشن فاضل صفت کی نظر ثانی اور اضافاً فوں کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ صفحات ۱۱۵۔ قیمت مجلد دش روپے۔

مکتبہ ہاتھی جلی۔ (دیوبند) (یہ پی)

پھر بیوں سمجھتے ہیں کہ نیدار اس زخم کا علاج تو کرتا نہیں جس سے خون جاری ہے لیکن اسی دواؤں کی منکر میں لگا ہوا ہے جو نیا خون بتائیں حالانکہ نئے خون سے زیادہ ضروری اس خون کا تحفظ ہے جو کھلے زخم سے ضائع ہو رہا ہے۔

تلذیح الاسلام محمد بن عبد الوہاب تنبیہ بحدی

آپ جانتے ہیں کہ بعدی حضرات اپنے سواتام مسلمانوں کو ”دہائی“ کے نقشبے یاد کرتے ہیں۔ یہ درصل

محمد بن عبد الوہاب کے نام نامی کی طرف تسبیت ہے اور اس تسبیت کو حکایت کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اگر آپ سچائی کے متلاشی ہیں تو اس کتاب کا مطالعہ فرما کر حقیقت سے آگاہ ہوں کہ محمد بن عبد الوہاب کس قدر سنت کے شیدائی بدعت کے دہن اور دین و ملت کے خیز خواہ تھے۔

انگریزوں نے انھیں بدناؤ کیا اور بحقی لوگوں نے اس نامی میں چار چاند لگائے۔ اس کتاب کے مصنف ”قطر“ کے محلہ شریعہ کے قاضی احمد بن جرجہیں اور ترجیح صفوی الرحمن الاعظی نے کیا ہے۔ ترجیح کے علاوہ انھیں مترجم نے بیش قیمت نوٹ بھی خواہی پر بڑھائے ہیں۔

قیمت — سارا ہے چار روپے

صفاوی معاملات جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ اس کتاب میں مولانا اشرف علی نے معاملات کی صفائی کے شرعی طور طریق بیان فرمائے ہیں۔ بڑے کام کا رسالہ ہے۔ قیمت صرف ۶۰ پیسے۔

معجزہ کتاب امدادی ایڈیشن قیمت ۲۰ روپے۔

معجزہ کے تمام پہلووں علم و تفہیم کی روشنی میں گفتگو۔

قیمت مجلد ۴۰ روپے۔

جمال مصطفیٰ درود قریشی کی نعمتوں کا دلکش جموجمعہ۔

قیمت — ایک روپہ

نکیے قلم سے

آہا ہے



مولانا علی میان

قادیانیت

اسلام اور نبوت محمدی کے خلاف ایک بغاوت

شوشنہ نہیں ہے، جیسا کہ بعض لوگوں کا مگان ہے، بلکہ خالص اسلامی مصالح اور مسلمانوں کی تحریکی کا تقاضہ ہے۔ آئیے اس کوتاری اور علمی حقائق کی روشنی میں دیکھیں۔

علمی اور تاریخی حدیث سے یہ بات پایہ ثبوت کو بہرث پیچکا ہے کہ قادیانیت فتنگی سیاست کے طبق سے وجود ہیں آئی ہے۔ صورت یہ ہے کہ ایسیں اور کوئی کو رجاء دل میں بندوستان حشہور و معروف چاہرہ حضرت سید احمد شاہی (۱۸۷۲ء) نے جو جہاد کی تحریکی چلا لی، اس سے مسلمانوں میں جہاد اور قٹیانی کی آگ بھڑک لئی، ان کے میتوں میں اسلامی شجاعت اور حوصلہ میں موجود ہونے والی اور وہ فراز اور دل کی تھی اور میں تھیں میں پر جمع ہوئے اس تحریک کے جھنڈے کے شیخ جمیل حسن کے حس کی سرگرمیاں برطانوی حکومت کے لئے پرشائی اور تشوش کیا یا عاش تھیں، ادھر سوڑاں میں شیخ حمایہ سوڑاں نے جہاد اور پہاڑیت کا نامہ ملنے کا اس طرف متوجہ ہوا یا انکل خیجاتی اقتدار تزلزل میں الیا، اس کو معلوم تھا کہ یہ چنگاری انگر بھڑک اٹھی تو پھر تابویں نہیں آئے گی اور بھروسہ جمال الدین افغانی کی تحریک اتحاد اسلامی کو اس نے پھیلایا اور مسلمانوں میں تقویل ہوتے دیکھا، اس نے ان سب خطوات کو خصوص کیا، اس نے مسلمانوں کے مراجع و طبیعت کا گھر امدادیں

میں اس مقالے میں ایک ایسے مسلمان پر گفتگو کیا چاہتا ہوں جو ہر مسلمان کی توجہ کا سختی ہے خواہ وہ کسی ملک میں استاہر اس نے کہ اس کا تعلق اسلام کے بعض بالکل بُستیا دی اصولوں سے ہے اگر مسلمانوں نے اس سے غفلت بر تی قادیانی خطرہ ہے کہ یہ معاملہ ایسی شکنین تشكیل اختیا کیلے کہ یہوے عالم اسلامی اور پورے نظام اسلامی کے لئے نیز خطرہ بن جائے پھر اس کی تلافی ممکن نہ ہو۔ حال میں کچھ ایسے حالات و واقعات پیش آئے جنہوں نے پڑھنے کے لوگوں کی توجہ کو قادیانیت کے مسئلہ کی طرف کھیر دیا۔ ان حالات نے مسئلہ قادیانیت کی طرف جیس کہ لوگ بھولتے ہوئے تھے، دوبارہ منتوجہ کر دیا اور بہت سے تعلیم یافتہ حضرات متوجہ ہوئے کہ یہ کیا واقعی یہ مسئلہ اتنا اہم اور اس ق شکنین ہے کہ مسلمانوں کا مرکز نہ ہو جائے، لیکن کیا کیا جائے مسئلہ اپنی تیغیت کے لحاظ سے دافتہ اتنی ہی اہمیت کا سخت ہے!

اسلامی ذہن کا اس طرف متوجہ ہوا یا انکل خیجاتی ہے کہ مسلمانوں کی ہستی اور اسلام اور مسئلہ کے مستقبل کے حقیقتاً یہ ایک پریشان کون مسئلہ ہے بہت کم لوگ اس حقیقت سے واقف ہیں کہ مسئلہ کی واقعی اہمیت کیا ہے اور اسلامی ذہن کے اس کا کس قدر بھر تعلق ہے، یہ کلکش کسی فقرینی، تنگ خیالی اور ہبھی عصبیت کا

اس تحریک کی سرپرستی میں کوئی کمی نہیں کی اس کی حفاظت بھی کی اور ہر طرح کی سہولتیں اس کام میں چشم پہنچائیں۔ مرا اصحاب نے بھی گورنمنٹ کے ان احسانات کو زامنے نہیں کیا اور ہمیشہ وہ اس بات کے معرفت رہے کہ ان کا تمرد برطانیہ عظیم کا ہیں مست ہے جنا پنجابی ایک سرمهیں خود کی حکومت برطانیہ کا "خود کا شستہ پورہ" زاد ہے، اور ایک جگہ اپنی زفاداریوں اور فرشتگاریوں کی گنتی ہے لکھتے ہیں ہے:-

"بیری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت اُنگریزی کی تائید اور حمایت میں گزارا ہے اور یہی مانع چہا داد انگریز کی اطاعت کے باوجود ملکیت کتابیں لکھی میں اور اشتہار شائع کئے ہیں، یا اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھا کی جائیں تو یہ اس الماریاں ان سے بھر کریں ہیں۔ میں نے ایسی کتابیوں کو تمام حاکم عوب اور صراحتاً شام اور کابل اور دم تک پہنچا دیا ہے۔" ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:-

"میں اب تا ایسی گھر سے اس وقت تک جو تریتا ساٹھ برس گئی تھیں بھیجا ہوں، اپنی زبان اور قلم سے اس کام میں مشغول ہوں تاکہ مسلمانوں کے دلوں کی گورنمنٹ انگریزی کی سچی محبت اور تحریر خواہی اور ہم زندگی کی طرف پھیروں تو اور ان کے بحق کم فہرتوں کے دلوں سے غلط خیال جاؤ۔ وغیرہ کے درکروں جوان کوئی صفائی اور مخلصانہ تعاملات سے رکھتے ہیں" اور اسی کتاب میں آگے چل کر لکھتے ہیں:-

لہاس شخص میں نہیں ایسی چیزوں بیک وقت جمع کیتیں جیسیں: بچہ کر ایک میرخ برقیلہ نہیں کیا تاکہ ان میں اہم ترین اور یقینی سب کے تراویحیا جائے جس نے اس شخص سے یہ ساری حرکات سزد کرائیں:- (۱) زینی رہنمائی کے منصب پر پہنچا جائے اور تعمیرت کے نام سے پورے عالم اسلامی پر جھیلایا جائے۔ (۲) وہ مانیخ لیا جس کے باریات تکرے سے اس کی اور اس کے متعلق اس کے مانتے والوں کی کتابیں پھری ہوئی ہیں۔ (۳) ہم اور ہم اوقت فرض کے سیاسی اغراض اور مقادات اور سرکار انگریزی کی خدمت گذاری اور مکمل حلائی:-

لہاس منحصر گزیجاپت تباریخ ۱۸۹۴ء اور فرمی ۱۸۹۵ء تفصیل کے تدوین یعنی کتاب "تبلیغ رسالت" کی ساقیں جلدی تریاق القلب اور مرا اقادیاں ھٹل شاہ ضمیر شہزاد ا القرآن اور مرا طیب ششم صفحہ:-

مشہور ہے۔ ایسے ہیا وہ ملاعِ العلیم قادریا نی اور ملائی عسلی قادریا نی اسی انگریزی حکومت کے لئے افغانستان میں فنا کے گھاٹ اترے، کیونکہ ان کے پاس سرحد حکومت افغانستان کو کچھ ایسے طوط اور کاغذات دستیاب ہوئے جن سے صفا معلوم ہوتا تھا کہ یہ دونوں برطانوی حکومت کے ایک جنٹ ہیں، اور حکومت افغانستان کے خلاف سازش میں شمول ہیں جیسا کہ افغانستان کے وزیر داخلہ کے ۱۹۵۲ء کا ایک بیان سے معلوم ہوتا ہے، اور قادریا نیوں کے سرکاری اخبار "الفضل" نے اپنی ۳ مارچ ۱۹۴۵ء کی اشاعت میں اس بیان کو نقل کیا، اور اس قریبی پر یہ فحیہ ایمان میں تبصرہ کیا۔

علی ہماری قادریا نی جماعت اپنے دورانی سے اب تک یہاں قوم پر وطن دوست خدیکات سے کنارہ کش رہی ہے، وہستان کی آزادی کی تحریک میں تجزیا غلام احمد قادریا نی کی زندگی میں اس نے کوئی حصہ لیا اور وہ ان کے بعد اور صرف یہی ہمیں بلکہ انگریزوں کی چودھراہٹ میں پوری ترقیوں کی ٹیکی (ستھمری) کے ہاتھوں عالم اسلام پر جو منصائب ٹوٹ رہے تھے وہ ان کے لئے موجبہ ہمیں یاد مسٹر تھے، انھیں بھی عام زندگی سے اسلامی مسائل سے یا ان اسلامی تحریکات سے جو اسلامی تحریر کا عینیت تھیں، کوئی پچھی نہیں رہی۔ ان کا کام ہمیشہ تیجی میانچے اور موشکا قیام تھیں، اور ان کی پیغمبریوں کا ذائقہ صرف دنخات تھے، جیات تھے، تزدیل تھے، اور تیزوریت مژا غلام احمد پر میا ہوں اور مٹا ڈوں تک حدود درہا۔

ہندوستان کے علماء اسلام اور ایامت کروانظرے اس قادریا نی فتنہ کی بہت اثریشہ کی نگاہ سے دیکھا اور اپنے زریان و قلم اور علم کے تھیاروں سے اس فتنہ کے استعمال کی پیدا ہار دھیاری اور ظاہر ہے کہ ایک ایسی سیاسی اقتدار کے دور میں خود اس فتنہ کا مریض اور سرپرست ہو، اس سے

اور یہی بقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے بیکھری
بڑھتے جائیں گے وہی مسئلہ جہاد کے معتقد
کم ہوتے جائیں گے کیونکہ مجھے متوجہ اور ہبھی مان
لینا ہبھی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے۔

ایک اوچھا کہتے ہیں:-

"میں نے بیسیوں کت میں عوی اور قاری اور
اردو میں اس غرض سے تالیف کی ہیں کہ اس
گورنمنٹ محنت سے ہرگز جہاد درست نہیں، بلکہ
بچھ دل سے اطاعت کرنا ہر ایک مسلمان کا غرض
ہے، چنانچہ میں نے یہ کتاب میں بصرف نوکشیر
چھاپ کر بلاد اسلام میں پہنچائی ہیں اور میں جانتا
ہوں کہ ان کتیوں کا بہت سا اثر اس ملک
دہنہ وہستان پر بھی ڈالا ہے، اور جو لوگ بیسے
ساقیہ ہر بھی کا تعلق رکھتے ہیں، وہ ایک ملکی جماعت
تیار ہے جاتی ہے کہ جن کے دل اس گورنمنٹ کی
سچی خیراہی سے بحال ہیں، ان کی اخلاقی
حالت اعلیٰ درجہ پر ہے اور میں خیال کرتا ہوں
کہ وہ تمام اس ملک کے لئے رُبیٰ برکت ہیں اور
گورنمنٹ کے لئے دلی جان نثار۔"

مرزا غلام احمد صاحب کی اس تحریک اور ان کی اس جماعت نے انگریزی حکومت کے لئے ہمیں جاسوس اور ٹے سچے دوست اور جان نثار فراہم کئے۔ اس گروہ کے بعض چیزوں اشخاص نے ہم اور بیرون ہمیں انگریزی حکومت کی بیش قیمت خدمات انجام دیں اور اس سلسیلہ میں جانی لئے تباہی تک سے درج ہمیں کیا جیسے ہی الاطیف صاحب قادریا نی جو افغانستان میں قادریا نی ہب کی تبلیغ اور جہاد کی حمایت کر رہے تھے، ان کو حکومت افغانستان نے قتل کیا کیونکہ انکی دعوت سے اس بات کا خطہ تھا کہ افغان قوم کا وہ جنرال جہاد اور حوصلہ جنگ فنا ہو جائے جس کے لئے وہ دینا یہ فریضیں

بعض اقتیا سات پیش کرنے ہیں ہیں:-
 علام مر جم ہن وستان کے مشہور انگریزی اخبار اسٹیلس میں "کوہیں نے ایک پاراس مسلہ کو اٹھایا تھا — ایک مراسلہ کھیچا کہ" قادیانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے متوازی ایک علیحدہ نبوت برا کی نے گزوہ کی بنیاد رکھنے کی منظہ کو شش کا نام ہے" اور اسی زمانہ میں جب ہندوستان کے تامور لیڈر اور سابق وزیر اعظم پٹلت جواہر لال ہنروے نے سوال کیا کہ مسلمان قادیانیوں کی اسلام سے جاگئے ہیں پڑا خیپوں اصرار کرتے ہیں جب کہ قادیانی بھی مسلمانوں کے بہت سے ذرقوں کی طرح انہی کا ایک ذرقة ہے تو علام مر جم ہی نے ان کو جواب دیتے ہوئے کہا ہم اس بات پر اس لئے مصروف ہیں کہ قادیانی تحریکی تی عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت میں سے بھی بہتری کی امت کو تراشناہ کو شش کر رہی ہے اور کہا کہ "ہندوستان کی حیات اجتماعیہ کے لئے برجیک اس سے بھی قیادہ ہے جتنی ہبودی نظام حیات کے لئے یہ دکے ایک یا غیر فلسفی" اسپیسٹرڈ "SPIN 028" کے عقائد پرست تھے۔

اللہ تعالیٰ نے عقیدہ تھم نہیں کی اہمیت کے لئے ڈاکٹر اقبال مر جم کا سینہ کھول دیا تھا اور وہ اس حقیقت سے کما حفظ آشنا تھا کہ یہ عقیدہ ہی اسلام کی حیات اجتماعی اور امت کی شیرازہ میں کیا کا واحد حفاظت ہے اور اس عقیدہ سے بناوت کی حال میں رعایت کی متحقی نہیں ہو کیتے تکہ یہ بناوت فصر اسلامی کی بنیاد پر تیشہ چلاستے کے

زیادہ کرنی کو شش تکن نہ تھی، ان جماعتیں اسلام میں سر قبرت ان چار حضرات کے نام ہیں، مولانا حبیب مولانا محمد علی موبیگیری (دایا نہدرۃ العلماء)، مولانا شنا، اللہ امر تسری مولانا اور شاہ گشیری رشتہ الی بیث، اور اعلیٰ دلوت راجحہ اللہ تعالیٰ اور اسلامی جماعتوں میں سب سے جوش اور سرگرمی سے اس گزوہ کے خلاف جنگ کرنے والی جماعت مجلس احرار اسلام رہی ہیں کے قائد اور درود روان سید عطاء اللہ شاہ بخاری مر جم نے۔

اس زمرہ میں اسلام کے کائی ناز مقکد ڈاکٹر محمد قبیل بھی ہیں جو انہیں نے اپنی بعض نفاذیت میں بہت صاف ہے تھا کہ قادیانیت نہیں کھو تو ہے ایک خلاف محمدی کے خلاف ایک بعادت ہے اسلام کے خلاف ایک سازش ہے! ایک مستقل دین ہے اس کے ماتحت دلیل ایک الگ امت ہے، اور بیامت علمی اسلامی امت کا ہرگز جزو نہیں ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اقبال کو "دیباڑی میل بوی" نہ تھے۔ ان کا شمار دنیا کے اسلام کے نہایت بلند پایہ تعلیم یافتہ اور درشن خیال افراد میں تھا، اور دھاتجہ اسلامی کے ان اول درجہ کے داعیوں میں سے تھے جن کی دعوت کا اولین اصول بے تصبی اور داناری ہے لیکن چونکہ وہ مرزاعلام احمد کیڑی سے جانتے تھے اور ان کے ذمہ بار اور ان کے مقابلہ احمد سے گھری واقفیت رکھتے تھے اس لئے وہ بھی اس غلطی کے ساتھ سخت لیے اخیار کرنے پر جوور ہے، اور وہ پہلے شخص تھے جس نے قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ ایک غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا خیال پیش کیا۔ بہاں ہم ان کے مقابلات اور خطابات کے

لہ یاد رہے کہ بانی قادیانیت اور علامہ موصوف داؤں پنجاب ہی کے رہنے والے تھے سید "اسٹیلس میں" ارجون ۱۹۴۵ء ۳۷ ہندوستان کے دین پرستی دینی رعایتی میں کیمپین ایک پھیلی گئی توہن یہ نہان کی عنطرت و تقدیم میں اہم تر ہیوں کا اور مسلمان اپیارٹمنٹ جاتہ سے کھیڑک ہندوستان کو اپنا قیلہ اور اپنا دھانی مزکر اور دینے لیں گے۔ جیسا کہ ان لیڈروں کا خیال ہے اس سے مسلمانوں کے دلوں میں وطن پرستی کی جسیں غبوط مہرجائیں گی، جن دلوں پاکستان میں قادیانیت دشمن تحریک بیل رہی تھی یعنی ہندا خبر ادا کو قادیانیوں کے ساتھ بڑی ہمدردی تھی۔ ان اخبارات سے قادیانیوں کی تائیدی مرضیاں شائع گئی۔ اپنے پرستھنے والوں کو جیہوں میں اپنے کے مقابلہ پر قادیانیوں کا متواری اور ہمتوں نے کی کوشش کی اور ہیاں تک لکھ گئے ہی کہ پاکستان میں قادیانیوں اور مسلمانوں کی یہ تکشیش دراصل عربی نبوت اور ہنی تیجت کی تکشیش ہے اور ان دو مختلف ہم توں کے پرروں کی تکشیش ہے۔

مل سکت ”

موصوف ایک دوسرے موقع پر لکھتے ہیں :-

”ہر دو گروہ جو معرف و مصطلح اسلام سے بخات کرے اور اس کا ادبی فکر و مزاج ایک نئی نبوت کی بینا پر استوار ہوادار وہ ان تمام مسلمانوں کی صاف صاف تکفیر کرتا ہو جو اس نئی خانہ ساز نبوت کی تصوریتی نظر کیں وہ گروہ اسلام کی بنت کے نبیت پر اخڑھے ہے اور مسلمانوں کو اس پر سختی سے نظر رکھنی جاہے۔ اسلامی معاشرہ کی وجہ سے صرف عقیدہ ختم نبوت پر محصر ہے“

یہ تھا اقبال جیسے وشن خیال فاضل کا زیریقہ دیتا تھا کے بالے میں، لیکن وقت گزند تابا، تادیا فی اپنے کام میں مشغول رہے، فتنہ اٹھاتے رہے، مناظرے کیتے رہے شکوک و شبہات کاروگ لگاتے رہے اور انگریزی سیاست کی خدمت کرتے رہے۔ ان کا مرکز فوج گورداں پور (پنجاب) کا ایک قصبه قادیان تھا۔ انگریز کے سایہ عطفت میں وہ اپنا کام کر رہے تھے۔ لیکن یہ بات کبھی ان کے خواب خیال میں بھی نہ آئی تھی کہ کسی وقت کوئی بڑی سیاسی قوت بھی ان کے قبضہ میں آجائے گی اور کوئی ایسی بُنی بُنی حملت ہاتھ آجائے گی جس میں ان کو اقتدار اعلیٰ ماحصل پہنچا کیوں نکل ادا تو انہوں نے ملک کی سیاسی جارو جہڑا اور جنگل کا ادی میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا، اور دوسرے کریم کی تعداد میں خود اور مسلمانوں کی غیر معمولی اکثریت سے دبی بھری بُنچی لیکن ۱۹۷۴ء میں یک ایک حملت پاکستان کی داع غبل پر گئی اور چھترے جس کا تصور بھی تادیا فی اپنے حالات کے پیش نظر نہیں کر سکتے تھے، بغیر ایک قطرہ خون بہلے ہوئے انھیں مل گئی۔ یعنی حکومت داقتار پر ۵۰٪ اثر و تقریباً ۲۰٪ ایک پاکستان کی توزیع حملت میں حاصل ہوا۔

مرزا غلام احمد اور ان کے رفقاء نے قصر کی بُر کر جو مسلمان اس نئے دین پر ایمان نہیں رکھتے وہ کاڑیں ان کے پچھے نماز جائز نہیں، ان کو لڑکی دینا جائز نہیں

مرا遁 دیتے، اوپر کی سطروں میں ”اسٹیلیش میں“ کے جس مراسلہ کا ذکر کیا گیا ہے اسی میں لکھتے ہیں :-

”یہ عقیدہ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، تنهایی سی وہ عامل (FACTOR) ہے جو اسلام پر ایمان کے درمیان ایک ممکن سرحدی خط (LINE OF DEMARCA-TION)

کھلتا ہے جو تو حیدر میں مسلمانوں کے ہم عقبہ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو بھی تسلیم کرتے ہیں لیکن وحی و نبوت کا سلسلا ختم ہنسنے کے قابل نہیں ہیں جیسے کہ ہن وستان میں برہمہر سماج اور سیجی وہ چیز ہے جسے دیکھ کر کسی گروہ پر داخل اسلام یا خارج اسلام ہرستے کا حکم نکایا جاسکتا ہے، میں تاریخ میں کسی ایسے مسلمان گروہ کا نام نہیں جانتا جس نے اس خط کو پھاہ جانے کی جرأت کی، ایران کے قدر بھائیتے نے تھوڑے عقیدہ ختم نبوت کا انکار کیا، لیکن انہوں نے صاف صاف یہ بھی اعلان کیا کہ وہ ایک الگ جماعت ہیں، جو عرف عام کے اعتبار مسلمان نہیں۔

بے شک ہمارا عقیدہ ہے کہ اسلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہوا دین ہے لیکن اس کا تیام بیجیت ایک سوسائٹی یا بیجیت ایک لہت سراسر حضرت محمدی شخصیت پر موقوف ہے، اس لئے قادیانیوں کے سامنے اس دو ہمارے تھے، یا تو وہ بھائیوں کی تقلید کریں اور جو دو کو مسلمانوں سے جارا کر لیں یا ختم نبوت کا انہ کھی تفہیر سے تذیرا رہ جائیں مدد ان کی بیسی سیاسی ڈھپ کی تاریخیں ایک دل کے اس چور کی خاڑی کر دی جائیں کہ بی لوگ صرف ان فائدے کے لائق میں مسلمانوں کے دائرے میں گھسے رہنا چاہتے ہیں جو فوائد مسلمان کے نام سے داہتے ہیں، کیونکہ اس کے بغیر ان فوائی اور مناقش میں اھیں کوئی حصہ نہیں

منْ أَنْوَاهِهِ سُخْرَةٌ وَمَا
أَنْ لَيْسَ بِهِمْ سُرَاسِيَّةٌ
تُخْفِي مُهْلَكَ دُشْرَاهُمْ
بَھِي سِيَاھِيَّةٌ۔

(آل عمران - ۱۱۸)

کے یا کل خلاف ہو رہا ہے۔ تب انھوں نے کہا کہ اس سلسلہ کا
صرف یہ ہے کہ قادیانیوں کی مسلمانوں سے الگ کر دیا جائے
یہ بعینہ وہی تجویز تھی جو مربک پہلے والر حماقیاں نے پیش کی
تھی اور اپنے خطابات و مقالات میں بہت شدت و قوت
کے ساتھ اسی کی دعوت دیتے رہے تھے۔ انھوں نے مراجحت
کے ساتھ چھاکہ "قادیانیت اسلام سے اس سے کہیں زیادہ
معناؤ رہے، جتنے کہ سکھ ہنرؤں سے لیکن انگریزی حکومت
نے سکھوں کو بغیر منہ و ذلیلیت تواریخ احوالاتہ دنوں میں
بہت سے معاشری، من یہی اور تھہری سی تعلقات قائم ہیں
وہ آپس میں شادی بیانہ تک کرتے ہیں، جیکہ قادیانیت
مسلمانوں سے منکوت نہ صاہر ت کو قادیانیوں کے لئے
حرام ٹھیک رہی ہے اور ان کے باقی مسلمانوں سے قسم کے
تعلقات کو یہ کہہ کر ناجائز قرار دیا ہے کہ مسلمانوں میں
مشال خراب شدہ دودھ کی ہے جیکہ ہم نمازہ دودھ کی نہ
ہیں" ۔

افسوں کے عالم اسلامی نے اب تک قادیانیت کے
خطروں کو تھیں سمجھا ہے، عالم اسلامی اب تک اس حقیقت
سے پرے طور پر آگاہ نہیں کہ قادیانیت محض ایک
عقیدہ یا نہیں، فرقہ نہیں بلکہ مسلمانوں کے تنظیم ہی کو درستہ ہے اور
کرنے کی ایک منظم سازش ہے۔ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کے لئے ہرگز اسلام کے خلاف ایک خطراں کے بغاوت
ہے۔ قادیانیت کو اس اسلام سے غاد ہے اور ہر بر
معاملہ میں وہ اس کی مزاحم ہے۔ قادیانیت چاہتی ہے
کہ عقائد و اذکار اور جزیات میں اسلام کی جگہ اسے مل جائے
اور بھی ادم کی اطاعت و محبت اور احترام و عقاید سے
جو حصہ و افز اسلام کر لے ہے وہ اس کی طرف متقل ہو جائے
قادیانیت صاف طور پر اعلان کرتی ہے کہ مزار اصحاب

الغرض ان کے ساتھ کفار کا سامعاملہ کرنا چاہئے۔ مزار الشیخ
محبود فرماتے مزار اعلام احمد صاحب اپنی کتاب "ایکنیٹ صداقت"
میں لکھتے ہیں:-

"کل مسلمان جو حضرت پیغمبر مسیح موجود کی سیاست میں شامل

نہیں ہوئے تو وہ اکھوں نے حضرت پیغمبر موجود

کا نام بھی نہیں سناؤہ کا فراہم دائرہ اسلام

سے خارج ہیں" ۔

مرزا بشیر الدین صاحب ایک علمت کے سامنے اپنے بیان
میں لکھتے ہیں:-

"ہم جو نکل مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں، اور بغیر

احمدیوں کو نبی مانتے ہیں مانتے اس لئے ترکان کریم کی

تعلیم کے مطابق کسی ایک تھی کا ارجمند بھی کفریوں

غیر احمدی کا فریب ہے" ۔

ایک تقریبی اپنے اور مسلمانوں کے اختلافات کے سلسلہ
میں مرزا صاحب کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ:-

"اللہ تعالیٰ کی ذات اور رسول کو کم صلی اللہ

علیہ سلم، ترکان، نماز، روزہ راجح، زکوٰۃ، بوض

ایک ایک چیز میں ہیں ان سے اختلاف ہے" ۔

اور جو حدیث ہے کہ پاکستان کے قائد اعظم "مرحمہ علی جناح
کا انتقال ہوا تو اپنے عقیدہ کی بنابر سرطان اللہ خاں نے
ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔

یہ تھے وہ اس باب جنھوں نے مسلم رہنماؤں کو ایک
گھرے کر دیں ڈبودیا اور انھوں نے دیکھا کہ فضل اسلامی کو اندر
لے لی اور ایک گھن لگ رہا ہے، اور ہدایت رہا تی۔

یا آئُھَا اللَّهُمَّ إِنَّمَا تُرْكَأُ
إِنَّمَا يَأْتِي مَوْلَانَا
تَنْجِيدُ وَابْطَاهَةً مُرْتَبَ

ابنے غیر میں سے وہ کہ انھیں کرتے
دُوْمِتَكُمْ لَوْيَا لُوْتَكُمْ

ہیں نہاری خرابی ہیں، ان کی
خَمَالَّاً دُوْدُوْمَاْمَقْتَلَمْ

خوشی ہے تم جس قدر تکلیف
قَدَّمَلَّا دَرِّ الْبَعْضَاءِ

پاڑیں یکل پڑتی ہے شمی ان کی
لہ ص ۳۵۷ ۔ یہ بیان مدرج احیا افضل" ۱۹ جون ۱۹۶۲ء

سے الفضل ب، جون ۱۹۶۱ء

نے پاچ بھی ہزار میں اجمانی صفات کے ساتھ پڑھو
فہرست میا، اور وہ زمانہ اس روحانیت کی
ترقبیات کا انتہا نہ تھا، بلکہ اس کے کمالات
کے سورج کے لیے پہلا قدم تھا، پھر اس روحانیت
نے چھٹے ہزار میں بھی اس رفتار پری طرح سے
تجھی فرمائی ہے۔

اور ہر بیدار بھی کہتے ہیں :-

لَهُ خَصَّتِ الْقُمَرُ الْمُبَشِّرُ وَرَأَتِ لِلْعَسَّالْقَمَرَ إِنَّ الْمُشْرِقَانَ أَنْتَهَا؟

(ان کے بھی تبی کریم کے لئے صرف چاند کے گھر میں کائنات ان تکیے ہیں
ہر اور میکے لئے چاند اور سورج دونوں (کے گھر میں) کا اب
کیا ان کام کرے گا۔)

قادیانیت کی نظری مرتضیٰ صاحب کے، فن کا بھی دہی
مرتبی ہے جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک کا
لا خطر زما نئیے صبغہ تربیت قادیانی کی طرف سے قادیان جانے
والوں کے لئے ہدایت کا اقتداء!

"اس اعتبار سے مدینہ مشورہ کے گندیدھران کے
انوار کا پولیپوری برقرار رکن بیضا برپڑ رہا ہے
آپ گویا ان برکات سے حصے سکتے ہیں جو رسول
کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرقد متور سے مخصوص ہیں
کیا ہی تقدیر ہے وہ شخص جو احبابت کے نجکبر
میں اس مستعمرے سے محروم رہے"

علی ہذا قادیانی بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ اونکا قادیان
تین مقدس و مبارک مقامات میں سے ایک ہے۔ مرتضیٰ
احماد صاحب خلیفہ قادیانی تحریر فرمائے ہیں کہ :-

"خدا کے تعالیٰ نے ان تینوں مقامات (مکہ، مدینہ
اور قادیان) کو مقدس کیا، اور تینوں مقامات
کو اپنی تخلیبات کے انہار کے لئے چنان یہے

نہ صرف صحابہ کرام اور ائمۃ کے حلال القدر اولیاء رحمہ جی دین
و ائمۃ عظام سے درج تریں، بلکہ بہت سے اولوں الحرم
انبیاء و رسول (علیہم السلام) سے افضل افراد
ہیں، قادیانیت کی تطبیق میں اصحاب تبی صلی اللہ علیہ وسلم
اور مرتضیٰ غلام احمد صاحب کے حواریوں اور اصحاب میں کوئی
رق نہیں ہے۔ مرتضیٰ صاحب کا مرتبہ جناب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر بلکہ شاید بچھڑا زیادہ ہے۔ ان کے
خلفاء، خلفائے راشدین کے پیغمبر ہیں، ان کا شہر قادیان
شرق و مغرب میں کم مظہر اور دینۃ الرسول کا ہم پلہ ہے
اور قادیان کا جمکنہ کم بر کر جو سکرت نہیں ہے۔

مرتضیٰ بشیران میں قادیانی خلیفہ دوم کی "حقیقتہ الہیہ"
دیکھئے امرزاغلام احمد کے متعلق فرمائے ہیں کہ "وہ بعض الامر
پیغمبر سے بھی آگے نکل گئے" (جہت ۲۵) اخبار الفضل

ج ۱۴، ۲۹ اپریل ۱۹۳۶ء کی اشاعت میں لکھتا ہے کہ
"دیگر ایمان علیہم السلام میں سے بہت سوں سے آپ
بڑے تھے، ملکن ہے سب سے بڑے ہیں" بھی اخبار
جلد ۵ مئی خرداد ۱۹۳۷ء کی اشاعت میں اصحاب تبی
اور اصحاب مرتضیٰ کو برادریتے ہوئے لکھتا ہے کہ
"وہس ان دو لوں گروہوں میں تفریق کرنی یا ایک کو
دو سے سو ہجتویں رنگ میں افضل قرار دینا ہمیک نہیں،
یہ دو لوں فرقے و حقیقت ایک بھی جماعت ہیں صرف
زمانہ کا فرق ہے، وہ بہشت اولیٰ کے ترمیت یا اقتداء ہیں۔ یہ
یعنی شانیہ کے" اخبار الفضل جلد ۳ نمبر ۵ میں ہے کہ
"معز موعود محمد ارسل و علیہ حمد است" اور "اورا تھلافت"
میں میان محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان لکھتے ہیں "اور
میرا بیان ہے کہ اس آیت (السُّمَاءُ أَخْمَدَ) کے
مصراط حضرت موعود علیہ السلام ہی ہیں" قادیانیت
اسی پر لس نہیں کرتی بلکہ حضور رسی اللہ ولین والآخرین
علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی افضلیت کا دعویٰ کرتی ہے
مرتضیٰ غلام احمد اپنے "خطبہ الہامیہ" میں فرماتے ہیں:-

"ہمارے بھی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت

وہاں پر آ جکل رح کے مقاصد پورے نہیں
ہوتے ہوں۔

ان پاؤں سے ان ازہ کچھے کے قادیانیت کس طرح
ایک عالمی دین بننے کے لئے کوشش اور امیر وار ہے جس کا
خود اپنا ایک بی بزر، صحابہ اور فلق امیر ہوں، مقامات
مقفسہ ہوں، اپنی مستقل تاریخ اور شخصیات ہوں، اپنا
مستقل ادب اور لسٹرچ ہو، اور اپنے تبعین کا رشتہ اسلام
کے لافانی درست سے اس کی تاریخ اور شخصیات سے، اس
کے اولین سرحدوں اور ماخذوں سے اس کے مقربات
اور وہاں مراکز سے منقطع کر کے کس طرح ان میں سے
ہر ایک کے عرض میں ایک نئی چیز راضی مقیمعین کے لئے فراہم
کرتی ہے، مگر ان چیزوں کا یہی کوئی چیز کہاں بن سکتی
ہے، سعادۃ اللہ عن ذلک — اور اس طرح سے
انسان نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و طاعت کی
سرشاری، آپ کے ذکر کی غیقتوں، آپ کی سیرت پاک کے
مطابع اور آپ کے نقش قدم کے اتیاع سے برگشتہ پیدا کر
شیعہ قادیانی کی محبت میں اور اس کی عظمت و عجوبت کے
گنگنی میں، اس کی تاریخ کا مطابعہ کرنے میں اور
اس کے نقش قائم پر چلنے میں مبتلا ہو جاتا ہے، وہ انسان
اسلام کی تائیاں تاریخ ایمان و جانمودی کی تاریخ
شرافت انسانی کی تاریخ کی پھر کرایکیں تاریخ پر
فریفته ہو جاتا ہے جو سراسر دلت و مسکن کی تاریخ
ہے، ظالم حکمرانوں اور جا برعکسوں کی حاشیہ نشینی
کی تاریخ ہے، جی حضوری اور چاپیوں کی تاریخ ہے
اور جاسیسی اور منافقت کی تاریخ ہے۔

وہ انسان ان اسلامی شخصیتوں سے منکر کر جو
بجا طور پر سرمایہ انسانیت اور آدمیت کی آنکھوں کی خشک
ہیں، انسانیت کے ان سپرتوں سے منکر کر جو قیامت
(باتی صفحہ ۴۳۲ پر)

پھر ایک قدم اور پڑھا کر قادیانیت بلیہ حرام اور مسجد
اقصیٰ کے متعلق فرش آئی ایت کہ قادیانی بیوی پاں کرنی ہے
مرزا غلام احمد صاحب کا ارشاد ہے کہ وہ مکن دخالت کائن ایسا
ان کی مسی کی صفت میں بیان فرمایا گیا ہے۔

”دریں“ ۱۹۳۲ پر ارشاد ہے کہ
زمین قادیانی اب حرم ہے
بحرم ملٹ سے ارض حرم ہے
اخبار القفل قادیان جلد ۱۰۰۰۰ مئو رخ ۲۱، گوت ۱۹۳۲
میں رقمطراز ہے:-

”سبحان اللہِ عَزَّوَجَلَّ اَسْرَى بَعِيدِ الْمَسَاجِدِ
هُنَّ الْمُسَجِّدُونَ الْحَرَامُ اَكَيْ الْمُسَجِّدِينَ
اَلْمَسْجِدُ الْمُقْبَلُ عَلَيْهِ يَارَكُمَا حَوْكَةَ“
کی آیت کریمہ میں مسی اقصیٰ سے مراد قادیانی کی
مسجد ہے۔

اور حبیب یہ بات ہے کہ قادیانی بلیہ حرام کا ہم مرتبہ
بلکہ کچھ سوا ہے تو لا محال اس کا سفر بھی حج کے برابر یا کچھ
فائرن تھا گا۔ چنانچہ میاں محمد احمد صاحب خاطر جمعیتی
فرماتے ہیں:-

”اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ایک اور ظلیل حج مقرر کیا
تاکہ وہ قوم جس سے وہ اسلام کی ترقی کا کام
لیتا جاہتا ہے اور تاکہ وہ غریب یعنی ہنستان
کے مسلمان اس میں شامل ہو سکیں یہ“
اور قادیانی جماعت کے ایک اور بزرگ ایک قائم
لئے بڑھا کر فرماتے ہیں کہ:-

”جیسے احمدیت کے بغیر سلاعینی حضرت مرزا احتبا
کو پھر کر جو اسلام باقی رہ جاتا ہے وہ خشک
اسلام ہے۔ اسی طرح اس نجی ظلیل کو پھر کر
مکہ والائج بھی خشک رہ جاتا ہے۔ کیونکہ

معترضین کیا فرمائیں!

(۲۰)

اور کمزور ہے۔ یہاں ہم تدریس تقدیمیں اختیار کر کے یہ سوال کرتے ہیں کہ ابن رشد کا راجحان پچھلی ہو گئی کیا ان کا ایسا کوئی قول دکھلا یا جاسکتا ہے جن سے صاف طور پر معلوم ہو کہ انھوں نے مسلمان چہمور سے بڑ کرو ہمسک لاختیا کر لیا تھا جس کی وکالت آپ کر رہے ہیں؟

وہ سوال یہ کہ ابن رشد خواہ کتنے ہی بڑا
عالم ہوں گے کیا ان کا شمار فقہ کے اساتذہ اور ائمہ میں ہے؟
تیسرا سوال یہ کہ تھیں کہ کیا ابن رشد سے سوچ بوجہ اور
فیصلہ کی علطی ممکن نہیں ہے؟ چوتھا سوال یہ کہ تھیں کہ جو
اجماع شروع کی چار پانچ صورتوں میں واقع ہو جکہ اسے چھپتی
صدی کا ایک عالم کیسے تو سکتا ہے جب کہ یہ دین کا معاملہ
ہے سائنس یا ملکناوجی کا نہیں۔ دین تو مکمل ہو چکا اجماعی
مسئل میں کوئی بُٹے سے بڑا عالم بھی کسی نبی وحی کی روشنی
کہاں سے لاستھا گا؟

ابن رشد کی نظری چوک یہ ہے کہ رخصت و گنجائش
تفہم کرنے کی ذمہ داری انھوں نے غلط طور پر جہوڑ کے سر
ڈال دی حالانکہ اس کا ذمہ دار خود طلاق دینے والا ہے میں اس
بھی بھیزے زید کسی کو قتل کر کے اور ڈاکٹر لاش دیکھنے کے بعد
تصدیق کرے کہ مقتول کی روح پر وائز کر چکی ہے تو آپ قتل کر
ذمہ داری ڈاکٹر کے سر ڈال دیں۔ اللہ نے شوہروں کو رخصت
دی تھی کہ ایک یاد و طلاق دے کر وہ روح کر سکتے ہیں یوڑ
شوہر اگر اس رخصت کو ٹھکراتے ہوئے اکیم تین طلاق دے
ڈالتا ہے تو جہوڑ کا یہ کہنا کہ تین طلاقیں پر لگتیں رخصت تصدیق

”دوسراء اعتراض“ کا عنوان دے کر محترم مولانا
خطوط الرحمان نے پہلے تو اجماع سکونی اور اجماع نقشہ بری
کے فنی موضع کو جھوٹا اور پھر آگے بڑھ گئے۔ ہم نہیں جانتے
کہ ان مظلوم احات کی تعریف موصوف کیا کرتے ہیں۔ ان
کی بات اس وقت تجویز خیز ہو سکتی تھی جب وہ دونوں مظلوموں
کی تعریف کرتے۔ پھر تباہ کے طلاقی ثلامت کا مسئلہ کون ہی
تعریف کے ذلیل میں آتا ہے اور پھر یہ بتاتے کہ فلاں فلاں
اساتذہ اس قسم کے اجماع کو حجت نہیں مانتے۔ فقط انہا
کہہ دیا کہ اجماع سکونی ہے اور امام شافعیؒ کو اجماع سکونی کے
حجت ہونے میں اختلاف ہے کافی شافی نہیں۔ یہ جہاں
طے ہے کہ شوافع ایک وقت کی متعدد طلاقوں کو واقع مانتے
ہیں اور یہ تک نہیں کہتے کہ اکھنی کئی طلاقیں دینا بُدھتے ہے۔

اس سمتھ مصل بعده محترم نے بدایۃ المحتصل سے
ابن رشد کی ایک عبارت نقل کی جس کا مطلب ہے کہ یکجا فی
تین طلاقوں کو جہوڑنے واقع ان لیا ہے لیکن اس سے
رجوع کی وہ گنجائش ختم ہو جاتی ہے جو اللہ نے وتر آن کی
فلار آیت میں دی ہے۔ اس عبارت سے ابن رشد کا
یہ راجحان ظاہر ہو آکہ ”تین کو ایک کہنے والا قول ہی اللہ
کی رخصت اس کی رحمت سے زیادہ قریب ہے۔“ اس کے
بعد موصوف نے بتایا ہے کہ ابن رشد خصیٰ صدی ہاجری کی
خشیہ دیوبندیت ہیں اور جو ٹیکے علماء میں گئے جاتے ہیں۔

طلاق نمبر کے ص ۱۵۶ پر تم خطرناک ٹکھے چکے ہیں کہ ”ابن
رشد نے بدایۃ المحتصل میں پچھلے لکھا ہے وہ بجائے خود ناکافی

میں اس کے متعلق بھی کچھ معمودی صفات پیش کی تھیں مگر
حیرت ہے مولانا عامر صاحب نے تخلیل کے مسئلہ پر
ایک لفظ بھی نہیں لکھا۔ اس بات کو ذہن نہیں کر لیا
جائے کہ جس طرح تین طلاق دینے سے تین پڑ جانے کا
سلسلہ جمہور کا ہے اسی طرح بشرط تخلیل کیا ہوا تکاح
مرکز سے جمہور کے نزدیک تکاح ہی نہیں۔ مولانا
مودودی بھی صاف طور سے اس کے منکر ہیں۔ میں
حسن اصلاحی بھی اس کے خلاف راست رکھتے ہیں اگر
تین طلاق کو ایک کہنے کا خیال جمہور کی مخالفت ہے
تو بشرط تخلیل کے ہوئے تکاح کو درست کہنا بھی
جمہور کی مخالفت ہے۔ ” (ص ۱۹۸)

ہم نے تخلیل کے مسئلہ کو اس لئے نہیں چھوڑا کہ یہ بجائے خود
ایک تفعیل طلب مسئلہ ہے۔ زیرِ بحث مسئلہ تین طلاقوں کا تھا۔
دیسی اتنا وحی الذیل ہے کہ سیکڑوں بھففات بھر گئے تخلیل کی
بحث جہاں طوالیت مزید کا باعث بنی وہیں قارئین کی توجہ
بھی دو طرف بٹ جاتی۔ اس بحث کے بغیر ہی اگر اصل
سبحث کا حق ادا ہو گیا ہے تو یہ الزام دینا بے کار ہے کہ مسئلہ
تخلیل کو نہیں چھیرا گیا۔

رہا آپ کا یہ تاثر دینا کہ دوڑن شلوں کی نوعیت ایک ہے
تو یہ حض مغالطہ ہے۔ عام لوگ نہ جانیں تو نہ جانیں گرگیا آپ
بھی نہیں جانتے کہ لفظ ”جمہور“ کا استعمال ابواب فقیریں جمیع
اہم کے فغموم میں نہیں ہوتا۔ نعت کی کتابوں میں قدم قدم
پر مل جائے گا کہ فلاں شسلے میں جمہور کی راستے ہے ہے اور اچنپھر
یا شافعیؒ کی راستے یہ۔ گویا جمہور سے مراد ہیں عام علماء نہ کہ تمام
علماء تخلیل کے مسئلہ میں اجماع ہرگز نہیں ہے جب کہ طلاق کے
مسئلہ میں اجماع تھا تھا ہے۔ اس مسئلہ پر یہاں ہم مستقل بحث شروع
کر کے بات کو طول دینا نہیں چاہتے۔ آپ اگر جاہیں تو سی اور
صحبت میں یہ بحث بھی چھیری جاسکتی ہے۔ یہاں تم اتنا ہی
کہیں گے کہ مولانا مودودی ہیوں یا میں حسن اصلاحی ان کی کوئی
راستے حرف آخر نہیں مان جاسکتی جب کہ بعض اساتذہ اور اکابر
اس سے مختلف راستے ظاہر کر چکے ہیوں۔ تین طلاقوں کے مسئلہ میں

ہے اس نتیجے کی جسمی یہ شوہر خود خپڑہ میں لا یا ہے۔
اور ٹھیک ہے۔ مولانا حفظ الرحمان نے اپنے مقابلے
کے اختتام پر سوال اول کا جواب دیا ہے جس سے بھی اس
لکھی تضاد کا سارا غم جاتا ہے جس میں وہ بتا ہے میں سوال
ماکر کیا محض طلاق کا لفظ تین بار دہرانے سے تین طلاقوں
اقع ہو جاتی ہیں؟ مولانا جواب دیتے ہیں۔
” طلاق طلاق طلاق تین دفعہ کہدئے سے الگ کہتے
واسطے کی نیت ایک کی ہوا اور اس نے محض تاکید
کے لئے باتی دو دفعہ مزید کہدیا ہو یا باتی دو سے
اس نے کچھ بھی نیت نہ کی ہو نہ تاکید کی نہ عدم
تاکید کی تو ایک ہی طلاق پڑے گی۔ ”

اس کے بعد اپنی راستے کی تائید میں اخنوں الاسی اور ابن
زم کو گواہ بنایا ہے۔ ہم کہتے ہیں علمائے اخناف میں بھی کتنے
ی علماء بھی راستے رکھتے ہیں لیکن اس سے صائم عقیدہ ہو اکہ
غض مند کو کوئی نیت اگر تین ہی طلاق دینے کی ہو تو آپ کے
دیکھ بھی تین طلاقوں پڑ جاتی ہیں۔ نہ پڑنے کا قول آپ
س وقت کرتے ہیں جب تین کی نیت نہ ہو۔ بتائیے یہاں
یا خود آپ ہی نے یہ نہیں مان لیا کہ طلاق دینے والے کی
بت اللہ کی دی ہوئی رخصت و گنجائش کو ختم کر سکتی ہے؟
پوں مان لیا؟ اگر آپ کی ایماندارانہ راستے وہی تھی جسے
آپ اب ظاہر کر رہتے ہیں اور ابن رشد کو اس کا گواہ
اکمل کرتے ہیں تو آپ کو صاف کہنا چاہیے تھا کہ شوہر کی
بت نواہ چھوڑ ہو لیکن طلاق اب ایک ہی واقع ہوگی۔
بت اللہ کی دی ہوئی رخصت معطل نہ ہو سکے گی۔

دنیا کا ہر عقول آدمی اس بات سے واقع ہے کہ
ماتینیں اور رخصتیں زبر دستی سر نہیں چرکائی جاتیں۔ ایک
نص خود ہی کسی رعایت دو رخصت کو قبول کر دیتا ہے تو کوئی
بہ نہیں کہ اس پر رحم و کرم کی بارش کی جائے۔

اسی جگہ موصوف نے یہ بھی فرمایا ہے۔
” دوسرا بات حلالة کا مسئلہ ہے۔ ہم نے پڑھتا ہے۔

سے درج کتاب کیا ہے عکرے کے قول کی حیثیت سے نہیں۔ لیکن انہوں نے بحث و نظر کے ذریعہ صرف یہ ثابت کر کی توشیش کی ہے کہ امام ابو داؤد سے چوک ہوتی۔ وہ پیچیدگی رفع کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ ان سے مختلف روایات کو تطبیق نہ پہنچ سکی۔

بھلا اس سے ہمارے الزام کی صفائی کیسے ہو گئی؟ تسلیم کہ ابو داؤد سے دس غلطیاں ہو سکتی ہیں۔ بجا کہ آپ کو ان کی راستے سے اختلاف اور ان پر نقد کرنے کا حق حاصل ہے گریہ حق تو حاصل نہیں کہ جس روایت کا دکر کر کے وہ اس کی تردید کر رہے ہیں اسی روایت کو آپ مقامیں پیش فرماکر قارئین کو یہ باور کرائیں کہ یہ روایت ان کے نزدیک صحیح، معتبر ہے۔

ربما فیم واحد والاقول اور اس پر آپ کا معارضہ تو اس کی مفصل بحث ہم طلاق نمبر میں ص ۱۵۲ تک کر چکے ہیں۔ اب ہر زید کچھ کہنے کی ضرورت جوں نہیں کرتے۔

”چونکہ اعتراض“ حدیث رکان سے متعلق ہے۔ اس حدیث پر طلاق نمبر میں ہم نے اس قد تفصیل سے لکھ دیا ہے کہ اس پر اضافہ وقت کی بر بادی ہو گا۔ مولانا حفظ الرحمن نے الفاظ کے الٹ ہٹ سے جو معارضہ قائم کیا ہے وہ ہماری سمجھ میں تو آیا نہیں۔ اگر کسی حکایت کی سمجھ میں آئے تو وہ ہمیں آجہا کھریں۔

”پانچواں اعتراض“ کے زیر عنوان مولانا نے پھر دی ہی تعدد عمل کے مقصود ہونے نہ ہونے کی بات پیچھڑی دی ہے خدا ان پر اور ہم پر حکم کرے۔ یہاں انہوں نے ایک اور غصہ بڑھایا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:-

”قرآن و حدیث میں اضع طور سے فرادی آگیا کر تین طلاق ایک ساتھ نہیں کر سکتے بلکہ الگ الگ طقوں میں دی جائے۔“ (ص ۲۰۳)

شاید قرآن کے وہ پاسے انھیں دستیاب ہو گئے ہیں جو

مولانا مودودی کی راستے بالکل درست ہے کیونکہ وہ جماعت امت کے مطابق ہے۔

غور طلب یہ ہے کہ حضور نے حلالہ کرنے کا نہ دالے پر لعنت تو فرمائی تھی کیا یہ بھی فرمایا کہ ایسا نکاح منعقد ہوتا ہی نہیں۔ لعنت کا مطلب یہ تو یقیناً ہے کہ یہ لوگ سخت لگناہ گاہر ہوں مگر یہ نہیں ہے کہ نکاح ہی منعقد نہ ہو۔ حجم مردوں میں نکاح اس لئے منعقد نہیں ہوتا۔ قرآن نے صریحاً اس سے روک دیا ہے لیکن حلالہ والا نکاح اس لئے منعقد ہو جاتا ہے کہ قرآن نے اس سے نہیں روکا۔ قرآن میں اتنا اہل ہے کہ کتنیں طلاقوں کے بعد عورت شوہر کے لئے اس وقت حلال ہو سکتی ہے جب وہ کسی اور مرد سے نکاح اسکیم کے تحت ہو یا قدرتی انداز میں۔ بہر صورت شرط قرآن آئی پوری ہو جاتی ہے۔ قانون اسی کا نام ہے۔ قانون میں نفس واقعہ دیکھا جاتا ہے۔ اسی لئے بعض اکابر علماتے احناف نے تسلیم کرتے ہوئے بھی کہ اسکیم کے تحت حلالکرنے کرانے کا کام نہایت نازیب اور ملعون ہے یہ قوتی دیا ہے کہ نکاح بہر حال ہو جائے گا۔ اس سے زیادہ یہاں پچھکا ہا بغیر ضروری ہو گا۔

”پانچواں اعتراض“ کا عنوان دے کر چونکہ ارشاد کیا گیا وہ خاصاً چوپی ہے۔ ہمارا اعتراض یہ تھا کہ مولانا حفظ الرحمن نے اپنے مقابلہ میں طلاق سے متعلق حضرت ابن عباس کا ایک قول نقل کیا اور حوالہ ابو داؤد کا دیا۔ لیکن ابو داؤد میں صراحت موجود ہے کہ یہ قول ابن عباس کا نہیں عکرہ شد کا ہے۔ کویا امام ابو داؤد تو اس قول کو عکرہ شد کا قول تصور فرماتے ہیں اور مولانا موصوف اپنے قارئین کو یہ لقین دلارہے ہیں کہ امام ابو داؤد کے نزدیک یہ قول ابن عباس کا ہے۔ ظاہر ہے کہ ہمارا یہ اعتراض خیانت نقل اور غلط بیانی کے الزام کا میظہ ہے۔ اس الزام کی صفائی صرف اسی صورت میں ہو سکتی ہے جب کہ موصوف یہ ثابت فرمادیتے کہ امام ابو داؤد نے قول مذکور کو ابن عباس ہی کے قول کی حیثیت

مزیدہ عمارت اٹھانا چھسی دارد؟

”ساتواں اعتراض“ کے تحت مولانا نے جو کچھ فرمایا ہے اس میں معقولیت حسوس ہوتی ہے۔ ہمارا اعتراض یہ تھا کہ آئی طحادی سے ابن عباس کا قول نقل کیا مگر ادھورا۔ اس کا وہ نکٹھا جھپوڑا یا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ تین اکھٹی طلاقیں باوجود گناہ ہونے کے پڑھ رور جاتی ہیں۔ مولانا کا جواب یہ ہے کہ میرا بدعا اس جگہ صرف یہ واضح کرنا تھا کہ تین اکھٹی طلاقیں دینا معصیت ہے لہذا حدیث کا اتنا ہی مکمل نقل کیا جس سے یہ مدعی پورا ہو جاتا تھا۔ یہ جواب درست اور شانی ہے ابدا ہمارا اعتراض واپس۔ مگر اس ولیمی کا اثر نفس بحث پر کچھ بھی نہیں پڑتا۔ جن سیمیوں ستونوں پر ہم نے استدلال کی جسٹ قائم کی ہے ان میں سے ابھی تک تو کوئی ستون اپنی جگہ سے جبکہ سب نہیں کر سکا ہے۔ انشاء اللہ جبکہ سب کا بھی نہیں۔ کیونکہ امت کے اساطین کا دامن عزت اللہ الداعی دار نہیں ہونے دے گا۔

مولانا حضور الرحمان کے بعد جناب سپریزادہ نے ہماری مراجی پرسی کی ہے۔ ان کی پہلی گرفت تو ہری ہے جس کے پارے میں ہم صحیح نوہ برائی کے ”احوال واقعی“ میں ”ہماری ایک بھول“ کا عنوان دے کر معاملہ رفع دفع کر چکے ہیں۔ ان سے حوالہ دینے میں سہو ہوا ہم سے احتساب میں قصہ برآ برسر ابید۔
 (۲) دوسری گرفت طلاق بنتہ کی بحث سے متعلق ہے۔ ہم نے کہا تھا:-

”ابن حجر کو آپ لوگ فرشتہ یا بغیر سمجھیں ان سے استدلال کی جو ہری نویعت سمجھی میں غلط ہو گئی ہے۔“ اس کے بعد ہم نے بتایا تھا کہ ابن حجر سے کیا چوک ہوتی کیوں چوک ہوتی۔ مس صاحب رکھتے ہیں:-

”سوال یہ ہے کہ اگر ابن حجر سے قلمبی پوری سکتی ہے تو ان فقہار سے کیوں نہیں ہو سکتی جوں کی تعلیم کو دو۔

بعض شیعہ صاحبان کی دائرت میں غالب ہو گئے تھے۔ ان میں میں ایسی کوئی آیت نہیں ملی جس سے مولانا کے دعوے کی تصدیق ہو سکے۔ خود مولانا آگے دو آیتوں کا لکھتے ہیں۔ ایک فیان طلقم افلا مخلص اور دوسری آیہا التبی اذا طلقت النساء ان کا ذکر کر کے وہ فرماتے ہیں ”تفرقی ہی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔“ (ص ۱۰۷)
 چلے چھڈی دیر کو ان کا ارشاد مان لیا تھا مگر کیا اشارہ رو و صاحت ایک ہی چڑکے دونا ہیں۔ پہلے وہ دعوے نہیں کہ قرآن میں یہ مضمون واضح طور پر بیان ہوا مگر نہ سطیع وہ محض اشارے کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔
 باہر سلامتی فکر کی علمت ہے؟
 بہر حال زبان تو کوئی کسی ٹی بند نہیں کر سکتا۔ پورا مواد ل علم سے سامنے آچکا ہے وہ خود ہی فیصلہ کر لیں گے کہ بات میں کی معقول ہے اور کس کی نام معقول۔

”چھٹا اعتراض“ کے تحت شکر ہے کہ مولانا نے اپنی طلب سیلیم فرمائی۔ ہم نے کہا تھا کہ آپ روح المعنی کا مطلب میں سمجھا اور اس کی عبارت سے غلط مفہوم اختیار لیا ہوا تھا یا تے میں کہ ”اس میں واقعی غلطی ہوتی ہے۔“ (ص ۲۳۴)
 اس اعتراض خطا سے ہمارے دل میں مولانا کی تہریکی اور اندازہ ہوا کہ وہ اپنے ساتھیوں سے کچھ لفظ طبیعت رکھتے ہیں۔ ساتھیوں سے مراد وہ حضرات ہیں اس بحث میں جماعت کے حریف بنے ہوئے ہیں۔ ان میں سے یہ کوئی بھی ظسلہ نہیں آتا جس میں اپنے قصور کے اعتراض اخلاقی بھارت ہو۔ یہ زندگی بھر کھنچنی مرحلے میں یہ ذکر ہے میں گے کہ ہم سے فلاں معاملے میں بے شک چوک ہو گتی۔
 دیسے اعتراض قصور۔ کے بعد مولانا نے پھر ایک معاوضہ نہ کیا ہے جو سبیل مخلص ہے۔ ہمارا استدلال یہ ہے ہی نہیں وونکہ حضرت عمر بن فتن طلاقوں کے نفاذ کا اعلان کیا اہذا شد اجتماعی بن گیا پھر خواہ تجوہ اس مفروضہ کی بسا پر

درحقیقت طلاق بہرے کے معنی طلاق بائیں کے ہیں
چنانچہ لغت حدیث کی مشہور کتاب خایہ ابن اثیر نے مذکورہ کے معنی ہی المطلقة طلاقاً
بائیں بیان کئے ہیں یعنی وہ مطلقة جس طلاق بائیں

اس سے بھی ہر شخص یہی سمجھے گا کہ مدیر تحریک نے طلاق تھے کے معنی طلاق بائیں سلیم ہیں کہ ہیں بلکہ یہ دعویٰ کیا ہے کہ طلاق بہپڑ بس تین ہی طلاقوں کو کہتے ہیں۔ اسی نے شمس اصحاب کو غفتھوں کر دھکلانا پڑا کہ طلاق تھے کام مطلب ہے، طلاق بائیں در پھر مزید شرط یہ کرنی پڑی کہ:-

طلاق بدعی سے موصوف کی مراد ہے تین اکھڑی طلاقیں۔
یہاں بھی گویا وہ یہ باور کرا رہے ہیں کہ نالائیں مدیر تجھی نے
طلاق بتھے کے واحد معنی ”تین طلاق“ لے لئے ہیں اور تین طلاقوں
کے علاوہ کسی بھی قسم کی یا ان طلاق کو اس کا مصداق مانتے ہو
رواد از نہیں ہے۔

اب تیسے تھے طلاق نمبر کی طرف جو ہر اور شمس صاحب کا مرکز نشکاہ بنتا ہوا ہے۔ ص ۲۳ پر لفظ بہت سے کی تشریح کرتے ہوئے لکھاں تھا:-

”عربی میں ایک لفظ آتا ہے بتہ جس کے متعدد معنی میں سے ایک معنی ہیں کاٹ ڈالنا اس پر لفظ اگر داخل کر کے جب طلاق اُبتبہ کہتے ہیں تو اس کا معنوں ہوتا ہے وہ طلاق جو رشتہ نکاح کو کاٹ ڈالنے والی ہو۔“

کیا شمس صاحبِ کے الزام کی واضح تردید اس عبارت سے
نہیں ہوتی ہے؟ طلاق بائیں کا مطلب خود صوف نے یہ
سیان فرمایا ہے کہ ہر وہ طلاق جس میں رجوع کا حق باتی نہ رہے
ورنکاچ لٹھ جائے اور یہ بھی آپنے دیکھ لیا کہ بتہ کے معنی
کی نقل کے مطابق "بائیں" کے ہیں۔ پھر تم نے اس سے مختلف

دانتوں سے پکڑنے کا مشورہ دے لیتے ہیں۔“

یہ ایک قسم کا غلط بحث بھی ہے اور کچھ جھی بھی۔ فرداً فرداً
اندیار کے سوا اپنے شخص ارنٹکاپ خطائی پوزیشن میں ہے۔ ابو
حنینہ اور شافعی تکیا الجبکر صدیق اور عمر فاروق عثیم
کو معصوم عن الخطاء نہیں مانا گیا۔ اپنی منفرد حیثت میں ہر
لیک سے بھول، چوک، خطائے اجتہادی اور فصیر فہم تکن ہے
مگر وہ لوگ بھی تو آخر معصوم نہیں ہیں جنھیں ہم تقید کا مشیر
دستیں خطا ان سے بھی محکن ہے لہذا اکیوں نزدیک اہل
لوگوں پر اعتماد کیا جاتے کہ جن سے خطاء کا صدر درہماری نسبت
کم متوقع ہے۔

بہر حال تقلید کی بحث طلاقی تملک کی بحث سے الگ ہے۔ یہاں کسی ایک یادو چار فقہار کی بات نہیں ہے زوج فقہار کے اتفاقی راستے کی بات ہے۔ احادیث اور آثار صحابہؓ کی بات ہے۔ صحابہؓ کسی راستے پر ترقی ہو جانا محدود حال کو بدل دالتا ہے۔ صحت منضم کھنڈی اس بات کو تسلیم نہیں کرے گا کیونکہ صحابہؓ کی دینی مسئلے میں ایک غلط اور خلاف قرآن راستے پر کلی اتفاق کر بیٹھی ہوں۔ کیا ہمارے سس صحابہؓ یہ بات نہیں جانتے کہ وہ تمام احادیث جو تو اتر کے درجے تک نہ بخجی ہوں قطعی اور بنیاد اسلام نہیں مانی جاتیں مگر متواتر احادیث قطعیت حاصل کرنیں ہیں اور ان کا منکر خارج از دین نہ ہے تو اسی طرح صحابہؓ کی متفقہ آراء کی خصیت

بالیفین ان کی منفرد اور سے جدا ہے۔
آگے اسی نمبر کے ذلیل میں مشتمل اہلبنی مسلکہ اور
ترمذی کی دو عبارتوں سے یہ ثابت کرنے کی سعی کی ہے کہ
طلائق بستہ ایک ایسا لفظ ہے جس کے بارے میں کوئی بات
دا ضعف نہیں۔ اس کی کوئی شکل تینیں نہیں۔ اس کے بعد ان کا
ارشاد ہے:-

”اس کے بعد میر عجمی کے اس دعویے کی کیا تحقیقت رہ جاتی ہے کہ طلاق بہت کامحاورہ ہے این طلاقوں کیلئے تھا۔“ نوٹ فرمائیجے اس فقرے میں ہماری طرف کیا بات نہیں کی گئی ہے۔ کچھ آئندے انہوں نے کہا:-

کیا بات کہدی ہے؟

آئے ہم نے لکھا تھا:-

"ایک اور بھی اصطلاح تھی طلاق بتہ۔ اس سے

مراد وہی طلاق ہوتی تھی جس سے جوں ممکن نہ ہو۔ گویا

اس نے رشتہ نکاح کو کاٹ ڈالا۔ اس طرح طلاق بتا۔

باں اور طلاق بتہ ایک بھی چیز کے دونام تھے۔" (ص ۲۷)

اس کے بعد ہم نے ص ۳۷ پر حدیث درکانہ کی بحث میں

مزید تصریح کی ہے کہ لفظ بتہ چونکہ طلاق مغلظہ (تین طلاقوں)

کے لئے وضع ہیں ہو اس لئے جب کوئی شخص یوں کہے کہ

میں نے طلاق بتہ دی تو عین ممکن ہے کہ اس کی نیت تین طلاقوں

کی نہ ہو صرف طلاق باں کی ہو یا صرف ایک طلاق کی ہو۔

ان عبارتوں سے ظاہر ہے کہ لفظ بتہ کی لغوی حیثیت

کے بارے میں ہم نے بھی ٹھہر دی کیا ہے جوں صاحب

کہہ رہے ہیں۔ البتہ آگے چل کر ہم نے قوی شہادتوں سے

شابت کیا ہے کہ یہ لفظ عموماً تین طلاقوں کے لئے استعمال

ہے کہ لکھا تھا۔ تو اس کی تردید اسی وقت ہو سکتی ہے جب

شہادت کیا جائے اور اسی اعتبار تابت کر دیں۔ اگرچہ

ایسا ثابت کر دینے کی صورت میں بھی نفس بحث پر مطلقاً

کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اہل الفضاف اذراہ کریں کہ اس طرح

کی بے تہہ بلکہ خلاف حقیقت گفتہں آخر اضافات وقت

کے سوا اور کیا حال رکھتی ہیں۔

(۲) شہادت کی سو رہ طلاق کی ایک آیت کا مفہوم و

مشمار اپنے مقابلہ میں سیان کیا تھا۔ ہم نے تقریباً ڈھانے

صفحات طلاق تحریکی ص ۱۳۵ تا ص ۱۳۶ میں ثابت کیا کہ

موصوف آیت کا مدعا صحیح میں ناکام رہے ہیں۔ اب اسکی

ترددید میں وہ مو طاماً مالک سے ایک روایت نقل کر کے یہ

دھملاتے ہیں کہ امام مالک چاہتے تین اکھٹی طلاقوں کو تین ہی

ماستہ ہوں مگر یہ ہر حال اخنوں نے بھی سلیمان کیا کہ اس آیت کا

وہی مطلب ہے، جو میں نے ذکر صاحب دنے دیا ہے۔

اس کے جواب میں پہلا سوال تو ہم شہادت کیے کہ یہ

کہ آنچاہب بڑے زور سے تقیید پر تبرکر تے ہیں اور چاہتے ہیں

کہ دلائل ہی کی بنیاد پر کوئی بات مانی جائے۔ پھر یہ کیا بات ہے کہ امام مالک حج کے جودا یک قول کو آپ نے جنت قرار دیدیا حالانکہ عام حالات میں آپ ابوحنیفہ یا مالک یا شافعی کوئی بھی قول کو کوئی حیثیت نہیں دیتے۔ کیا یہ روشن تقیید کے مطابق ہے؟

یا آپ کا خیال تھا کہ جب امام مالک کوئی رائے آپے مفید مطلب ظاہر کر دیں تو وہ بھی ہو جلتے ہیں؟

دوسری بات یہ ہیں یہ کسی آیت سے اگر یہ بحث میں نکل بھی رہی ہو کہ تین طلاقوں میں دو تو ہم احاف آخر کب کہتے ہیں کہ اس بہادری کی خلاف ورزی لگانا نہیں ہے۔

گناہ یقیناً ہے لیکن شوہر صاحب ارتکاب لگانا کہ ہی بیٹھے ہیں تو اب آخر کس اصول الفضاف سے اخین یہ رعایت دی جاسکتی ہے کہ مطلقوں کے جسم پر پھر سے متصرف ہو جائیں۔ بیوی بھی گئی۔

گناہ ہرگاہ بھی بنے۔ یہی خلاف الفضاف ہے۔ آپ فعل لگانا پر انعام دیتے کا اصرار کہ یہ اسے الفضاف کوں کہنے گا۔

(۲۲) اس نہیں کے تحت سہ جماعتے کے معارضے کا تو کوئی جواب نہ سکے البتہ خلائق کے اندازیں یہ فرمایا کہ اسی طرح کی نقیبی موشکانیوں نے پوری شریعت کو پھیپھی بنا کر رکھا ہے۔

اس کے آگے وہ لکھتے ہیں:-

"سوال یہ ہے کہ ان ذہنی باتوں کا واقعات سے کیا تعلق۔"

کاش وہ احساس فرماتے کہ قانون تو ہمیشہ ممکن مفروضہ ہی کو سامنے رکھ کر بنا کرتا ہے۔ ہم نے بطور معارضہ جو صورت پیش کی تھی وہ یہ تھی:-

"زیرینے کیم جون لکھئے کی صحیح پچ بجے بیوی کو ایک طلاق دی۔ دوسری دو پھر کو بارہ بج دی۔ تیسرا شام کو بے بج دی۔ کیا تینیں مرتبیں تین طلاقوں نہیں ہوتیں؟"

ہمارا امثا یہ تھا کہ طلاق مرتان کا مطلب اگر یہی معین کر لیا جائے کہ طلاق دوبار ہے تو تب بھی اس سے فرنیتی شانی کے اس خیال کی دلیل فرمہم نہیں ہوتی کہ ہر دو طلاقوں میں ایک ماہ کا فصل ہونا چاہئے ورنہ دو طلاقوں نہیں پڑیں۔

طلاق و انطباق کی بارے کیوں کو فقہی موسنگا فیان قرار دے کر ناک بھوں چڑھاتا ہواستے بھوٹے سے بھی کسی قانونی بحث میں نہ پڑھنا چاہیے۔ اسے اللہ نے قانونی مباحثت میں این و آں کرنے کے لئے بنایا ہی نہیں۔

اور ہمارے دوست نے ڈھیک اسی جگہ خود فقہی موسنگا کی ہیں ان کا انھیں کوئی احساس نہیں مثلاً اسی صفحے میں انھوں نے آیت تراثی کو اپنائیا یہ ثابت کرنے کے لئے فائدے تعقیب اور عبارۃ النص اور اشارۃ النص جیسے نکات پر نزدیک تسلیم صرف کیا۔ مزید برآں آیت کے متنہات پر دخاء کئے۔ میں سب کچھ گویا فقہی موسنگا فیان سے الگ کوئی چیز ہے۔ آج اسی نمبر کے تحت ہمارے دوست نے ہماری ایک عمارت پیش کر کے قارئین کو یہ ثابت دی ہے کہ دیر تجھی کو جب اپنی بات ہونا نے کے لئے دلیل نہیں ملی تو وہ جھنگلا ہر طبقاً تھا تھا کار ہو گی۔ ای اختیار ہنسی اسی اس بھوڑ پر بھوڑ پن یہ کہ جھنگلا ہر طبقاً تھا ہمارے دوست کو اس نے ہو رہی ہے کہ مدیر تجھی فقہی موسنگا فیان کرتا ہے مگر اس جھنگلا ہر طبقاً کو وہ ہمارے اعمال نامے میں درج کئے دے رہے ہیں۔

ہم نے طلاق ثلث کی بحث میں شارون میں کی ہے۔ اجتماعی مسلم کے احراق و اشبات میں ایجادی و سبلی طرح کے دلائل کا اتنا بڑا انبار لگا دیا ہے کہ کم سے کم اُردو میں یسا انبار شاید کہیں نہ مل سکے پھر بھی ہمارے دوست طعنہ نہیں کہ مدیر تجھی کو دلیل نہیں ملی!

ایک دیوار ک سینے:

”زادیہ نظر کی تینگی اختلافات کی خلیج کو ہدیہ دیج

ہی کرتی رہی ہے۔ کاش ہمارے فیہاں حرم بحث و تحقیق کے ادارے اتنا ہوتے۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ اپنی بات کو ہرگز حروف آخر قرآن ذیتے بلکہ نصوص کی تعریف اجتہاد کے معلطے میں آرام کا جو اختلاف پیدا ہو جاتا ہے اس کے لئے نجاشیں تسلیم کر لیتے۔“ (صل ۲۲)

نہیں معلوم کہ ”فیہاں حرم“ سے کیا مراد ہے۔ شخص دیکھ

اپنے نظر بتائیں کیا جو شال اور پر کی عمارت میں ہم نے فرض کی وہ باعتبار و قوع کے نامکن ہے؟ نیز یہ بھی بھیج لیجئے کہ ایک ہی دن کی قید اس میں اتفاقی ہے۔ اگر کوئی شخص ایک طلاق آج دے۔ دوسری چار دن بعد تیری آجھوں کے فریلن شانی کا موقع یہ ہے کہ دوسری طلاق اس وقت پڑے گی جب یہ پہلی طلاق کے ایک ماہ بعد دی جائے اور تیری اس وقت پڑے گی جب اس میں اور دوسری طلاق میں ایک ماہ کا نصیل ہے۔ تو کیا اس طرح کی امثلہ حضن مفروضات کہلاتیں گی؟ شمس صاحب کا ارشاد یہ ہے:-

”رامہنی گوف نے پاس آج تک جتنے بھی استفتین طلاق کے سلسلے میں آتے ہیں ان میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں تھا کہ کسی نے صحیح پہلی دوپہر میں دوسری اور شام میں تیسری طلاق دی ہے اور اسے اس کا کوئی واقعہ بھی سنتے ہی میں آیا اس لئے تین طلاق کے مسئلہ کو فرضی ہاتوں میں لجھانے یا سی اسمارتیں کی گئے ثابت کر دکھانے کے بجائے داعیت پسندانہ نقطہ نظر سے اس کا جائزہ ملتا چاہیے۔“ (صل ۳۳)

ہمیں نہیں معلوم کہ مسٹر صبا با قاعدہ عالم ہیں یا نہیں اور انھیں عرف عام میں ہولوی کہا جاسکتا ہے یا نہیں۔ یہ پہلے معلوم ہے کہ وہ ”مفتی“ نہیں بھے جلتے۔ پھر کون ان کے پاس استفتے پھیج کا اور کیوں پھیج کا۔ ان لیا کہ کچھ استفتہ ان کے پاس آتے بھی ہوں لیکن یہ تو بڑی عجیب بات ہے کہ ان مددوںے چند استفتوں پر انھوں نے پوری نیاگے اسلامی معاشرے کو قیاس کر لیا۔

حالانکہ اگر تیری ج کی جائے تو معلوم ہو گا کہ تین ہڑوں میں تین طلاقیں دینے والے تواب نایاب ہیں۔ عموماً یا تو ایک ساتھ تین دیداری جاتی ہیں یا چند روزہ قفل کیسا تھا۔ بہر حال ہمارے دوست کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ قانون ہمیشہ ممکن مفروضات سے متعلق ہوا کرتا ہے۔ جو شخص اس کے

ساقط ہو گا یا زمان عدت میں رجوع کا استحقاق سلب
ہو جائے گا۔” (ص ۲۲)

اگر ہمارے دوست پر چھپلا ہرٹ طاری نہ ہو جاتی تو یہ بات وہ فرمادیں نہ کر دیتے کہ کلام کے لازمی مددولات مضمونات بھی عین کلام ہو اکہستے ہیں۔ حیثیت ہیں میہنہ والے شخص کے بارے میں یوں کہا جائے کہ وہ حاجی ہے تو لازماً اس کا مطلب یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ ہزاروں میل کی مسافت طے کر چکا ہے۔ اس نے جائز کا پانی پیا ہے۔ وہاں کا کھانا کھایا ہے۔ اس طرح کے امور اگر پھر فاظاً یا انہیں ہوئے تو ”حاجی“ کے لازمی مضمونات میں شامل یقیناً ہیں۔

اب دیکھئے قرآن کہتا ہے کہ طلاقیں دو ہیں جن کے بعد رجوع ممکن ہے۔ تیسری دیدی تو حق رجوع ساقط ہوا۔ اس کا لازمی مطلب یہ ہے کہ جلد بازی کر کے آپ دفعتاً میں طلاقیر دیدیں تو حق رجوع ساقط ہو جاتے۔ بہت سے بہت آپ یہ کہ سکتے ہیں کہ الطلاق مردان کا مطلب ہے دوبار طلاق۔ تو اگرچہ ہم بدائل ثابت کر چکے ہیں کہ اس مطلب کی تعیت کا دعویٰ غلط ہے تاہم اسے صحیح مان کر بھی آپ کے مسلک کا جو از پیدا نہیں ہوتا کیونکہ دو چار منٹ کے فصل سے طلاقیں دینا بھی متعدد بار طلاق تھیں دینا ہے اہذا آج اور کل اور پرسوں آپ نے ایک ایک طلاق دیدی تو حق رجوع عین قرآن کی روئے ساقط ہو گیا۔

ایک اور رخ سے دیکھئے۔ زید نے آج بیوی کو بھالت ہر ایک طلاق دی۔ ایک ماہ بعد دوسرے ٹھریں دوسروں دی تیسرے ماہ تیسرے ٹھریں تیسری دی۔ آجنبنا بھی یہ مانتے ہیں کہ تیسری دیتے ہیں حق رجوع ساقط ہو گیا اور مانتے ہیں کہ قرآن سے یہی ثابت ہے۔ لگبھی کیا عدت ابھی باقی نہیں؟ صاف ظاہر ہے کہ باقی ہے۔ تیسری طلاق تیسرے ہیں کے آغاز میں دی گئی ہے اہذا ایک چینہ عدت کا باقی ہے۔ تو کیا خود آپ کے نزدیک بھی قرآن ہی سے یہ ثابت نہیں ہو گیسا کہ زمان عدت میں رجوع کا استحقاق سلب ہو جاتا ہے۔؟ بہت ہی محترم دوست! ہم خلصہ اذکورہ دیں گے کہ

چکا اور خود فسیریت شانی بھی معرفت ہے کہ چاروں رئے تین اٹھٹی طلاقوں کے وقوع پر متفق ہیں۔ تو گویا یہاں کے دوست یہ فرمائے ہیں کہ چاروں رئے اور ان کے کوڑوں مقلدین و متبوعین بحث و تحقیق کے آداب سے نا آشنا ہیں۔ تنگ نظر ہیں۔ مکرم سواد ہیں۔

کون نہیں جانتا کہ چاروں مکاتب کے فقهاء میں ہزاروں مسائل میں اختلاف ہے اور سالے نقہہ اسی تصرف کی تجارت کو تسلیم کرتے ہوئے ایک دوسرے کو برحق تسلیم کرتے ہیں۔ وہ نہیں کہتے کہ چاری راستے وحی ہے اور اس کا مخالف گمراہ ہے۔ اس سے ثابت ہو اکہ وہ نہ تنگ نظر ہیں نہ بے تجزیہ۔ البتہ یہ تصویر ان کا ضرور ہے کہ وہ اجماع کو جو جت ملتے ہیں اور یہ جائز نہیں بھئے کہ متفق علیہ مسائل میں روز روز اسلامی شو شے بدائل کئے جائیں۔ ہمارے دوست نے جو عبارت تحریر فرمائی اگر بھی احمد پر وینیکوئی اور منکر حدیث تحریر کر دے تو کیا کوئی انصاف پسندیہ کہہ سکتا ہے کہ انکا برحدیث کو بھی گمراہی نہ کہنا چاہیے بلکہ اسکی گنجائش تسلیم ہی اکر لینی چاہیے۔

علاوه ازین میں طلاقوں کے مسئلے میں بغیر مقلدین کا جو بھی موقف ہے اس پر کسی بڑے جارحانہ حملے کا انتکاب مقلدین کی طرف سے نہیں ہوا بلکہ آپ حضرات ہی نے احمد آباد میں ایک سینا منعقد کے مقلدین کے اجتماعی مسلک پر دھماوا بولا ہے۔ مقالات مرتب کئے ہیں۔ قرآن و حدیث کی غلط تعبیرات پھیلانی ہیں۔ اس کے جواب میں الگریم جیسا کوئی مقلد آپ کی علمی و تحقیقی اغلاط کا گلوٹ توارہ پیش کرتا ہے تو اسے آپ تنگ نظری اور بے ادبی اور مومنگھائی کا عنوان دیتے ہیں۔

دیقتش بھی کرے ہے وہی کے ثواب اٹھا

محترم دوست کی چھپلا ہرٹ کا نمونہ۔

”دیر تجلی نے جو باتیں ارشاد فرمائی ہیں ان میں یہ ہے بات محتاج ثبوت ہے۔ بتایا جائے قرآن میں یہ کہا کہا گیا ہے کہ جلد بازی کی صورت میں رجوع کا حق

جو عیش شخص کئے ہیں۔ بعضی درجہ اول کی کتابیں من جیت، الجھوڑ درجہ ثانی کی کتابوں سے بڑھ کر ہیں اور درجہ ثانی کی درجہ ثالث سے۔ اس درجہ بندی کا مطلب ہے تو کسی صاحب فن نے نہیں لیا اکار تیسرے درجے کی کتاب میں درج ہر حدیث صحیح کے اعتبار سے تیسرا درجہ و مخفی ہے۔ بے شمار ایسی حدیثیں ہیں جو تیسرے درجہ کی کتابوں میں مندرج ہونے کے باوجود اعلیٰ درجہ صحیح رکھی ہیں لہذا اسی خاص حدیث کو محض اس نے ٹھیک ارادہ میں کر دے تیسرے درجے کی کتابیں آئی ہیں اپنے اہل فن کے نزدیک قابلِ اتفاقات نہیں ہے۔ حدیث کے ضعف و وقت کا سارہ ارتقا بدلانا اس کی استاد ہے۔ سنداگر باعتبار قواعد مضبوط ہوتے تو اسے درج خواہ کہیں کر دیا جائے اسکی صحیح قوت میں فرق نہیں آئے گا۔

اب ابن تیمیہ کے منقولہ ارشاد کو پڑھ لیجئے۔

”کسی نے بھی ہبھی حملہ اللہ علیہ وسلم سے اسناد کے ساتھ کوئی ایسا واقعہ قتل نہیں کیا ہے کہ کسی شخص نے بیک کل تین طلاقیں دی ہوں اور آپ نے ان تین طلاقوں کو لا زخم کر دیا ہو۔ بلکہ اس سلسلے میں جو حدیثیں بھی مردی ہیں وہ بالاتفاق اہل علم جھوٹی ہیں یاں بایجادیت صحیح میں اس بات کا ذکر ہے کہ فلاں شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں۔ لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے متفرق طور سے تین طلاقیں دی تھیں۔“

ابن تیمیہ کے علم و فضل کو خراج تھیں ادا کرنے والے تمام لوگ۔ جن میں ہم بھی شامل ہیں اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ بہت پرجوش اور جسم کے عالم میں بعض اوقات اختیاطی حدد دے سکتا ہے اور جوش کے عالم میں بعض اوقات مستقل موضع ہے۔ بہر حال اس سے حسب جیسے غیر معتلہ کو تو زیب نہیں دیتا کہ فوج دا بن تیمیہ کی راستے کو دلیل بنائیں۔ خیر یہ بھی گوارا۔ ہم شخص صفات سے سوال کرتے ہیں کہ طلاقی شملت کی بحث میں مدعا کون ہے؟

آپ آئندہ کبھی بہا شفتوں میں نہ پڑیں۔ اس الجھے ہوئے شفاف مشتعل کو ہم جیسے بند اقوال کے لئے ہی چھوڑ دیں۔ (۵) اس مخبر کے ذیل میں فرماتے ہیں:-

”چنان شک احادیث کا تعلق ہے ان میں سینہتر حدیثوں پر میں اپنے مقام میں گفتگو کر کاہوں کے تین کے وقوع پر کوئی بھی حدیث ایسی موجود نہیں ہے جو صحیح بھی ہو اور صریح بھی۔ رہی دارقطنی وغیرہ کی حدیثیں تو اولاد اتنا ہم مسئلہ میں دارقطنی جیسی تہہرے درجے کی کتاب کی حکم کیا تھا بت کرنے کے لئے کافی نہیں ہر سکتی۔ ثانیاً اس سم کی حدیثوں کے بارے میں علامہ ابن تیمیہ نے لکھا ہے۔“ (ص ۲۱۶)

کیا لکھا ہے۔ اسے ہم ان سطور کا تجزیہ کرنے کے بعد نہیں کریں گے۔ ان سطور کی بے مانگی کا اندازہ ہر وہ شخص کو سکتا ہے جو تخلی کا طلاق نہ بشرد و سے آخر شک پڑھ سکے۔ اس مخبر کے بعد اچھے تخلی میں ہم نے آٹھ احادیث اور ہم اصحاب ابتداء کے قوای پیچا کر دیئے۔ لیکن ہمارے دوست ان سب کو جھوٹوں میں طرا دینا چاہتے ہیں۔ ان کی مذکورہ عبارت پڑھ کر لوگ جھیں کے کم دری تخلی نے بس دارقطنی جیسی کتاب سے احادیث نقل کی ہیں۔

حالانکہ جن کتابوں کا ہم نے تالیف دیا ہے وہ یہ ہیں۔

دارقطنی۔ ابو اودہ۔ ترمذی۔ ابن ماجہ۔ دارجی۔ حاکم۔ ابن حسان۔ سیوطی۔ طریقی۔ مصنف اہل ابی شیبہ۔ مصنف عبد الرزاق۔ فتح الباری۔ تفہیم القرآن۔ بخاری مسلم۔

علاوه از میں دو پہلو قابلِ نحاظ ہیں۔ اول یہ کہ سنن دارقطنی اتنی بھی گزری کتاب ہے جسی موصوف کے یہاں سے مترشح ہے۔ امداد دارقطنی کے بارے میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے بستان الحنفیین میں تشریح کی ہے کہ وہ عالم من روی اور سنام رازی اور حاکم اور البغیم جیسے افضل کے استاد ہیں۔ علم خوفن جو یہ میں شامل ہمارت رکھنے تھے فری معروف علی حدیث اور اسماں الرجال میں بنے نظر اور اپنے وقت کے یجاہت تھے۔ نیزہنا اہب فقہاء سے بھی باخبر تھے۔

دوئم یہ کہ اہل فن نے کتابوں کے درجات تجیشیت

اعتبار کہنا درست نہیں مگر افسوس کہ طلاق نمبر پر ڈکٹر بھی
شمس حسپا ان قسم کی تقییدِ حادیں یہ کہے جا رہے ہیں کہ
شیعیب راوی صدیق ہیں۔ اس دھاندی کا کوئی علاج نہیں
رہا این قسم کا یہ کہنا کہ دشیوں میں جہاں تین طلاق کا
ذکر آیا ہے وہاں متفرق تین مراتقیں مراد ہیں تو یہ بھی عومنی
بیندیں ہے۔ (چاری)

درست حجت مرت

ونے کا بھاؤ لہاں سے کہاں پہنچا
سچے موئیں کے دام کیا سیکیا ہو گئے

بُلْسَى طَيْمَىنَكَى شِمْتُوْنَ يَلِى كِسْ قَدْرِ أَخْضَافِ ہُوْكِيَا

لیکن مرت درست حجت

اب بھی قریبی نسخے کے عین مطابق تیار ہو رہے ہیں
اسی ایسے
اب سے تیس سال پہلے اس کے جواہرات تھے وہی
آج بھی ہیں۔

بیشمار لوگ اس سے برا بر فائدہ اٹھا رہے ہیں۔
ایک تولہ لوز روپے۔ چھ ماشرے پانچ روپے۔
محصول ڈاک سارٹھی میں روپے

آپ بھی اپنی آنکھوں کی طرف سے غافل نہ ہوں

دار الفیض حمامی۔ دیوبند (لیوپی)

ایک شخص کہہ رہا ہے کہ تین کے معنی تین ہوتے ہیں
دوسرے شخص کہہ رہا ہے کہ تین کے معنی ایک ہوتے ہیں۔ صحت
ظاہر ہے اور یہاں شخص ایک معلوم مضم واقعہ بیان کر رہا ہے
یعنی دعویٰ ہے کہ حشرت توثی بھی نہیں دیے تھے۔ ہاں دوسرا
شخص ایک دعویٰ لے کر اضافہ ہے جو مسلمات کے خلاف ہے۔
لہذا نا اور نے کے مطابق دلیل بھی دعویٰ بھی کے ذمہ ہوتی۔

اب بھی یہ دعیٰ شخص اول نے مطابق کرنے والے کو ایسی
صریح حدیث دھکلائے ہیں جس میں کے معنی تین ہوتے
ہیں تو کون اس مطابق کو بنے جا اور کبھی نہیں۔ کہے کا۔
وصل ذہدار ہی تو خود اس دعویٰ کی ہے کہ اسی بھی حدیث
ذکھلات جس میں صفات طور پر کہا گیا ہو کہ تیرہ طلاقوں کے
معنی ایک طلاق ہوتے ہیں۔

اب تیس بار وجود مدعا ہونے کے ایسی کوئی صورت و
صحیح حدیث پیش نہ کر سکے جو ان کے دعیا نہ سمجھتے کی تائید
کرتی مگر اُنٹھ اختراع ان اگوں پر کرنے لگے جو مدعا
نہیں ہیں بلکہ ایک سی رہا سادا امر واقعہ بیان کرنے والے
ہیں۔ حب قرآن و حدیث میں ایسی کوئی صراحت نہیں کہ
تین اکٹھی طلاقیں تین نہیں ہوتیں ایک ہوتی ہیں تو
المطلقات بھی اعلیٰ اطلاع قیماں کے مطابق بلا شرط و قیداً نما
ٹڑے چکا کرتیں طلاقیں جس طرح بھی دی جائیں پڑ جائیں گی۔
مطلقات کو مقید اور عام کو خاص آپ حضرات بنا رہے ہیں اور
دلیل کا مطابق ہم سے ہے۔ یا اللھب!

نیز یہ کہ دیا الحمد عجیب ہی ہے کہ اس باب کی ساری
حدیثیں بالاتفاق اہل علم جھوٹیں ہیں۔ بڑے بڑے اہل علم
کی تفصیلی شہادتیں تو ہم پیش کر چکے۔ ہر شہادت جواہر کے
ساتھ ہے۔ تا سچ کو بعض بھی ہی تو رد نہیں کیا جاسکتا۔
اسی صنانچہ احادیث کے بارے میں حافظ ابن قیم
کا کچھ نقد پیش کرے ہیں۔ ہم طلاق نمبر میں شرح ولیط سے
 بتا چکے ہیں کہ اس طرح کا جزوی نقد کافی نہیں ہوا کرتا۔
ہم نے حصہ پر ”راوی شیعیب بن زریق“ کا مستقل عنوان
تم کر کے حصہ تک فتحی دلائل دیتے ہیں کہ اس راوی کو تابع

محترم قطب شہید

روحِ انتساب

شیخ شمس الدین شاہ شیخ شمس الدین پیر شیخ شمس الدین

الاحدی الحسین بیں سے ایک بھلائی کے منتظر
(النضراء دالشدادۃ) وہی؛ (یعنی قصۂ شہادۃ)
یہ ہے وہ راہ جس پر چل کر ہم اپنے گوہر مقصود کیا سکتے ہیں
اسی راہ پر چلے بغیر کوئی دعوت کامیابی کی منزد نکل پہنچنے
بھی نہیں سکتی۔

ہمیں خوب معلوم ہے کہ ہم نے جو راہ اختیار کی ہے وہ
پھولوں کی ریج نہیں بلکہ سچی وجہ دخون اور آنسوؤں کے
در بیان ہو کر گزرتی ہے، اس میراث سر با تیان دیکھنے والے
نہیں۔

روح کی وہیں ایک طرف مادہ پرستی اور دوسری طرف
معاشی نشکش کی وہ ہرمی لعنت بیساگر فنا رہے، اسلام دلوں
سے بُنگات دلانا ہے اور اسے ایک اپساظ اسلام حیات عطا کرنے ہے
جو مادے اور دست پر حیطہ ہے اور دلوں کے تقاضے بیکُفت
پڑے کرنا ہے۔

پاٹی رہنم — تحریکی سلائی کے کارکن — تو
عوض ہے کہ ہم خوب جانتے ہیں کہ تم نے جو راہ اختیار کی ہے وہ کوئی
ٹکٹکی یا شرک نہیں ہے۔ صادر اول کے مسلمانوں کی طرح ہمیں
کیا آزمائشوں، ابتلاء، درعاشر کے شکن اور جان سکن بھل
سے گزرنا ہے۔ تب کہیں جا کر ہم دنیا کو اسلام کی صداقت اور
حقائقیت پر مٹائیں کر سکیں گے پا

(اردو ترجمہ)

یہ شہادت گیر الفت میں تدم رکھنا ہے

لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

صدر اول کے مسلمانوں کی قوت کا چشمی ایمان تھا
آج کے مسلمان کی شجاعت کا راز بھی اسی میں پو شیدہ ہے
چیخت مسلمان آج ہم جس صورت حال سے دوچار ہیں وہ
صدر اول کے مسلمانوں کی حالت سے کچھ بھی مخالف نہیں ہے
وہ مشتمی بھروسے مگر اس وقت کی دوسرے طائفوں کو ملتوں
روم اور ایران کے غلاف بر سر پیکار تھے جو ازادی قوت، مادی
سر و سامان، دولت، فتوح، حرب و خراب اور سیاسی طاقت
ہر رعایت سے ان پر فوجیت، بھتی تھیں مگر اس کے باوجود دیکھی اس
برس سے کم عرصہ میں انہوں نے قصر و کسری دلوں کا خروج تھا
میں مادی یا ادبی بھرہ اسی کے لیکن بھرہ روم تک ان کے ساتھ علاقہ
پر قبضہ کر لیا اس کی بھی کامیابی تاریخ کا ایک عظیم محجزہ تھا
تاریخ کی کسی مادی تحریک و تغیری کے ذریعہ اس عظیم
تاریخی محجزے کی کشنہ کو پہنچا ہیں ملکیت میں سکتا اسے صرف ایمان
اور تلقین کے حوالے ہی سے سمجھا جا سکتا ہے ایسی ایمانی یادیہ
نفہ احسان کی وجہ سے مسلمان جمادین میدان جنگ میں دشمن
کی فوج کو دیکھتے تو پیکار اٹھتے تھے۔

دیس بیتی ہے میرے اور جنت کے درمیان صرف اتحاد
بینت الحجت ہے سی بات حاکم ہے کہ میں جا کر اس آدمی
الاٹ اقتتل دکافر کو ہلاک کر دوں یا خود اس کے
ہذا درجیل پا چھوں ماما جاؤں۔

اویقتلنی

اور پھر یہ کہتے ہوئے وہ میدان کا رزار کی جانب الیہ
چاہب و شفوق سے لپکنے کر جیسے کوئی دوپھا جائے عوادی ہیں وہ خل
ہوتا ہے۔ یہی ایمان کا کرشمہ تھا کہ دشمن کو دیکھ کر وہ باختیار
پکا لے۔

هل تو دھمون بننا تم ہائے معاملہ ہیں دو بھائیوں

مذاہات مقبول کریں عکسی مولانا اشرف علی رہ کی
مقبول عام اور مفید ترین کتاب پر لئے اور نئے اضافوں کے ساتھ۔

قیمت چھڑ دپے۔ (جلد سات روپے)
اٹھوں کی طاڑک اللہ کے سوا کوئی حاضر ناظر
نہیں بوس مسلمان اس خیال کا شکار ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واطہ
کی مدد قرآن کی حدیث کے وہ شد و لاس۔ فقہاء و مجتہدین
کے متن ہوئے۔ قیمت جلد . ۳/-

رمضان کیا ہے؟ مولانا حماد عابد اللہ و ملکی رشحات
خوب ترکتا۔ قیمت مجلہ . ۳/-

تعلیمی ویڈیو سرگرمیاں علم مسلک میں
جس میں بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں نے اپنے شاہزادی میں
دین کی تبلیغ و تعلیم کے لئے ہر گھن کوشش کی۔ مسجدیں، راستے
یا زار ہمیں بھی ہوں مسلمان بننے رہے۔ دنیا کے کار و بار نے
انھیں دین سے فائل نہیں کیا۔

از تاضی میرا پیوری۔ قیمت . ۵/۱
الشرف تصور کی معروف میں مولانا اشرف علی رہ کی
معروف کتاب۔ قیمت . ۱۹/-

امرت مسلمہ کی یہنمائی مولانا تقی ایڈن کی ایک تازہ
تصویف اتفاقی اجتماعی ایڈن کی اجتماعی
حضرت مسیح اصلیٰ فرمودات و اقتراحات۔ درس
محلتوں سے بریز۔ قیمت . ۷/-

سفر مصروف چکار امیر شریعت مولانا منشی شیعیاری
کے قلم سے ایک بصیرت فروز معلومات
از اسپر نامہ۔ قیمت . ۲/۵

قرآن اور تعمیرت سیر تعلیمات قرآنی کا چھڑ، تصوف
اوہ ادب صارع کا دلکش تجویز
ڈاکٹر میرزا الدین کے قلم سے۔ قیمت . ۵/-

جاہزادہ زر احمد قرآنی قرآن کے تراجم ہوتے۔ اسکی تحقیق
و تفصیل ہتر ہمیں اور شاہین کے نام۔ بہت بخداہ اور معلومات
افراد کتاب ہے۔ قیمت . ۴/-

غذیۃ النطام الیمن مفتخر: شیخ عباد القادر جیلانی۔
قیمت مجلہ تیس روپے . ۳/-

تاریخ اسلام کے چیرت انگریز محدثات قاہرہ کے ایک
عہدالثغزان کی تالیف نئے اسلوب میں۔ تاریخ اسلام کے
بعض قائم پرکشم و تحقیق کی روشنی۔ قیمت . ۵/-

اسلام اور ترقی مولانا اشرف علی کے افادیت سے بریز
اوہ شادات۔ قیمت . ۴/-

تذکرہ مولانا عبد اللطیف نعماانی تذکرہ شخصیت مولانا
عبد اللطیف نعماانی۔ شیخ الحدیث مفتاح العلوم میو۔

۱۹۹۲ء کی بینی، علمی، سیاسی اور جماہرات زندگی کے ذریعہ
جاویدہ کارناٹے اور اہل علم اور رہنمایان ملک و ملت کے
خارجہ کے عقیلات۔ قیمت . ۵/-

تاریخ الفخری تاریخ اسلام کی ایک شہود راوی است
کتاب کا ترجمہ اردو، فارسی اور فوج
زبانوں میں بھی ہو چکا ہے۔ آپ کی خدمت میں اردو ترجمہ
حاضر ہے۔ قیمت . ۱۳/-

مکتبہ بات تواریخ ہموم سرہندی مغارفہ اسرار
ہدایات و تعلیم
اوہ نکات و لطائف سے بریز خطوط اردو اس میں۔ مطالعہ کی
بہترین چیز۔ قیمت . ۶/-

مکتبہ چلی دا پوہنچ (بینی)

زندگی سے بارگاہ کرتی ہے اور مسلمانوں کو ان کے مستقبل کی طرف سے مایوس کرتی ہے۔
قادیانیت مسلمانوں کا ذہن، عالمی مسائل اور اس

نظام عمل کی اقسام سے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس امت کو پیدا فرمایا تھا، ہم اکٹا طالب مسائل کی طرف نکلتی ہے اور اس غنیمہ امت کو اس پر پہنچنے قوم کی گاڑی کافلی بنانے کی کوشش کرتی ہے جس کے ایسا سرپیدا ہوئی اور جس کی حفاظت میں یہ پڑی۔

افسوس قادیانیت نے مرا غلام احمد صاحب کو ثبوت کا ناتھ پہنچا کر انسانیت کو اتنا ہی سرنگوں کریا تھا جو مصلی اللہ علیہ وسلم کی تبویث نے اسے سر بلن کیا تھا: قادیانیت نے پوری انسانیت کی تزلیل کی ہے، اس کی جین شرافت پرداغ رکایا ہے، اس نے اس کا درجہ دیا ایک ایسے گناہ کا درجہ دیا ہے جو کبھی معاف نہیں کیا جاسکتا، اور ایک ایسے جرم کا درجہ دیا ہے جس کو تاریخ بھلا کھینچتی۔

قادیانیت کا مرئیہ کسی ایک ملک یا حکومت کا مسئلہ نہیں ہے، یہ پوری دنیا کے اسلام کا مسئلہ ہے، یہ عقیدہ اسلامی کا سیوال ہے، عزت رسول (کا سوال ہے)؛ شرف انسانیت کا سوال ہے! — اور اس کردار ارضیں ایک ذرہ خیر نہیں، اگر یعنی وہ مٹ جاتا ہے، اگر اس عزت کو ماٹھا کیا جاتا ہے، اور اگر اس شرف کو داغدار کیا جاتا ہے!!

یہیں بھروس حقوقیں، لیکن جو لوگ واقعات سے دور اور ادھام دھیلات ہی کی دنیا میں رہنا پست کرتے ہیں اور حقیقوں کے باشے میں بھی اپنے آپ کو دھوکہ میں رکھنا چاہتے ہیں، ان کے لئے اور ان لوگوں کے لئے جن کی نظر میں دین و عقیدہ کی خواہ کوئی قیمت نہیں، اور جو آخرت پر دنیا کو ترزیح دیتے ہیں، ان پر مطمئن کرنے کے لئے مجبور پاس کوئی زیان یا خام نہیں۔

یار ب ن وہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں کہ مردی بات دے اور دل، ان کو جو نہ چھوکریں یا ان اور دنرجمہ از عسری (تقلیم مولانا غوث الرحمن بن جعلی)

کے پہاڑ اور تاریخ کے انہیں نقش ہیں، ان پسٹ فلم اور جماب آسالوگوں کا گروپ ویراہ ہو جاتا ہے، جو فلاہوں کی زیان کے سو اکٹی زیان نہیں چاہتے، اور جو ہمیرہ و شی کے علاوہ کوئی دوسرے علم و معارف کو پس لپشت ڈال کر لے ایک ایسے دو ماہر اور کیک لٹریج کی طرف مائل ہو جاتا ہے جس میں رکا کنت خشت کلائی، کھلے ہوئے تشا فقر، سقیر جھوٹ، لیسے جوڑے دعووں، مخفک خیر نامیلوں اور ایسی پیش گوئیوں کے طور کے سوا جوچی نہ ہوئیں کچھ ہاٹھ تھیں آتا، اور وہ انسان اس مقبرہ شہر سے جہاں دھی تازل ہوئی ہے اور جہاں ملائک اترتے ہیں، جہاں درس انسانیت ہے، جو پناہ گاہ آزادیت ہے اور اپنی کو اقتضی سے اس عالم کی صبح صادق غوردار ہوتی اس شہر سے رشتہ عقیدت توڑ کر اس شہر کو ہر کسی عقیدت بتاتا ہے جو جاسوسی کا آشیانہ اور ملک اسلامی کے قبضہ کا لام کا گڑھ ہے، یہ ہے ملت قادیانی جو ہر خیر کو ایک شر سے بدل لئی ہے، یعنی لذظاً نیمیں مبتلا کا۔

قادیانی یا ہب عالم اسلامی کے حجم کا وہ مادہ فاسد ہے جو اس کے شریانوں میں پہنچتی اور بندی، مفسری سامراجیوں کے لذت بر جیسی سماں اور کاسہ نیسی اور ان ظالم حکمرانوں کے لئے تازل اور تباہ مرنی کا زبردست میلانا ہے جنہوں نے اللہ کی زمین کو جور و فساد سے بھر دیا، اور دنیا کے مسلمانوں کو اپنی عالمی کے شکنی میں کس لیا ہے۔ قادیانیت دعالت کلمہ کو پارہ پارہ کر کے دنیا کے اسلام کو انتشار تکمیل بلتا کر لئی ہے، اسلام کے عقائد سمجھوں، اس کے اصلی مذاہروں اور مستندر نرگوں پر اعتماد کی منتظر اکیتی ہے، امت کے شاندار ماضی، اس کے تابناک ایام او حلیل المق راشخ اس سے امت کا رشتہ کاٹتی ہے اور تبویث کا نتے نتے دعویداروں اور طفیلیوں کے لئے راہ ہموار کرتی ہے۔ اسلام کی لاد وال طاقت اور ایمان

ہوں حضور والا۔ علاج آپ ہی بتائیں۔"
انجکشن تو ہم تجویز کر دیں گے مگر لا دے گے کہاں سے۔
باز افضل دادوں سے پشا پڑا ہے۔"

آگے کی گفتگو یاد نہیں رہی۔ ویسے صبح جب انکھہ
کھلی تو طبیعت بڑی ہشاش بنشاش تھی۔ سر کے گول ھٹکے
میں ہندے سے جل رہے تھے۔ بیوی نے چہرے کی کھلاڑی
شاید جھوس کر لی مسکرا کر بولی۔

"حشم بد دور سوتے ہیں ہنس رہے تھے۔ کیا کوئی مبارک
خواب دیکھا ہے؟"

"حضرت شیخ کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں۔ اسی
بات پر دو چار انڈے اُبال لاؤ۔ چکیں بھی دودہ برا بر کا۔"
بھی آج دودہ اور انڈے کے بھی نہیں ہیں۔ آپ
سلطانی کے پہلے ہی دس انڈوں کے پیسے جل رہے ہیں۔
دودہ والارات دودہ نہیں لایا۔ پرسوں کہہ رہا تھا کہ کچھ دل
حساب صاف ہو جب دودہ آئے گا۔"

"اوہ۔ پھر تو ہمیں کمیش قبول ہی کرنا پڑے گا۔"
بھرگوڑی نہیں۔ حرام کے مال سے فرم جانا ہے۔

ویسے ناشتے کے بغیر آج تک کوئی مراتو ہے نہیں۔"

"تمہارے دیباں کو دو شخصیں نے بگاڑا ہے۔ مولانا
اشرف علی اور مولانا مودودی۔ تم اب رومانی ناول پڑھا
کرو۔ رومنی کی دنیا میں حلال حرام کے جھکڑے نہیں جلتے۔"
اب پلنگ سے تو اٹھی۔ ناز بیرونی سے پندرہ ہفت
رو گئے ہیں۔"

"جب ناشترنک انصیب نہیں تو نماز میں کیا جی گے
کامیروں تو خیال ہے کہ صوفی ٹکلیں بھی آج ضرور پہلیں گے۔
کل راستے میں مل گئے تھے کہہ رہے تھے کہ صبح ناشترنک ادا رہا
ہوں۔"

"مگریں تھے۔ انھیں پڑھلیں میں چڑھتے چھا۔"
اور میں آپ دیں گی؟۔ میں غریا۔

"میری ہا لوگو غرض پڑی ہے۔ میرے پاس تو پس در
رو پے ہیں۔ لیکچے یہ ایجمنے ان سے جو چاہے خرید لائیں۔" اسے

تھے کہ انہوں نے کئی خون بھی کئے ہیں۔"
نوچ خدا نہ کرے۔"

"یہ کیا ہاتھ ہوتی ہے۔"

"وہ آپ کو طور پر ہیں۔" اس لذت کرے تو پ
لے کر تھوڑی پڑھیں گے۔"
میرے ہاتھ پیروں میں آپ پہلا سکس نہیں رہا۔
جان جیات۔ ا۔ فرض کرو اندھیرے اُجلے میں انہوں نے
گردن دبوچ ہی لی۔"

"آپ میں کیا بتاؤ۔ پیشورہ بہر حال نہ دوں گی کہ
ان کا آٹھ کاربن کمپسی کو لوئیں۔"
میں کہاں لوٹوں گل میں تو صرف کمیش ایجنت ہوں گا۔
پھیں فصیری۔"

"چھٹے میں گیا ایسا کمیش۔ مجھے اُتو بنا سے ہے۔"
اُتو میں ہوں مغلانی سیکم۔ پتا نہیں اُتو کی شریک
حیات کو کیا کہتے ہوں گے۔"

بہرست ادیسے راما مگر کوئی سکانٹر کا مشورہ نہ اس سے
ملانے پہنچ کھو پڑی میں طلوع ہوا۔ تھک بار کر لیٹ بھی گیا۔
بہت دیر میں نیند آئی۔ نیند آتے ہی عالم روایا میں بیچ رخت
اللہ علیہ تشریف لائے۔ تھنے لگے بیٹا جی کیوں چھوٹا کرتے
ہو۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ کان کھوں گر سنو۔ نور آہی اور
صونی دھناب صرف مٹی کے شیر ہیں۔ تم بلا تکلف سیٹھتے
سب چھپاہے دالو۔

"کہہ ڈالوں میں نے عرض کیا" مگر وہ احتیار نہیں کریں
گے۔ حافظ پچاہ بھی دستیاب نہیں ہیں کہ انھیں گواہی میں
پیش کر سکیں۔"

"وہ بذخخت ایک گاؤں میں آوارگی کرتا ہے رہا ہے۔
گاؤں کا نام بتائیں۔"

"افسوس۔ میں کی اجازت نہیں ہیں۔ ہر قسم
اس کی ٹانگیں توڑ دیتے۔ خیر یہ بتاؤ اور ج کل تھا اسے بھیجے گو
کیا ہو گیا ہے۔ گوبر کی شکل میں دیکھ رہا ہوں۔"

"گوبر سے بھی بدتر۔ میں خود بھی ایسا ہی جھوس کر رہا

ایک پلان کے نہیں سے خطوط یہ بیکا جھوٹ۔ امام حباب
قراءہ فرماد ہے تھے اور میں بدخت تھی خاکے میں رنگ
بھرنے میں صروف ہو گیا تھا۔ وائے بہر حال۔

ایسے تکمیل کے نیچے سے دو میلے کچھی نوٹ نکال کر مجھے پکڑا۔
میں اٹھ ہی گیا۔
پھر ناز کے دوران لاشعیر کے تاریک گوشے سے

بریلوی فتحہ کا پیار روپ

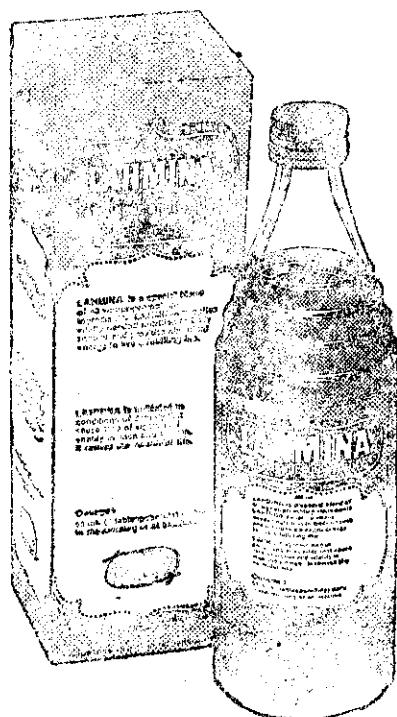
بریلوی کتب فکر کے اہل علم حجاب ارش القادری
کی تصنیف "شریعت" کا تقدیم جائزہ۔ تحریف قلمبیر
کی نہ تاندہی۔ دلچسپ علمی و منطقی تشبیہ۔ دستاویزی حقائق۔
کتاب کے فائل صفت جاہلیت پر عارف سنبھل نے بڑے
دکش اور فہیمانہ انداز میں نقد و تعقیب کا فراخیہ ادا کیا ہے
قیمت — پانچ روپے۔
بزم بغیر مختار — مولوی مقبول (بے طرفی)
جانشہ طمکٹے طمکٹے = ۱/۱۰
عجائبات ہند = ۱/۲۵

ضرور و غوثی چاہئے والوں کے لئے

کمپسٹن

مردوں اور سورتوں کے لیے ایک نیتی قوت
جو کمزوری اور اس کے آسماں و علاج پر بہترین کی
تحقیقات اور تجربات کا پخڑا۔
کمپیٹس میں قوانین اور تفاصیل سے بہر پورا ہاں ایس ارجمند اشامل ہیں
جو انسانی جسم اور اس کے اعضاء کو پخت اور طاقت و روزگار میں
آسے بھیج آج ہی بیٹھیے۔

کمپسٹن
جہانی قوتوں کی بیداری کے لیے



مارج سلوک [ڈاکٹر میر ولی الدین کی مفید کتاب]
موضوں نام سے ظاہر ہے۔ اس کا

مطالعہ پسکے لئے مفید ہے۔ قیمت ۶/-

وحدة الوجود [اہل معرفت کے مشہور مولیٰ حمدۃ الرجدود]

[پیر محققانہ گفتگو] حضرت مجدد الف ثانی

کا بیان اور اس کے اسرار۔ قیمت ۳/-

مرکا تربیت گیلانی [مولانا مناظر احسن گیلانی کے

تلقیوں کا خزانہ۔ قیمت جملہ پلاشک - ۱۰/-

فضائل نماز [شیخ الحدیث مولانا محمد رضا یا صاحب

کی مشہور کتاب۔ عکسی طباعت کے

سامنہ۔ قیمت ایک روپیہ ۵۰ پیسے۔

فتاویٰ عید الحرمی [مولانا عبدالحنی کا مشہور حجیعہ

فتاویٰ عید الحرمی] فتاویٰ ایک جلدیں ممکن نظر نہیں

کے بعد۔ قیمت ۲۰/-

قرآن آپ سے کیا کہتا ہے [مولانا ناظر نعیانی کی تقولی

نہم زبان میں ترجمہ مطالب بیان کرتے ہیں۔

قیمت پھر و پیچے پیاسا پیسے ۶/-

معارف سیلیمان نمبر [مولانا سید سلیمان ندوی کے

تعارف پر یتیر برداشت ادا رہے۔ قیمت - ۵/-

الحج [مولانا اشرف علیؒ کے خلیفہ شاہ مسیح اللہؑ کی

نادر تصنیف۔ موضوں نام سے ظاہر ہے۔

قیمت دو روپے۔

آداب پارست قبور [محمد سلطانؑ کے فرمودات

کی قسم کی کتابیں اس پتہ سے طلب فرمائیں)

قیمت ۷۵ پیسے

جیات عیا الحرمی [مولانا علی بیان کے خالصہ زرگانی کی

کی ایک بیان اڑوز سوائج۔ قیمت جملہ ۵/-

مکتبات مجدد الف ثانی [حضرت شیخ الحجہ ہرمنی کے خطوط تمام اہل علم

میں ایمان و معرفت اور شریعت و طریقت کا گنجینہ سمجھے

گئے ہیں۔ سلیس اڑوز تحریر کی صورت میں انھیں پڑھتے۔

قیمت جملہ جلد اول اٹھاوارہ روپے

جلد دوم — اٹھاوارہ روپے

جلد سوم — پندرہ روپے

احکام شریعیہ میں [از مولانا تلقیٰ ایمنی۔ جیسا کہ

نام سے ظاہر ہے شریعت کے

احکام زمانہ کی رعایت اور تغیرات کے تفاصیل اور

تغیر بیرونی حالتوں کا لحاظ رکھتے ہیں۔ تمام مواد جو اولوں سے

آئاستہ۔ قیمت غیر جملہ ۸/-

بدعہات کی بیانیہ [بدعہات کے رد میں چار لا جواب مقالے

ذہن کو روشنی اور قلب کو نورانیت

دینے والے۔ قیمت جملہ ۶/-

تفہیر شبیری [مولانا شبیر احمد گنگوہی کے فتنم سے

تفہیر عارفانہ اور تحقیقات۔ قیمت ۲/۵/-

النفاس علیسی [طیب الامد حضرت مولانا اشرفعی کی

تفہیرات سے تصوف و فریاد، اخلاق

اصلاح معاشرہ اور دیگر بیشمار موضعات پر دین و داشت

کی روشنی میں دچکیں اور درج ہر درج۔ قیمت - ۲۵/-

تجارتی سوق تاریخی اور فقہی نقطہ نظر سے [تجارتی و فقہی

کی روشنی میں تجارتی سیدر گفتگو۔ زبان سلیس، اسلوب

تلگفت، دلائل قوی، معاذ تحقیقات۔ قیمت - ۸/-

مُلَّةُ أَبْنَ الْعَرَبِ هَمَّى

مسجدِ مسحیانے کا

ہم نکلے۔

وہ میری ذریعہ سے علیک رسید کر کے دفعتہ
میری طرف متوجہ ہوئیں۔
”لے ملے صاحب۔ ہمارے مردوں کو تم کوئی کوئی ندا
میں دھکا دے آئے ہو۔“
میری گلنانہ بڑے نزد کی پچکی میں تبدیل ہو گئی۔
”دیکھو میر حافظہ پجا ما“ میں نے پھاڑھانے والے
انداز میں کہا ”تمری یہ بہرائی زبان ہماری بھروسی نالی آوت
ہے لہذا فقط ان ہی سے سروارو“ میں نے بیوی کی طرف
اشارة کیا۔ بیوی پان بنادی تھی۔

”ہائے دیبا۔ یورنگی ہمرے ساتھ متھی بولا کرو“ انھیں
مسنر کا خطاب پسند نہیں آتا تھا مگر میں عموماً اسی کا عادی
تھا۔ پھر انھوں نے روئے خطاب اپنی بخی مون ٹوار لنگ کی
طرف موڑ دیا۔ ”لگنا قسم ہجن جی ہمیں پتا چل رہن کوئلو
صلب ہماۓ مردوں کو موڑوا ہیں بھما کر جنگلوں کی طرف کے
جائی رہن۔“

حافظ پچا ما علیہ کو زمین نگل گئی یا آسان چک
لے گیا یہ تو نیلی چھتری والا ہی جانے۔ لیکن ان کی بیوی
محترمہ کو گمان تھا کہ ہونہ ہوان کی گم شنگی میں ملا کا ہاتھ
ضرور ہے۔ ان کی بیوی محترمہ کیا چیز تھیں یہ بھی سن لیجئے۔
پورے کسی دیہات کا جگہ گراما یہ۔ نام تھا جیون۔ عمر ۲۶
سال۔ ورنگ جامنی۔ ناک نقش کار طون جیسا۔ فوراً علی فور
چھپا کے دلخ۔ آواز گو بھی سماعت شکن۔ مزان تیز۔ بولی
دوغلی۔ یعنی پچھلے ورس پچھلے چھم۔ کئی سال ہوئے حافظ پچا ما
انھیں بقول شاعر عشق کی ڈوہی میں بازدھ کر لائے تھے۔
نكاح بعد میں ہوا۔ مجھ سے دہ گھوٹا خفا ہی رہتی تھیں۔
پرده اپنے گاؤں میں تو خدا جانے کرتی ہیں نہ کرتی ہیں
اب اس حد تک کرنے لگی تھیں کہ باہر نکلتیں تو چادر کا پتو
منہ پر مار لیتیں۔

بعد مغرب میر ہیاں آدمیکیں۔ میں امریکہ کے سابق
صدر علیہ الراحمۃ حیث کی یاد میں ٹبری آسودگی کے ساتھ یہ
صحراء گلستانہ رہا تھا۔ بڑے بے آبر و بہر کری می خفی سے

گئے رہا ہیں۔ اور چھرے کو یہ بھی معلوم ہے کہ ایک پھر دی بھی تربے سماں رہی رہا ہیں۔

”پھر دی“ نسیہ چونکہ پڑی۔ ہل ان کی اور پھر میری طرف گھورا۔ میرا دل دھکت ہٹکتے بجائے ٹائیں ٹائیں کرنے لگا تھا۔

”اور کیا“ مسٹر بجا مانگی آواز اور زیادہ تر اخ دار بیوگئی۔ مطرب بھی اپنی آنکھوں سے دمکھی رہیں۔ نیم ہڈی تیو یا کوئی اور پہنچیو۔ مطرب بھی کہے رہیں کہ کیا پتا کوئی رندی پستھی پہنچی۔

”خدادا عباں خارت کر دے“ بجا مانگ سے کس الوکے پڑھ کر کہدا یا کہدا ہے۔ اور دل دی جعلی آنا۔ لے چلی جا رہی ہو جو کھدیں اسے۔

”لگھے طوارہ آگنا تھا۔ کیسے نہ آتا۔“ نسیہ کو خبر گھور دی تھی کہ راوی آج لکھ کیا اللھ رہا ہے۔ وہ کیا سوچ گئی۔ اس کی مستفسد از نظر ہے۔ اب میرے چھرے پر گڑی ہوئی تھیں پھر دہ پوچھ دیا جائیا۔

”کون تھی وہ؟“

”میری خالدہ کی نانی کی۔“ بھی تھی۔ اسے کون ہوتی زو بی تھی۔ زیباغو نیزہ۔ سیٹھ عمارت اللہ کی تھی بیوی۔“

”ماشاد اللہ۔“ مجھ تک آج تک حماجرزادی کا شرف دیدار نہ کیا ہے۔ آیا۔ اسے موڑوں میں بھی گھٹاتے پھر رہے ہیں۔ ”شیمر کا ہجھ کڑوا تھا۔ لگر ماٹھے پر نکن نہیں تھے۔ ہوٹوں پر نکن نہیں۔“

”موڑوں میں نہیں دار نگ۔“ فقط ایک موڑ میں ایک بھی بار اسے اس کی خالدہ کے گھر پہنچا۔ پڑا تھا۔ حافظ پیام بھی ساخت تھے۔

”قہنا“ مسٹر بجا مانے منھ کی بات اچک لی۔ ”مطرب بھیتا ہم سے جھوٹ ناہیں ہوں۔ تب ہی سے وہ فائب غلمہ ہیں۔ تم بھی ناری راستہ تکن نکلیا ہو گئے۔“

”اسے تو نکن نکن کی خالدہ میں نے ایک جیب میں چھپا رکھا ہے کیا۔ وہ روجی میں چھوٹے سے جدا ہو گئے تھے کہہ رہے ہے۔“

”لے آجیہن“ میں بلکہ پایا۔ ”ہم تو ہے کو پہنچے بھی ایک دن کے رہیں کہ لکھا کی تھیہت ٹھا یا نہیں۔“

”دیکھو ہو بہن جی اخنوں۔“ فریاد کی اب کہیں آپا کہیں۔ ہماری عمر وادیکھو اور ان کی عمر وادیکھو۔“

”آخر بدار یک ناما فتح حکما۔“ کہاں ہیں؟ ”بیوی تھرہ نے اس انداز میں بھی خطاب فرمایا جسے اخین مطلع کی کے میں نے حافظ مردو دکورات عذر فائک کیا ہے۔“

”اخین میں نے سوچا جاںکل لیا ہے۔“ ان سے کہاں ایں چھوڑی۔ پھر اڑیں میرا پڑھ۔“

”لے فوج ہم تھہ بیس جملہ آن۔“ پہاڑی پر اس میں تھارہ ری پڑھو رکراں۔ قسم آن۔ پھر میرا پڑھ دا کا بھیجا زیارتی خراب کردی پڑھ۔“

”تمھارے درد دا کی گھوڑیا میں بھیجا۔ نہادی کب جنم سے خراب کردی ہو۔“

”کاہنے ناہی تھا۔“ سپر دا کی خواہ گونز ہیں جن میں کری ہو۔ ترے کو تو ایک سیر دا تھی۔ ناہیں پار پر سکن۔“

”میں اب پاچل کنے کی طرح جھوٹنے لوں کا نسیہ دی گوڑت۔“ میں نے کافوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے زوجہ کی طرف اس طرح دیکھا ہیں عرض کر رہا ہوں کہ خدا کے لئے بھیجی جاؤ۔ ”ملوا ہی کیا تم تھا۔“ کاب پسروں کا نسنا پڑا۔ عرش و کرسی کا نپ اٹھے ہوں گے۔

”اب یہ بچاری کریں بھی کیا۔“ زوجہ نے میرے بھائیے ان کی دکالت کی۔ ”زان بھیک ہوتے ہی ہوتے ہو گئی۔“ آپ بھی تو خدا جانے کی کیا کر تے پھرستے ہیں۔ بتا ہی جو دیکھے حافظ صاحب حجب کہاں ہیں۔“

”یا میرے والدے اللہ تعالیٰ۔“ یقین کر دو جو ڈار لنگ میں خود اس مردو خشن اطوار کی تلاش میں زمیں کے آخری سرے تک ہو گیا ہوں۔ تھیں کیا معلوم کیا کر کے بیٹھا ہے وہ اخیت المحساش۔ میری تو دین دنیا سب تباہ کر کے رکھدی۔“

”جھوٹ ناہی بولو۔“ وہ ترے ہی ساختہ موڑدا میں

کا جامائی راز بھی ضرور تاریخ ہو گا۔

”نہیں“ میں بلبل یا ”ان کے پہنچنے سے پہلے ہی میں خود جا کر سیٹھ کو کھا پڑھا سنا تا ہوں۔ سورہ پر بھی لوٹا دوں گا۔“ قریب ایک رکشانظر آئی۔ میں جست لمحہ کو بیٹھا رکشا پولر بولا۔ صاحب رُکی ہوتی ہے۔

میں نے ایک اور رکشا کو آزاد رہی۔ اس کا بھی پولر دھڑی بھر کا سرفی میں ہلا کا چلا گیا۔ کچھ دیر بعد اسکو ٹرکٹا وہ بھی ایک رو فلائگ چلا ہو گا کوچھ پتے سے شین بند ہو گی۔ دراپر رکشا مغلظت جالی دیتے ہوئے نیچے اتر اپنے منٹ ٹھیک ہونے میں لگ گئے۔

آخر کار میں عنایت منزل پہنچ ہی گیا۔

ہر آمدے میں سفر عنایت بیدکی کرسی ڈالنے کچھ ٹھہرے میں خونل تھیں۔ میں آندھی اور طوفان کی رفتار سے ان تک پہنچا تو کتاب ہند کرتے ہوئے انھوں نے حیرت سے میری ٹرکٹ دیکھا پھر بولیں۔

”ایں ایں کچھ دماغ تو ٹھیک ہے نا۔“

”نہیں بھر کرے۔ سیٹھ صاحب کہاں ہی؟“

”وہ گوری کھنچ لے۔ شیرست تو ہے؟“

”اُن کی حد تک نہیں۔“ مگر میری شیرست فق کے ہنس پار دوڑی بھاری ہی ہے۔ کیا وہ ان رہنمیں ہیں؟“

”ہیں تو۔ با تحریر میں ہیں۔ بھی تو کچھ بتاؤ۔“

”عربی اُنہیں عاتیں اور میری داستان در دعربي کے سارے کی زبان میں سماں ہیں سکتی۔“

”عنست ہے تم پر۔ اُنے یاں میں تو بھول بھی گئی تم سے تو مجھے کامیابی نہیں کرنا تھا۔“

”چھ کیا۔ آرچ کے بعد شاید تکرارے وہ بھی مجھ سے کلامِ سلام پسند نہ کریں۔ بھگت سے حرکت ہی ایسی سرزد ہرگز ہے۔“

”الفاظِ عنایت کے جاؤ۔ میں ان ہی نہیں رہتا۔“ اس نے کتاب بھول لی۔ پھر فروڑ ہی بند بھی کر لی اور چونک کر بولی۔

”تھے کہاں۔ مکان میں موجودت دھکائی ہے؟“

”یہ اس بھروسے پایا تھا کہ سیٹھ برآمد ہوئے اور

تھے کہ آج ہی گھر چلا جاؤں گا۔ میں تو خود انھیں ڈھونڈتا ڈھونڈتا منزل فتا میں جا پہنچا ہوں۔“

”ہنہاں نا تھی جاؤ بھیتا۔ جب تک وہ ناہی بلوٹن ہم تو ترے ہی گھر وہ ایں ڈھیا دہیں۔ ہائے ہیں جی۔ راتوں کو تو ایسا در لگتے ہیں کہ سب رکھ رہا جائیں کرتے ہے شروع بھیتا کہے رہن گرتے تک ہم ترے ہی گھر وہ سوئے جائیں پرہیزا اپنا تو جی ٹھکت ناہیں۔ جھلک کر انھیں بھیا ہی راہیں پر ناٹ جاتے تھوڑی ہے ان۔“

”ہاں ہاں۔ وہ تو تھا کہ ہیرے تو طالیکے۔ میں بھاگوں ہم پر حرم کرو۔ تھماری لاطینی بولی میں برداشت نہیں کر سکتا۔“

”اب کا ہے کوکرو گے۔ جب اُس دن ہم سے حلوا بنوں کے کھاتے رہتے تو کیسے پتھر جیڑ اپنے حافظ جی سے بول رہن کہ تری بیوی تو بڑی پیاری زندگی ولت ہے۔“

”یار ب الارباب ہیرے گناہ غش و دے۔ چلو ڈھیادو یہیں مگر ہیرے سامنے ہو لوگی نہیں۔“

”اے جاؤ بڑے لاث صا حب تے۔ پوس جس روپ کر اتے دہن تو جیں ہی میں مٹڑا کچو۔ اب کی تھاڑیں ہرہے گاؤں کے تکمیر کا سکادا دا دی پیہیاں بن کے آئی لگن ہوئے۔“

ہر کھفت وہ اپنے شرہ رامدار کی بازیافت تک غریب خانے ہی پر سکونت پذیر بلکہ اقامت گزیں بلکہ بالفہر متسلط بلکہ وہ کیا ہوتا ہے رہا ش فرا بلکہ نہیں و دامن کیر و علیہ اللعنة۔ اور مجھ پر بھی محتہ۔

سفر پا جامائی کی محیجی زبان کامارا میں کٹھ باٹھ کر تاشکس ناپ رہا تھا کہ دفتاری پڑھ کی ٹڑی میں سفری کی لہر دوڑی۔ ٹیکوے شاہ کے سجادے خواص نور الہی رکشا سے اُتر کر صوفی ہنباک گھر میں داخل ہو رہے تھے۔ انہی پیکھت زیارت پرے نئے ھکونہ شاہت ہوئی۔ تخلیات کی تپر جی ژون سے طوی۔ وہ یہاں آئے ہیں تو سیٹھ عنایت سے بھی خود رہیں گے اور ان سے میں گے تو تھے ناہنجار

ہیں درگاہ میں کوئی چادر و اور نہیں بھی۔ مگر.....
”جی بے شک“ انہوں نے تحریر اور تأمل سے بغیر طے
اطمینان سے ارشاد فرمایا ”یعنی پڑھنا۔ اولیاء اللہ
آدمی کے حوصلے اور جذبے ہی کی قدر کرتے ہیں۔ شاہ صاحب
رضھی اللہ عنہ آپ کی دریافتی سے بہت خوش ہو گئے۔ لوگ
عام طور پرستے کٹپروں کی چادر پر بھرپڑاتے ہیں۔
”زہنی نصیب“ کیا آپ کے شاہ صاحب نے خواب
میں خوشی کا انتہا فرمایا تھا۔ سیٹھ نے احترام بھرے لہجے
میں پوچھا۔

”اب آپ کیا پوچھتے ہیں۔ خواب کیا اور بیداری کیا۔
ہم تو ان کے حاضر باش خادم ہیں۔ روحاں صحبتیں تو چلتی
ہی رہتی ہیں۔“

”اسے اکے انہیں کیا ہو گیا۔“ دعتاً زوبی کی تشوش
آئیں اور اذ بلند ہوئی۔ خطاب اور دل سے تھا اشارہ میری طرف
تھا۔ میں نے واقعی فرط حیرت میں پہنچ کر انہیں یکھاڑی پھیپھی
موندی تھیں اور کردن کر سی کے سچے پر ڈھکل کا دی تھی۔
”برخوردار۔ برخوردار۔“ سیٹھ نے بچھے ٹھنڈوں اسی نیزد
آرہی ہے کیا۔“

”ند... نہ نہیں تو۔“ میں چونکہ کریں رہا ہوا۔
آنکھیں بھرپڑ پھر ایسی پھر خواجہ کی طرف ٹکڑے ٹکڑے دم دم
نہ کشیدم ہو گیا۔ خواجه مسکاتے۔

”ملٹا صاحب۔ ہمیں افسوس ہے کہ اس دن آپ فوراً
ہی الوٹ آئے پھر ای دعوت قبول نہیں کی۔ آپ بخوبی کے
خاندان سے ہیں۔ آپ کے پروادا کے داد اشانہ نذریں ایسے
العالیٰ حکمرت داؤ د علی مشکوکے خلیفہ تھے۔ سجنان التد کیا
ہستیاں تھیں۔ ہمیں آپ سے بھی دلی اُنس ہے۔“ خواجه فر فر
کہے چلے چار ہے تھے اور میرا یہ عالم کہ کھوپڑی کی وسعتیوں میں
کٹکٹ مرغیاں بول رہی تھیں۔

”یہ صاحب اجززادے خود بھی آپ کے بہت دماج ہیں۔ کہہ
رہے تھے کہ سجادے حسنا۔ بڑی اچھی طرح پیش آئے۔ نہایت
خوش اخلاق انسان ہیں۔“ سیٹھ نے جیابی مصروف عرض کیا۔

قرب آکر بولے۔ ”کہاں تھے پر خودار اور میہ دوستے
زیبا پر ڈھانی کیوں نہ رہے ہیں۔“

”نصر و فیات تھا ہی نہیں جھوپڑیں۔“ میں آجے
بھی کچھ کہنے والا تھا کہ سیٹھ کے تھفہ نے بے تک اکھاد پا رکھا
ہے اور ٹھیک ایک کرسی تجویز کی اور نشریف رکھتے ہوئے بولے
”تم سیواتے دقت ضائع کرتے کے کچھ بھی نہیں
کر سکتے۔ میں اور زوبی دنوں روز ہی تھمارا انتظار کرتے
رہے ہیں۔“

”آپ کرتے رہے ہوئے میں نے تو نہیں کیا۔“ زوبی
نے سیٹھ کی بات کا۔

”دیکھ رہے ہو کس قدر ناراض ہے۔“ سیٹھ نے
مسکراتے ہوئے ہیری طرف دیکھا۔ یہ رفتہ ہی تھا کہ سیچے
تھیں براہملاہتی رہتی ہے۔“

”میں انہی دنیا میں گھم ٹھا کس طرح حرفاں مطلبات بان
پر لاؤں۔ کس تج سے آغاز کرو۔ ابھی فیصلہ نہیں کر بایا
تھا کہ چاہلک سے خواجہ نور اکرم کا پیکر خاکی طلوع بڑا نظر
آیا۔ باپ لے باپ۔ مائے لے مائے۔“

اور بھراں تھیں براہملاہتے تک بچنے میں دیرہ بھی کیا لگتی۔
سیٹھ نے اٹھ کر تنظیم دی۔ میں نے بھی مصافحہ کیا۔ زوبی
کے سر پر انہوں نے دسرت شفقت پھیرا۔ پھر تم سب
پال گھرے میں جا بیٹھے۔ میری کھوپڑی بجا ہیں بھائیں
کر رہی تھی۔ اعصاب پتختے کے قریب تھے۔ سہرا یعنی
چکے کی بیانی نے کچھ سہارا دیا۔ خواجه بڑے بڑا گانہ ہے جسے
میں بیٹھ کر ہوا اکبادتے رہے تھے۔

”قبلہ۔ بیوی کا یہی بیوی تو آپ ہو۔“ کاظمی سے
سیٹھ نے مسکرا دکھا۔ ”و یہی میں نے نوشش بھی کی تھی کہ
شہر منہ سر بے بہر ج کپڑا ای سلے اسی کی چادر جو حصے ماس سے
اعلیٰ طیری کاٹ مار کیٹ میں مل بھی نہیں سکا تھا۔“

میں اس طرح گوش بر اوڑھا جیسے کھوپڑی پر انڈوں
کا میں ارکھڑا ہوں۔ اوف ظاہر ہے اب خواجه اونکھیں
چڑھا رہیں۔ مجھے اور نہ کچھ بھاٹ کر کہیں۔ سچے کہ یہ آپ کیا فرمائے

معاملے میں سخیوں کی اختیا ر نہیں کر سکتے۔
”آخرات کیا ہے۔“ زوجی کے چہرے پر الحسن کے
آثار تھے۔

”کچھ نہیں بیٹھی۔ ہاں یہ بتاؤ تھا نے اب ایمان تو اچھی طرح
ہیں؟“ خواجہ بات کا رُخ موڑتے ہوئے بے۔
”جی ہاں آپ کی دعا ہے۔“

میں فیصلہ نہیں کیا تھا کہ مرغ کی بولی بولوں یا گل جو
کی طرح ڈھنپوں ڈھنپوں کروں۔ موجودہ بحیثیں میں اگریں کہہ
بھی دیتا کہ خواجہ جھوٹ بول رہا ہے۔ تھان اور مٹھائی درجہ
تک نہیں پہنچے۔ سور و پے میری جیب میں ہیں تو سیٹھ ہرگز
یقین نہ کرتے۔

خواجہ سے میری سلام دھاتو تھی مگر اس حد تک تکلفی
نہیں تھی کہ وہ آنکھوں کی ماریں۔ آنکھوں نے کاندراز طریقی نیز
تھا۔ کیا چکرتے۔ کیا خاکوڑیں آئے والا ہے؟ فی الحال میں نہیں
یہی فیصلہ کیا کہ معاملہ گول ہی رہئے دیا جائے۔
چائے کے بعد خواجہ خصت کے لئے کھڑے ہوئے۔
”اب چلوں گا۔ بعد عصر درگاہ نظریت میں ختم خواجہ
ہے میرا ہاں موجود ہو ناضر و ری ہے۔“

”جی تو چاہتا تھا کہ آج یہیں قیامِ فرماتے“ سیٹھ نے
مریدانہ ادب سے کہا۔ ” وعدہ کیجیے پھر کی دن آئیں گے۔“
”کیوں نہیں۔ مجھے تو آپ بعض امور میں ضمیری
مشورہ بھی کرنا ہے۔“ یہ کہہ کر خواجہ میری طرف متوجہ ہوئے
”عزیزم! آپ خود اور یہیں کامنہ تو جانتے ہی ہوں گے۔
وہی جو مستحباب الدعوا کے نام سے ہوں گے۔“
”جی ہاں فرمائیے۔“ میرا چہرہ خواب کی بڑی بڑی اہمیت
جیا تھا۔

”ذر از جنت کر کے مجھے وہاں تک چھوڑ دیجئے۔“
”ہاں ہاں کیوں نہیں“ سیٹھ نے کہا۔ ”جاوہ صاحبزادے
گاڑی یتے جاؤ۔“
چھوڑ دیجئے بھی۔ ”خواجہ نے جلدی سے کہا۔“ انکی ہماری
دل لگی پڑا تھی۔ آپ تو جانتے ہی ہوں گے یہ کسی بھی

”اخنوں نے مشکل ہماری چائے پی تھی دعوت قبول
نہیں کی تھی۔ نیز بھر سہی۔“ خواجہ نے میری طرف دیکھتے
ہوئے فرمایا۔

یا مشکل کشا۔ یا پیران پیرستگیر۔ یا خوشنامِ الاعظم۔
میری یادداشت کی لوح پر تمبر وار وہ تمام الفاظ اُبھرتے
آرہے تھے جو بھی پیران کلیر اور اجیر اور دیگر مقامات مقدار
میں سننے ہوں گے۔ اور میرا لاشعور تھا۔ الشعور کی دم میں
شمارہ باندھ رہا تھا۔ مجھے حسوس ہوا جیسے مجھ سے طریقہ دنیا
میں پیدا ہی نہیں ہوا۔ میرے پاس پستول نہیں تھا ورنہ
خواجہ نور آہی کے میر مصطفا پر گولی کے سجائے اس کا دستہ
رسید کرتا کہ اس طینان سے وہ سفید جھوٹ بول سے تھے۔
ملک کیوں؟

”میری آپ کی ملاقات آج سے پہلے بھلا کبت ہوئی
تھی؟“ دفتار میں نے کھسیا کر جارحانہ لہجے میں ان سے پوچھا۔
”یوں تو پیرے عزیزم آپ سے متعدد ملاقاتیں ہوئیں
مگر آخری ملاقات وہی تھی جب آپ حافظہ سبائے کیسا تھا
 قادر کا تھان اور مٹھائی کے ڈبے نیک درگاہ اشریف لائے تھے
سور و پے بھی آئے ہمیں دیئے تھے۔“

”چلے ہمیں پجا ما۔“ میں نے بے ساختہ تھوڑی
”خواجہ صاحب قبلہ کیا آپ بتا سکتے ہیں میرے جنم پر اسوقت
کس رنگ کی شیر دا تھی؟“

سیٹھ اور زوجی نے بڑے تھجستے میرا ہر سے پر نظریں
کھاڑیں۔ سیٹھ سے تعجب میں ناگواری کی بھی آئیں تھیں۔
”کیسی باقیں کرو رہے ہو عزیزم“ اخنوں نے ہمدردے
لہجے میں کہا۔

”اب کیا بتاؤں آپ کو۔ یہ سمجھے جائے۔“
”میں جسلہ پورا نہ کر سکا کیونکہ خواجہ نے اپنے ہاتھ کی
اڑکے کر بڑے زور سے مجھے آنکھ ناری تھی۔“

”جسلہ پورا کرو۔“ سیٹھ قدر سے طیش سے بولے۔
”چھوڑ دیتے بھی۔“ خواجہ نے جلدی سے کہا۔ ”انکی ہماری
دل لگی پڑا تھی۔ آپ تو جانتے ہی ہوں گے یہ کسی بھی

بھجوائی تھی۔

”بہت آسانی سے سیدھے سے پہلے میں صوفی تھتا سے ملا تھا۔ انھیں سیدھے ہی سے معلوم ہوا تھا کہ تمہارے ہاتھ کیا کیا بھجوایا گیا ہے۔“

”صوفی تھتاب کو کیسے پتا چلا کہ بھجوائی ہوئی چیزیں پہنچائی نہیں گئیں؟“

”انھیں کہاں علم تھا۔ اب بھی علم نہیں ہے۔ میں نے انھیں نہیں بتا کہ وہ رب پھر درگاہ تک نہیں پہنچا۔“
”کیوں آخر؟“

”تمہاری خاطر۔ تم نہیں جانتے میرے دل میں تمہارے لئے کیسی چاہ ہے۔ تھیں دیکھ کر مجھے اپنا مر جوم بھائی یاد آجاتا ہے جو تمہاری ہی ہم عمر تھا۔ تمہارے ہی جیسا خوش مراج۔ سبے چارہ اک حاشیے میں جان کھو بیٹھا۔“
ان کے لمحے میں درد بھی تھا اور سچائی کی جھٹکا بھی۔
میرا تاؤ بیٹاشے کی طرح بیٹھ گیا۔

”کیا آپ سچ بول رہے ہیں؟“

”جمھوڑ کیوں بلوں گا۔ عزیزم من! میر نہ سارا رشتہ لڑنے کا نہیں ہے پیار جنت کا ہے۔ میں مت سے چاہ رہا تھا کہ میری تمہاری شناسی اگر تعلقات میں تبدیل ہو۔ آج قسمت نے اس کا موقع دے ہی دیا۔“

”مگر میں تبوری کر امتوں کو ڈھونگ سمجھتا ہوں میرے نزدیک آپ جیسے لوگ لکھا فراہم ہیں۔“

”میں تردید نہیں کروں گا۔“ خواجہ طرمی خوش مراجی سے اپنے مجھے پہلے ہی سے معلوم ہے کہ تم حقیقتہ گن ستم کے عقائد رکھتے ہو۔“

”اس کے باوجود آپ مجھ سے تعلق ٹھھانا چاہتے ہیں؟“
”دل نظر کا پابند نہیں ہوا کرتا عزیزم۔ میں نے کہا تو تم میرے مر جوم بھائی سے بہت مشاہد ہو۔“

میں نے کہا کو لا کا گھوٹھ ملن سے اُتارتے ہوئے انکھوں میں جھاہ کا۔ وہاں گھر سکون کے سورا کھجور تھا۔ میں نے نازل لمحے میں کہا۔

”ایں طرف میر لوز والقدر۔ کچھ دیرش لیمار ہوٹل میں بھیں رکے۔“

”میرا مود بہت خراب تھا۔“
”نہیں خواجہ صہابا۔ اب تو یہ کھڑی جنہم ہی کے دروازے پر جا کر رکے گی۔“

”بہت خفا ہو۔“ انھوں نے ہلکا سا تقبیر لگایا۔
”حالانکہ تھیں میرا جنوں ہونا چاہتے۔ ذرا سوچ اگر یہ طے سے تم کہتے ہیں کہ تم نے انھیں کیسا دھوکا دیا ہے تو کیا پھر سے بھی وہ بھی تمہاری صورت تک دیکھنے کے رواہ رہتے۔“
”نہ ہوتے مگر آپ سے میں اس طرز عمل کی وضاحت ضرور چاہوں گا۔“

”وضاحت ہی کے لئے تو ہذل چلنے کی فرماں شکر رہا ہو۔ مولو۔ نہیں تو آگے سیدنا چکر کا نشان پڑے گا۔“

”ناز کے باوجود میں نے ان کی بدایت پر عمل کیا۔ کچھ دیر بعد میرا کی بالائی منزل کے ایک گھر میں آئیں سامنے بیٹھے۔ یہاں اور کوئی نہیں تھا۔ کافی نظر کلر کے جس انداز میں خواجہ کا خارج تقدیر کیا تھا اس سے ظاہر ہوا تھا کہ خواجہ اس کی جانی پہنچانی غرضیت ہیں۔ چند ہی منٹ میں کوکا کولا کی پرنیں بھی یہاں بیٹھ گئیں۔“

”ہاں۔ اب فرمائیے۔“ میرے لمحے میں دشمنی تھی۔
خواجہ کو کوکا کولا کی چکلی لی پھر میری آنکھوں میں بیٹھتے سے فرمایا۔

”ملائکا۔ میں آپ کو خوب جانتا ہوں مگر آپ مجھے نہیں جانتے۔“

”وس غلط فرمی میں نہ رہتے۔“ میں بھٹکا کر بوا۔“ میں سیدھے غایت جیسے انھوں میں نہیں ہوں۔“

”اپنا الجہ درست کر لوز عزیزم۔“ سہم یہاں دوستار فدا میں گفتگو کریں گے۔ تم شاید اتنا ہی لوجانتے ہوئے کہ کٹوئے شاہ کا سجادہ کچھ بن لس بھی کرتا ہے۔ بس۔“

”مجھے آپ کے بذکی سے کوئی دلچسپی نہیں۔ ذہن حال یہ بتاتی ہے کہ آپ کو کیسے علم ہوا کہ سیدھے نے میرے ہاتھ پا اور وغیرہ

پڑھنا چاہئے۔ دو چار ہزار تواب بھی وہ آسانی سعدیوں کے
لیکن پر ایسا نہ ہو کا جیسے تم دریا سے ایک دو گھنٹے لینے پر
اکتفا کریں۔ پھریں فیصلہ ہی ہر حال ہیں تھمارا۔“

”اوہ“ میری زبان سے انتیار نکلا ”تو یہ سیکھیں
ہیں۔ نیکی حضور عالی۔ یہ راصفت پھریں فیصلہ ہی کیوں۔ آپ کا
پھر فیصلہ ہی کس نے؟“

”اعراض عقول ہیں۔ گرد ارض ہونا چاہئے کیجیں
فیصلہ ہوئی جنہاں کے بھی ہیں۔ باقی پچاس فی میدانِ جاہ کی
تعیرت یہ ہوت ہوں گے؟“

”مجھے سوچنا پڑے گا۔“

”کوئی خاندہ نہیں دفترِ ضائع کرنے سے۔ پہنچی سچ
نوکھیں اپنی صد کے علاوہ زیاد غوثیہ بھی تھاہری ہے۔ پھر اور
حروفِ ختم کو اس پر کوئی اعتراض نہ ہو گا۔“
میرے اندر پھر اکشنل ساپکا۔

”آپ اسے بھی آہ کر شطاب کیا تھا۔“ میں جھلکر دیا
”تو اس میں غصہ کی کیا بات ہے۔ اسے میں آئندہ بھی
بیٹھی ہی کہتا رہو گا۔ تم پر اس کا کیا اثر پڑتا ہے۔“
”میں تو خود صاحبِ حجہیرت ہوں کہ دنیا کیا سکتا
ہو جائے گی۔ آپ اپنی بیٹھی سے بارے میں بھی آئی تکلفی
برت سکتے ہیں।“

”یہ مت بھولو ہر طریکی کسی کسی کی بھی ہوتی ہے فضول
باتیں چھوڑو۔ ہم تحریری معاہدہ تو نہیں کر سکتے لیکن مکروں
کی زبان اور تحریر میں فرق نہیں ہوا کرتا۔ میرا خیال ہے تم
بھی مرد ہی ہو۔“

”میری کی ڈیوبند ہو گی؟“

”سیدھے کو شیشے میں اُتارنا۔ حالاتِ بھرطابِ خاص
خاص اسکیمیں ہمیں جل کر بناتے رہیں گے۔ اس وقت تیناواری
مقصد پر مکمل اتفاق اور اسے کی خسروت ہے۔ تم کل درگاہِ آجہ
لیکن طوکی کھڑی ہیں نہیں۔ انھیں علم نہ ہونا چاہئے کہ ہم کے
تعلقات بڑھ گئے ہیں۔ میں آگئے کے لئے کوئی تقدیر جو نہ سمع
رکھوں گا۔ تم سے تبادلہ خیال ہو جائے گا۔“

”پھر بھی یہ سیکھ کو اندھیرے میں نہیں رکھ سکتا۔ میرے
ضمیر پر طباہ ہے۔“

”ضمیر کی غلامی سیکھ دار لوگ نہیں کیا کرتے۔ ذرا سوچ
ہم تم ایک ہی راہ کے مسافر ہیں۔ سچائی جانشی کے بعد الگ کوئے
شاہ سے سیطہ کی عقیدت نہم پہنچی تو تم سے بھی رہ کر راہ
نہیں رکھیں گے۔ پھر کیا فائدہ ہوا۔“

”میں اس سیکھی قسم کا فائدہ اٹھانے کے پکر میں نہیں ہو۔
— نہ ہو تم دراہ۔“

”اپنے مجھے اتنا اچھی مست سمجھو۔“ خواجهِ ذہنی انداز میں
سکراتے۔ میں تردید اکچھے کہنے ہیں اداۃ تھا کہ انھوں نے اتنے
اطھر کر فریا۔

”چھ خبر۔ میں تھیں اس عترات پر مجھ پر نہیں کرنا۔ تم
اک نخلص دوست ہی۔ لیکن زیباغو شیخ کا اچیز کے قرب سے
حروم ہونا تو شاید تم بھی پستہ کر دے۔“

”کیا اخطاب؟“ میں۔ آپ کیمیں نکالیں۔

”عزم! ہم الگ رچہر پچاس کے پیٹھے میں بی بی مکروہ مانی
جدیبات سے بالکل عاری ڈھیں ہوئے۔ تھا اسے جذبات
کیا ہوں گے یہ تم سمجھتے ہیں۔“

”بواس۔ ہے آپ خلط سمجھتے ہیں۔“

”چھار چھا۔ جوش میں رست اُوٹیوں نہ ہم
اک دوستانہ معاہدہ کریں۔“ یہ کہتے ہوئے انھوں نے بڑی
یکانگت سے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔ میں لہنیاں شیک
میز پر جھکا ہوا تھا۔

”فرمائیں کس قسم کا معاملہ؟“

”درگاہ کے عقی جھتے میں ایک سیع و علیینِ اولادِ امامہ
بیوائی کا بیان ہے۔ تم سے کم بیس مکروں والا نقشبند چکا
ہے۔ تھیتاً دلاکھ خرچ آئیں گے۔ بتاؤ یہ تم کہاں سے آئے؟“

”جھے سے پوچھ رہے ہیں آپ!“

”تکلف برطرف۔ صاف ہی بات ہے۔ سیکھ کر ڈیتی
ہیں۔ لاکھ دلاکھ دے ڈالنا ان کے لئے کچھی مشکل نہیں۔
درگاہ سے اب ان کی عقیدت کافی بڑھ گئی ہے۔ اسے اور

”وعدہ نہیں کرتا لشکش کروں گا۔“
پھر انھیں میں نے گاری ہی میں بس اٹینڈنٹ بکھر جایا۔
اس دوران میں انھوں نے بس ایک بات قابل ذکر کی تھی۔
”یہ مت بھولنا ملاد و سرت۔ ہم نے کئی خون بھی کئے
ہیں۔ جو تم سے اُبھے وہ زیادہ دنوں تک نزدہ نہیں ہتھا۔“

شخی ہو گی اگر ہیں یہ کہوں کہ خواجه نور آہی کی دھکی
کا کوئی اثر مجھ پر نہیں ہوا۔ وہ سچ سچ قاتل ہوں نہ ہوں
مگر بعد ازاں سے جھبھی رہ تھا۔ ان کے بڑوں کی ساخت
سقعاًتی کی غماز تھی۔ بدین ضرب طبقاً۔ میں شدت محسوس
کر رہا تھا کہ اس وقت مجھ کسی مشیر کی ضرورت ہے۔ معمالت
بڑے اسی سچ اختیار کرنے چاہیے ہے۔
گاری عنایت منزل چھوڑ کر میں گھر پہنچا۔ میں نے طے کر لیا
کہ زوجہ میشوارہ کروں گا۔

اور جب اسی کھانا سے سنا دی تو وہ سچ کہوں گی:-
”اللہ۔ یہ کیا چیز اتنا کے میتھی ہیں آپ میں نگزیا
اس میں کیا مشورہ دوں۔“

”دیکھو ڈارلنگ۔ یہ موقع مغلائی زبان بولنے کا
نہیں ہے۔ نہ تم نگزیا نہ میں نگزو۔ آخر مجھے کہنا کیا چاہیے۔“
”لفضل پڑھ کر خدا سے تو برا استغفار یجھے۔ یہ سب
بداعمالیوں کا غریر علوم ہوتا ہے۔“

”آپ تو بہتی زیور طکوں ہی ہیں۔ مانی سوتھ بیگم
کوئی ڈھنگ کا مشورہ دو۔“
”آپ سچ سچ بتائیے عنایت ہماب سے دھوکا کرنے
میں آپ کی کیانیت تھی؟“

”بس یہی کہ چادر نہ چھڑھے اور انھیں کامیابی ہو جائے
تو میں ان کے ٹھوپر سے کٹوڑے شاہ کی عقیدت مطرح
سکوں۔“

”تب تو اللہ کا نام لے کر ان سے سب کچھ کہہ ڈالنے۔ اللہ
نیت دیکھتا ہے وہ بد کرے گا۔“
”اور خواجه نور آہی سے کیسے بٹاوا ہو گا۔ وہ کہہ لے ہے

”اُدراگر میں یہاں کی ساری گفتگو سیطھ سے ہو رہی
میں نے بھختے ہوئے لججھ میں کہا۔
”ہمارا کچھ نہیں بگڑے گا۔ البتہ تم ضرور خساۓ
میں رہو گے۔“ ان کا انداز اعتماد سے پھر پور تھا۔
”جو یا ہمارا معاہدہ دھکی کے پس منتظر ہو رہا ہے!
میں بلبلیا۔“

”اس سے کیا فرق تھا۔ تم ہی ہماری جگہ
ہوتے تو کیا یہ پسند کر تے کہ کوئی سچ کا پکولی خواہ مخواہ
تمھارے منصبوں پر مانی پھر دے۔“

”اب تک اتنے سیٹھ سے کتنا روپیہ اینڈھا ہے؟“
”کتنا بھی نہیں۔ لو ما جب تک سچ نہ ہو جائے
چوٹ مارنا جھقوں کا کام ہے۔ انھوں نے پہلے ایک
بار چار دھڑھائی تھی۔ سور و پے نذر دیتے تھے۔ کامیابی
کے بعد پانچو اور دیتے۔ میں۔“

”میرا خیال ہے وہ بہت زیادہ دیں گے بھی نہیں۔
آدمی کا یہاں ہیں۔“

”اپنے نزدیک میں تو مایوسی کفر ہے۔ تم اگر نیما غوشی
کو پوری طرح مٹھی میں لے لو تو بہت کچھ ہو سکتا ہے۔“

”میری عاقبت تباہ ہو جائے گی۔ قبر میں کیڑے
پڑیں گے۔“

”استغفار کا دروازہ بن نہیں ہوا۔ ہے۔ پھر تو
سوچو ہم شافع المذنبین کی امدت ہیں ہیں۔ وہ حشر کے دن
گھنٹھاروں کی سفارش کریں گے۔ کیا اس پر تمھارا یہاں
نہیں ہے؟“

”میرے پاس ایمان حسیکی کوئی شے ہو تی تو حافظ سجا
کے بہکاتے میں کیوں آ جاتا۔ آپ اب ہم ہی میں جھوٹ
کر چھوڑ دیں گے۔“

”خواہ مخواہ تقویٰ مرد بھاڑو سیطھ دسرود کا
خون چوس کس سیطھ بنے ہیں۔ ان سے جو کچھ اینڈھے
لیا جائے کا رخیر ہی میں شامل ہو گا۔ تو کل آرے ہے ہونا
رجوی؟“

بریلوی فتنہ کا نیاروپ ۔ کم و کیف
آپ تقریر کیسے کرس

تبصرہ

کلینٹ

بریلوی فتنہ کا نیاروپ

مصطفیٰ: مولانا محمد عارف سنجھی ۶ صفحات
(۲۲۷) لکھا تھی پچھلی متوسط۔ قیمت پانچ روپ
شائع کردہ کتب خانہ الفتنہ کچھ ریزوڈ
لکھتے۔

با انکلی تھی اضافہ نہیں گیا۔ پہلے "انکشاف" آئی مگر بخاطر
نواہ نہیں تھی۔ پھر یہ زیر تصریحہ کتاب آئی۔ اس کے مصنفوں
مولانا محمد عارف سنجھی دارالعلوم دہیورن کے استاد ہیں سبی
مگر یہی حلقة دیوبندی کے قابل۔ انھوں نے بڑی دیوبندی
سے حق تقدیم کیا ہے۔ ماشاء اللہ۔ جماہم التغیر بجز از
بعض نکات پر تم یا کوئی اور قاری اُن سے اتفاق
نہ کر سکے لیکن اس اختلاف کی نوعیت اور ملحوظی۔ وہ نہیں ہوگی
جس سے "زلزلہ" کے نیا ایک مقصود تقویت پہنچے۔ ہمیں
بریلوی قسم کی تحریریں نہیں پہنچنے کا اتفاق تو بارہا ہدایت کی
زیر تصریحہ کتاب سے پتا چلا کہ تم اپنے اندازہ ہی میں
کھٹکے۔ ہمیں ادا کر نہیں تھا کہ بریلوی علم کلام بادتمیزی
خواہی، گالی بازی اور تکنیکی بازاریت کے سیعیان کے پہنچا
ہدایت ہے۔ قابل مصنفوں نے "زلزلہ" کے معارفات کا
پورا پورا پوسٹ مارٹم کرنے کے لیے ایک ضمیمہ شامل کتاب
کیا ہے جس میں بریلوی سے تکمیلی فتنہ کی خنثیت اور تفاریق

فالیب کا مشہور شعر ہے۔
نکالا جاہتا ہے کام کیا طھوں سے تو غالی
تبرے بے چھر کھنے سے وہ تھوڑا جھریاں کیوں ہے
مکر بھی کبھی طھوں سے کام نکل جھی آتا ہے۔ ہم نے
"زلزلہ" نامی کتاب پر تصریحہ کرتے ہوئے اپنے علماء دیوبند
پر اتنے شرطیں کئے تھے کہ شاید ان پر گستاخی اور بذیری کا
بھی اطلاق غلط ہو یہ مقصود یہی تھا کہ یہ اللہ کے بنے کسی
طرح تو خواب استراحت سے جائیں اور لوٹے ہوئے قلم
کی نوک درست کر کے روشنی میں دبویں۔ طعن و تقبیہ

تمام بیویوں کو اللہ نے قرآن میں تمام ا美德 مصلحت کی مأیں فراہ دیا ہے۔ بھر مسلمان ہی نہیں غیر مسلم تک اس احساس میں مشترک و متفق ہیں کہ بدمعاش سے بدمعاش آدمی بھی جاہے وہ کتنا اسی بڑا ذافی اور بے جیا ہوا پیمان کے پارے میں جنس زدہ نہیں ہو سکتا۔ اپنی ماں کے لئے اسکے حاشیہ خیال میں کبھی ایسے الفاظ نہیں آ سکتے جو ہوش شہوت اور عیا نی فحاشی کے تینوں لئے ہوئے ہوں۔ حد ہے کہ جو لوگ حرام نطفہ سے پیدا ہوتے ہیں اور عیا نشی ان کا اڈھنا، چھوٹا ہوتا ہے وہ تک کم سے تم اپنی ماں کے ماں نحط طبجمانی کا ذکر اپنی زبان سے نہیں کر سکتے جن سے دیکھی جسی جذبات ہی کو ہو سکتی ہے۔

اس عالم آشکارا حقیقت کو سامنے رکھیے اور دیکھئے کہ اس ماں کے لئے جو سگی ماں سے بڑھ کر مقدس ہے۔ خدا تعالیٰ حرام ہے۔ خدا تعالیٰ کی حیوب تین ببری ہے بربیوی حلقة کے امام اور شخخ مرشد کیا طریقہ تلقین و اختیار فرمادے ہیں۔ اس اور اسلام کو یا زادی اور فرش کھنے سے اس کی ناپاکی اور لزہ خیزی کا حق وضاحت ادا نہیں ہوتا زبان و لغت کے پاس وہ الفاظ ہی نہیں ہیں جو اس لئے ذمی کی پوری ترجیحی کر سکیں۔

اپنی ماں کو کوئی شخص واقعہ بھی چلتی ہیں ایسا سیئے دیکھئے تو اس سے یہ تو فتح نہیں کی جا سکتی کہ وہ اس کے لئے ای اعضا اور شباب اور سینہ و ببر کا قصیہ وہ شروع کر دے گا۔ لیکن یہاں تو معاملہ یہ ہے کہ ماں سامنے بھی نہیں ہے۔ بیٹا۔ احمد رضا خاں آپ سے آپ پادری نے خیل اسے ٹیڑی لباس پہننا کرنے کا نعمذہ اللہ من ذلک چھمارے لے رہا ہے۔ یہ گندہ ذہنی اور ناپاک خیالی کی حاصل ہے جب استاد امام ایسے ذہن کے ہوں کے تو شاگردوں اور پیروں میں شرافت و حیاتی کوئی چیز کہاں پائی جائی کیا جانی چاہیے جن حضرات نے بلا تلاف اس شاونی کو چھپایا اور بھیلا کیا۔ کتاب یعنی جمودہ کلام کا نام ہے حدائق بخش حصہ سوم یعنی یہ نوش فکرے ایسے شیطانی تخلیک کے ذمہ نے سے

اس سے پڑھنے کے بعد یہم نے اللہ سے دعا مانگی کہ اسے غفران حیم "وَلِلَّهِ يُرِثُ الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ" تک میں بربیوی مکتب فنکر کے بارے میں جو تقویٰ اساحن ملن تھا اس کے لئے ہمیں معاف کر دے۔

اس سے قطع نظر فرائی اس عجیب مخلوق نے۔ یعنی بربی اور بیویوں کے درستہ فکر نے کس کس کو کافر بنا دیا ہے۔ عترت تاک اور لے زادہ یعنی والی بات یہ ہے کہ اس کے ارکین نہ یہ شمار جگڑیاں کی مغلبوں میں بھی شابکم ہی انتقام ہوئی ہے تو شراپ خانوں کی مغلبوں میں بھی شابکم ہی انتقام ہے۔ جو بیویوں کے بازار اور شراپ خانوں کی مغلبوں میں بھی شابکم ہی انتقام ہے تو بیویوں کے سامنے اس زبان کے جکڑی نقل کئے ہیں ان میں سے بعض تو بیویوں کیم نہ شش بھی کریں تو ہمارا استلزم اخیس نقل نہیں کر سکتا۔ اور اگر فلم کو بے آرڈر کر کے نقل بھی کر دیں تو حرمت کے قشتہ ہمارے بیانے تک سے دور بھاٹیں گے۔ کمالیاں نتھیں اور فرش تین۔

ہمارا خیال ہے جو لوگ رب تبریزہ کتاب کا احرف صمیم ہی پڑھ لیں وہ اس بنتیجے پر مدحیجے بغیر ترہیں گے کہ بربیوی علم کلام کے حیم میں کوئی بہت ہی تجدیث اور غلط رو روح سماں ہوتی ہے جسے دشرافت کی حوصلہ ہے جیسا کا پاس زخم دینا خوف آخت۔

ہم زیادہ اقتیاسات نہیں دے سکتے مگر بطریقہ موتہ صرف دو قرعان بزرگ اور کے دیتے ہیں جو بربیوی مکتب تکر کے اعلیٰ حضرت اور امام الائمه تھے اور نام ناجی ان کا اجر رضاخاں صاحب تھا۔ بہ و شرعاً المیتین حضرت عائشہ صدیقہ فریقہ قصیرے میں کے ہیں۔

تک دیجیت ان کا لباس اور وہ جو بن کا ابعاد مسکی جاتی ہے قیاس سے کم تک سے کم پہنچا پڑتا ہے جو بن مرے دل کی صورت کہ ہوتے جاتے ہیں جائے سے بروں سینہ دبر بے علم سے یہ علم مسلمان جانتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی تھیں اور اب کی

کم و کیف

جواب اثر انصاری کی غسل نوں کا مجموعہ

بخشش و انعام کی اوپنی چھت پر سنبھلیے کے امیدوار ہیں ایک تنوڑہ اس کا بھی دیکھ لیجئے کہ بریلوی حضرات اپنے سو امام مسلمانوں کو "وہابیہ" فرقہ کا نام دیکھ اس کی طرف کیا کیا عقیدے منسوب کرتے ہیں۔ "وہابی ایسے خدا کو مانتا ہے... جسکا... کھانا پینا، پیشاپ کرنا، پاخانہ پہننا، ناچنا تھرکنا۔ نٹ کی طرح کلا کھیننا، عورتوں سے جماع کرنا، بواطت جیسی حبیث بے جائی کا مرتبک ہونا حتیٰ کہ حنفی کی طرح معمول بننا کوئی خیانت، کوئی فحیجت اس کی شان کے خلاف نہیں" (قادی ای ضریب جلد اول ص ۴۵)

یہاں ہمیں قد عثمان فارقلیط اور ان کے داشت یاد آئے۔ وہ حلاظ پر زور ڈال کر یاد کریں کیا کبھی کسی روایتی یا اہل حدیث یا کسی بھی صحیح الدمامع مسلمان سے اس طرح کے عقیدے ان کے سنتے میں آئے ہیں۔ کوئی آدمی جب تک پاگل شہرو جائے ایسے عقامہ و تصورات کا سایہ بھی اس کے حوالی خیال پر نہیں پڑ سکتا۔ مگر بریلوی فوکار دوسروں کی عمارتوں سے اس طرح کے عقیدت خیالات زکال کر کفر کے قتوں بے جڑتے ہیں اور اس عقیدہ کو جنم میں بھجوادیں گے۔

بصرہ کا غلام صدیق ہے کہ مولانا عارف سنجیلی نے "بریلوی فتنہ کا بیاروپ" کا کہ کر دلائل کے مصنف کو ان کی اصلیت یا دلالتی ہے اور عوام کے آگے ایک ایسا مواد رکھ رہا ہے جسے پڑھ کر وہ ادراک کر سکیں گے کہ بریلویت کا خیر کس منی سے اٹھا ہے۔ (یہ کتاب مکتبہ سنجیلی سے بھی ملست تھی ہے)۔

صفقات ص ۱۰۷
 • قیمتِ مجلہ سات روپیے • شائع کر دہ:
 ادارہ داشت کا ہ (ادرو لا اسٹریٹی)
 مٹونا تھے بھجن - پو. پی۔
 اتر صاحب گو شہرت یا قفتر نہیں مگر کتنے ہی

شہرت یا قفتر سخن دروں سے اچھا کہتے ہیں۔ ان کے بیبا پرداز خیال کی بلندی کی ہے اور انہا اذیان کی مقاصد بھی۔ اسلوب پڑھ کھصوں جیسا ہے۔ زندگ بدنیا قیم ہے مگر جاریہ سیت کے زاویے لئے ہوتے۔ - دو تو زندگوں کی آمیزش میں نہ کامانہ سلیقہ پا یا جاتا ہے۔ لمب ہجومت مل ہے۔ نہ قہن گر جنہ سرگوشی۔
 اس جویں سے کے جن اچھے شعر بطور ضمیا وقت نقل ہے

جوہاں سلٹ گیا قافلہ بہار و کا
 خزان نصیب ہی گوشہ میں ہوئیں
 جوچہ نصیب کہاں گیوں کی چھاؤں
 تھوڑوں کی دھوپ میں جتنا پڑا ہے ہوئیں
 نینا آنے کو سردار بھی آسکنخہ کو ٹھختے دارا گرا پ کا زانوں کہاں
 میں انہ کار دغا ہوں ٹھھے ان کا ہوئیں ہے کوئی انعام محبت کے سوا ہے
 ذہ بیڑ طرقاں کا رخ میوط بیا کرتے تھے
 ہاتھ یا نہ سھے ہرنے جاتے ہیں نیا ہی کی طرف
 آپ ہی اپنے مسائل کا کوئی حل دھوڑ د
 شکرہ گردش حالات سے کیا ملتا ہے
 میں تو سہنس کر ٹال جاؤں تھی عشم کو مکر
 پھول کہہ کر میں رخموں کیں چلتے ہیں لوگ
 دوستوں میں رخموں کی آنکھ کتنی تیز ہے
 میں کس سائے سی بھی کر کر تکل جاتے ہیں لوگ
 ذوق یا نیازی بچلے کے خود ہے تکمیل حیات
 امتحان گا ہ دقا میں ہر کے بیل یا تینیں لوگ

فتار رفیض ہن گل بھی ہے یا رد
 کیوں میرے ہی دامن کی نہیں تکر پڑی ہے

اس کا مطلب ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔
یہ سوچ کر جل پڑا ہوں تھا کہ ایک ہی منزل طلب ہے
کوئی بھی سمرت سفر ہوتیں وہ مل ہی جائیں گے راستے میں
”وہ“ جب تیر مشاہدیہ کے آئے تو ظاہر ہے اسکا
صدق اہم تا ہے محبوب۔ عاشق کی ”منزل طلب“ تو
محبوب ہے۔ محبوب کی منزل طلب خود اپنی ذات نہیں
ہو سکتی پھر یہ کہنا کیسے درست ہے کہ منزل کی منزل طلب
ایک ہے۔ اور اگر یہ قصہ نہیں بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ میری
تو ایک ہی منزل طلب ہے تب بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ
محبوب کا راستہ میں مل جانا کیوں ضروری ہوا۔ اس
طرح کے شرکاء کو خود شائع کا ایک مرتبہ اس کے مفہوم و
صدق ایق کا جائزہ لے لینا چاہئے۔

تراب ہی سی رطیف شے بھی سلگ ٹھی آنح میکیں
یہ استعواب اس وقت درست ہے تا جب رطیف اشیاء کا
سلگ اٹھاتا درہوتا۔ آج توہر طرف پیڑوں سلگ ہاڑو
جو شراب سے بھی رطیف تر ہے۔

اس عحدت کا ہر ایک اذ عظیم تکارا اور شاعر
حسین پیکر تراشتا ہے دل و نظر کے صنم کر دیں
یہ مشغله ہر تو کے ساتھ خاص نہیں۔ فوکا را اور شاعر قیم ترین
زمانے سے بھی کام کرتے آئے ہیں۔

زیری گئے گئی یوں جھٹکو تباہی کی طرف
روشنی جیسے لیپتی ہے سیاہی کی طرف
یادی النظر میں شعر خوبصورت ہے مگر تجزیہ کے بنیان پر غریب
روشنی جب سیاہی کی طرف لیکن ہے تو یہ سیاہی کے لئے
موت کا پیغام ہوتا ہے۔ خود روشنی کو سیاہی کے ہاتھوں
ہلاکت سے دچار ہونا نہیں پڑتا۔ حالانکہ زندگی حب
تباہی کی طرف جائے گی تو خود زندگی کا خسارہ ہو گا۔
تمثیل یا تشبیہ ناقص رہی۔

رات بھی ہے گھنیکار کے دامن کی طرح
پھول بر سارے گئے شاید تری از لفون کی محاب
زلفوں کے سماں الگ پھول بر ساریں تو بھیگنے پھکنے سے

اہم کیوں کسی سے شکرہ جو رجفا کیں
مارے ہوئے خودا پنے غلیص دفا کے ہیں
ساری دنیا ہو تھا لف تو کوئی یات نہیں
تیزگا ہوں سے گرادے تو انقرہ رسوا ہے
ہائے دہ شیریق جسے آفت جاں ہبنا تھا
یہ کیسے لوگ ہیں جو دکھاتے ہیں دل کے زخم
یہ لوگ کیا نہ الگ عنہم جانتے ہیں
علم وہ دولت ہے کہ جنکے لئے دنیا بھی اثر
میری ٹھیکر میں رہی منتہشا ہی کی طرح
بہت حسین تھی مگر خراب ہو کر رہ گئی
ترے بغیر زندگی خراب ہو کر رہ گئی
وہی ادائے حسن جو محیط کا انسان تھی
سرٹ گئی تو منہر شباب ہو کر رہ گئی
ترے کرم کی داستان پچھے اس قرطیل تھی
کہ زندگی جنور کی اک کتاب ہو کر رہ گئی
ارائی جنور کی حساب بیاہر ہے ہم اپنے جیب و گیاں کا تائیکھے
یہ تھیں کارخ تھا، دوسرا رخ بھی ذیکر نہیں۔

اک بہادر ہے خارشتنگی درمن اثر
لکھی لذت کوش ہے بادہ گاری کی پیس
اس میں یڑا بھاڑہے۔ خارشتنگی کی کیفیت
نہیں۔ خارشتنگی اور لذت کوش کے الفاظ نہ مضمون
وچیپ یگی پیلی کر دی ہے۔

اس کی آنکھوں میں سنت مل کی سی گہرانی ہو
اس میں جا کر کوئی پایا یا سب ہو اہر تکہو
”پایا ب“ کے استعمال میں شاعر کو تسامح ہوا ملیا۔
ہمیں اسکھے دریا کو۔ یہ دریا اور ریانی کی صفت ہے تو
امیں اتر لے والے کی۔ مگرے پائی میں اتر کر کوئی ڈوب
کے تریوں نہیں کہیں گے کہ وہ پایا ب نہیں ہوا۔

خود نے خاکہ ہستی پر رنگ پھیر دیا
جنور جموش ہے تصویر بے کسی کی طرح

صحیح زیان ہے۔ ”دار و رسن کی خاطر جو صلم“ خلاف حادثہ
یاد رہتے گا اپنے انوں کو اپنی چمن کا حسن ملک
پھولوں کی تربات الگ ہے خارجی دلکشی نہیں
اس سحرکار اصلاحی نام ہمیں یاد نہیں۔ لیکن یہ سامنے ہو
کہ اس کے دونوں صورعے برابر ہیں۔ مگر اسی عذر میں
ذیل کے دو شعر بھی ملٹے ہیں۔

آپکی مرضی میرا مقدر آپ کی منشا بیری ثابت
دخل ہو جس میں میری خوشی کا ذہ بیری تقدیر ہمیں
بیریں و عارض یہ رخ نہایاں یہم کیوں یونہ خرگاش
آپکے سب انداز ہیں لیکن آپ کی یہ تصور نہیں
ان دونوں شعر کے پہلے صورعے نسبتاً بڑے ہو گئے ہیں ترجمہ
اوہ ”ہر“ پر تمام ہو جاتی ہے۔ بخشل موجودہ دونوں
صورعے میں اولیٰ کی بحدود سری ہے اور صورعہ آخر کی
اپنی الگ۔ حکم ہے کسی استناد فتنے اس کا جواز رکھا
ہو۔ ہمیں علم نہیں۔

کھوئے ہے بیندین سستی شباب کی
عقلہ کشائے حسن تمہاری قبائلہ ہو
”نہ ہو“ کا کوئی محل نہیں۔ جب پہلے صورعہ بتایا
کہ قباچوت پہنچ گئی ہے تو اپنے کلمہ شک کی کیا گناہش۔
ہمیں اس طرح کے اشعار سے دیکھی چڑھے ہے
جو حبیب کے حسم کی طرف جنہیٰ پر وازنیں اشارہ کر رہے
ہوں۔ جو صورعے میں چند اشعار اور بھی ایسے ہی پائے جلتے
ہیں۔

ہم سے توانہ حسن بنائیں بھی نہ اٹھ سکا
کیا چیز ہے زگاہ کیم حانتے نہیں
دونوں صورعوں کا اربط سمجھیں نہ آ سکا۔
وگ رہ جانے کیا بھیں گے آپ نہ جانے یا اس سوچیں
میری آنسو پوچھ لیا ہے تا حق آپ کے دہن میں
”لیا ہے“ تو شاید کتابتی غلطی ہو ”لے ہیں“ کام مقصہ
ہے۔ اس شعر میں بھی اختلاف تحریک پایا جاتا ہے۔ پہلے
صورعہ میں آ خرکا“ کے ”زا“ ہے جس نے صورعہ کی بھر

اس کا کیا نغلق ہے۔ پھولوں کی جگہ ”سوچی“ ہوتے تو یہ دور
کی کوڑی لاتی جا سکتی تھی کہ جب یہ عسل کر کے آیا ہے۔ باقی کی
یونہیں اس کے بالوں میں ہوتی ہیں کی طرح چک رہی ہیں
پھر وہ کسی کے دامن پر گر کر پھیل جاتی ہیں۔ پھولوں اور بھیتے
بیٹا تو کوئی جوڑ نہیں۔ پھر لفظ ”غیر گھار“ جس طرف مشیر ہے
اس کے اعتبار سے بھی شخص زلف اور پھول کا ذکر مفہوم
کی وضاحت نہیں کرتا۔

تو دھرم کتاب ہے تو رک جاتی ہے ترقی کوئی نہ
ٹوکھی کیا چیز ہے آخڑے دل خانہ خاپ۔
دل کا دھرم کتنا تو معقولات میں سے ہے نہ کہ بھی بھار
پیش آنے والا واقعہ معلوم نہیں شاعر کیا کہتا چاہتے ہیں
(۱) کا استعمال بھی یہاں مشا قاتا نہ نہیں ہوا)
راہ سرستہ چہاں زیر قیامتا ہے
ختہ ہلکی طرح عقہ دکشا ملتا ہے
شاید بہاں مفہوم شاعر بطن شاعر“ کا جواز وہ صادق
آتا ہو۔

جلادیا ہے عنصیر مل نے آنسوؤں کے دئے
پہنچات کی غلطی معلوم ہوتی ہے ”جلاد یئے ہیں“ تکھا گیا
ہو گا۔

میں پھول بھی چنتا جاتا ہوں اور خار بھی چنتا جاتا ہو
یکھ آپکے ندویوں کی خاطر کچھ اپنے ہی دامان کی خاہ
”کچھ“ کا لفظ وہ مطابق ظاہر نہیں کہ تاجوں شاعر کا ہو
اس سے تو یہ پتا چلتا ہے کہ پھولوں اور کانٹوں کے جبو عے
سے کچھ حصہ حبیب کی راہ میں ڈالا جائے گا اور کچھ اپنے
دامن میں۔ حالانکر شاعر جو کچھ کہتا چاہتا ہے وہ یہ ہے۔
وہ آپکے قدموں کی خاطر یہ اپنے ہی دامان کی خاطر
اس طرح یہ بات صاف ہو گی کہ پھول تمام ترجیب کے لئے
ہیں اور خار صرف اپنے لئے۔

و صلمہ ہو کہ نہ ہو دار و رسن کی خاطر
والہوں اٹھے ہیں تعبیرت ہم کی خاطر
صورعہ اولیٰ میں ردیف چشت نہیں ہے ”دار و رسن کا صلمہ“

بیز ایسا کیوں ہے کہ اس نامعلوم و قوئے کے باشے میں
صرف پیدی رنگ کے پھولوں سے استفسار کیا جائے۔ باقی
پھولوں سے نہیں۔ بہت سے بہت لال رنگ والے خالیتے
کی فہرست میں آ سکتے ہیں۔ نیلے، اندے، کاسٹی، غافی
آسمانی وغیرہ پھولوں کو مستثنیٰ نہ تھا ہوگا۔ آنکھیوں ۴۔

دل ہے سفر کی طرح اور جسم چاندی کی طرح
حسن کا یہ روپ بھی کتنا پست یہ ہے سا ہے
معنی خرابی تو یہ ہے کہ چاندی بھی سخت ہی ہوتی
ہے۔ پھر اور چاندی میں وہ تفاضل ہے جس کا یہاں موقعہ
نہ تھا۔ علاوه اذیں چاندی جیسا حیثم تو شایا یہی کسی کو بھائی
اسی چاندی میں تھوڑے شے سوئے یا "خون" کی آنیزش
ہو جائے تب حسن تھیرہ میں آتا ہے۔
لفظی نفس یہ ہے کہ "کتنا" تو میا الغر کی طرف

مشیر ہے اور "سا" کمی کی طرف۔ کوئی چیز زیادہ پسند
ہو تو کہتے ہیں۔ "یہ مجھے کتنی پست ہے۔ تم کیا جاتو۔"
لیکن جب یہیں کہیں کہ "ہاں مجھے پست سی تو ہے" اس کا
مطلوب ہو گا براۓ نام پسند یہ ہے ۵۔

تیس حسن تھیر رنگ ٹپ، مرادل صھیفہ آرزو
یہ وجد سنتی دا چھی غم حادثات سے کم ہیں
ایشور حضن بہکانے کے لئے مذاہب ہوتے ہیں اپھیں
محرومیں نہیں چھپنا چاہئے۔ کھلا کیا مظاہب ہوا؟
جو کر سکے تو اکتساب تو کر لے زندگی
۶)

مرے شعور و فکر کی بکھرگئی ہے چاندی فی

کسی کے طرز فکر سے مجھے نہ روشنی ملی

(۲) خود اپنے فن کا یا نکلنے میں بھٹاہی رہگی

مجھے پڑھو کہ ہیں میں شناہ کا حرث غول

(۳) خود اپنے طرز و زکاریت کا یا نکلنے ہیں میں

ایسی کھلی خود ستائی پر مبنی اشعار نہیں اچھے نہیں
لگتے۔ اکڑا تباہی اور مرازا غالب کے مقامات نکلے ہوئے تو کوئی
کوئی ایسا شر توک قلم پر آ جائے تو طبیعت مکر نہیں ہوتی
لیکن مشت سخن کے ابتدائی ایسیجیوں میں اس طرح کی یا تباہی

بدل دی ہے۔ اسی غزل میں ایک اور کھنی شعروایسا ہی بہے
تا فلہ گردش ایام کا کھیرے گا کہاں
دل کو پہلو سے گتو اے ہوئے درت گزری
یہاں بھی دوقوں صرعیوں کے ربط معمتوں نک ہما را
دماغ نہیں پہنچا۔

اب یہ عالم ہے کہ بیتائی دل پر بڑھی اور تو زحمت ہو گی
کیا بیتائی بجائے خود ایک زحمت ہیں۔ شاعر
فی الحال بیتائی کے جس ایسے میں بھی ہو وہ زحمت سے
فلی نہیں ہو سکتا۔ پھر یہ کیوں کہہ دیا گیا کہ بیتائی کا مزید
اضافہ ہی زحمت سے دچاکرے گا۔ علاوه اذیں بیتائی
دل کا کسی ایسی حدیں رہنا جو زحمت سے خالی ہو ایسا واقع
تو نہیں جس کے لئے "اب یہ عالم ہے" کا تقریب ستعمال
کیا جائے۔

اب ہوش میں بھی آنے کے امکان نہیں ہے
"ام کامات" کا محل تھا۔ رہ پے "چونکر درلیف
ہے اس لئے شاعر ہماراں کیا۔ مزید ایک صریح ایسا ہی ہو
اب منتظر جیات درختاں نہیں رہے

گھویا مٹا ظر کے محل میں "منتظر"
زندگی ناجرم اسیا پ عنیم ہوتی کئی
حرز جاں بینا گیا اک جانے پہچانے کا نام
اگر شاعر یہ کہتا چاہئے میں کہ جیوب کا نام رفتہ رفتہ
جان کا تعریف بن گیا اور زندگی کی علم سے درہر تی کی تو "امیا"
کا لفظ یہاں کیا فائیہ دے رہا ہے۔ دوسرا یا ریک
خواہی یہ ہے کہ محضوں کا مرٹ جانا تا انہا برسوت کا طالب
مگر اصلیوب ایسا ہے جیسی محسر وحی اور بے کسی کا ذکر
کیا جا رہا ہے۔

ان خدا بستہ عروسان چین سے پہ چھٹے
لکھیا یا اور ارقی گل پر کس نے دیہ لئے کا نام
یکس واقعی کی طرف اشارہ ہے زہن یا مکمل منتقل
نہیں ہے۔ اور ادقیقی گل پر کسی دلوسی یا فرزانے کا نام لکھا
ہے اس بھی کسی نہیں دیکھا پھر یہ کس وقوطے سے کنایہ ہے؟

خطا معاکر کرنے شایعی بھائیں گے، ہم ہر حال اس انداز سے متفق نہیں۔

کتاب میں طباعتی غلطیاں خاصی ہیں "چاہ بھی پتھنائی نیڑا یا لفظ "زور" دیوبند چکار ہے مگر بالترتیم زور کے ساتھ (زور) اسے کتابت کی خطاب محسناً منتقل ہے۔ معلم ہوتا ہے خود شاعر ہے کہ ذہن میں غلط املاء بیٹھ گیا ہے۔

آخریں اقطعات ہیں۔ ہمارا مشورہ ہے کہ اُر حلقہ فی الحال قطعات نہ کہیں۔ ایک بھی قطعہ ایسا ہیں ملا جو دل میں اتر جاتا۔

مرا شعور، مراعشم، مرتعشم، مرتعین کا فرق

دہبڑ سکا کبھی گردیدہ جمال فراق

ملی نہ زہرت دویک نفس کر چن ڈالوں

صحیفہ عنیم سستی کے منتشر اور اُر

"جالی فراق" کوئی چیز نہیں۔ فراق ایک منفی وسلی

شے ہے۔ جیسے عیم ہجمان ایک عروس و مری و صرف ہے

جس کے لئے مثبت اور موجود موصوف چاہئے۔

پھر جمال فراق کا گردیدہ دوسرے بھی لوگ کب ہرستے ہیں جو شاعر ہے اہتمام سے اسے اپنے شعور اور ناقہ بنوں کا طرہ امتیاز بینا رہے ہیں بھی کوصل چاہئے۔ فراق کا گردیدہ نہ ہونا قابل ذکر بات نہیں، باق قابل ذکر بات جب ہر قی جب شاعر بکہتے کہ میرا تاری جنزوں جمال فراق کا گردیدہ ہے۔

مزیدیہ کے پہلے دو مدرسوں کا درستہ دو مدرسون سے کوئی ربط بقایہ نہیں بنتا۔ زبردستی ربط بیباک لیا جائے تو الگ بات ہے۔

خود فیضی کا تصویر جو نہ فنا فی ہوتا

حرف شرق اپنا بھی رسوائے معاٹی ہوتا

وہ تو فرستہ تر دیا عقل کی بیبیاری نے

درستہ ہم کو بھی غر در ہمسر دا فی ہوتا

"فرستہ زر دیا" کا تب کا تصویر نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر "فرستہ دی" پوچھیں تو بھر لگڑی ہو جاتی ہے کیا شاعر

اپ تقریر کیسے کریں

مُوَتَّبٌ: جناب نجم الدین اصلانی ۔ صفحات (۸۷)

لکھائی پھیانی گواراہ قیمت ڈیڑھ روپیہ

ناشر ملال یکڑ پو مبارکبور (بیو۔ پی)

موضوں نام سے ظاہر ہے۔ مرتبہ مختلف دینی

موضوعات پر بھی جھوٹی جھوٹی تقریریں دی ہیں جنکے ذمیح تقریر

کے شائقین مشق بڑھا سکتے ہیں۔ آخر میں مولانا آزاد، مولانا اشیعی

او نعمت صدقی کے کچھ شہزادے شامل کرے گئے ہیں۔ اپنے مرضی
پر لایحی کتاب ہے۔

(بصیرے کیلئے ہمیشہ دو شیخ بھیجئے)

ہماری کوشش ہو گی کہ

اس خیم خاص نمبر میں خوبی صدارتی، ممتاز تقدیر و غیر ممکنے کے آئے
ہوئے مندوہی کے نام، تعلاد، اُن کی تقاریر مولانا مودودی کا خط اور
شرکار کے نام ان کا پیغام، غیر مسلم پریش کے اجتماع پر خانقاہ دہوانا
تھسکر شرکار کی تدریجی طبقہ دار، غرض اجتماع سے تعلق ہام تھسکر
اس نام نمبر کی زندگی میں بن سکیں۔

ریکارڈ میں رکھنے کے قابل

اس نمبر کی قیمت صرف ۵/- ہو گی۔ سالانہ چند ۱۵۰ ہیجے
والوں کو یہ نمبر ان کے جو گذرنے والی میں پیش کیا جائے گا۔
ایک بھرت کے لیے خوبی بھیش، تھیڈا دے مطیع فرمائیں
یہ ہمارا ہمنامہ "زندگی" رام پورا (یہاں)

اتما منیجمنٹ خدمت
لائبریری زندگی کا لامبڑا
اپنا قیصریم الشان خاص منہ بسر

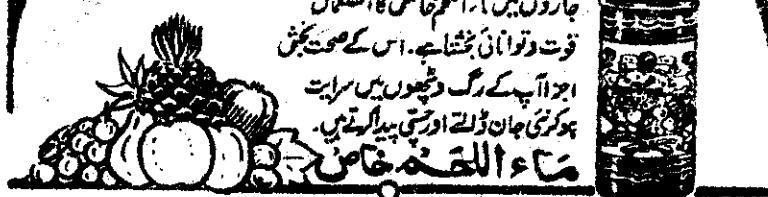
پانچواں سُلْہ ہے بُرد



جلد پنیش گورنمنٹ

صحیت کا توازن ...

جاڑوں میں اُن الخصوصیں کا استعمال
قوت دوائی ایجاد کرے۔ اس کے موجب
اجرا آپ کے رُجُوپتوں میں سرایت
ہو کر نیچا جان ڈالتی اور سیپیاں پیدا نہیں۔



غذایت اور توازن سے بھروسہ بہترین ٹھانک۔



رواحتِ حبیبہ کا بخ سلام یونیورسٹی میں مدد